فرقان

فرقان
فرقان
فرقان
فرقان
فرقان
فرقان

لاعلم	علم
باطل	حق
شیطان	اللہ

(2-53) ”ہم نے موسیٰ کو تمہارے ہدایت کے لئے کتاب (تورات) دی ہے، وہ حق اور باطل کو فرق کرنے والی (فرقان) ہے“

ترجمہ شیخ ریحانا

www.khudaislamicspiritualsociety.org

فرقان

(Regd.No.459/2011)

اصل زبان تلگو : فرقان

یوگیشور

ترجمہ

شیخ ریحانا بنت امیر اعلی

(خدا اسلامک سپرچیول سوسائٹی میمبر)

نلگونڑا ضلع

Published By

خدا اسلامِک سپرچیول سوسائٹی

انمتپر ضلع

ترائیت شک-۳۷ اوّل پرنٹ:۲۰۱۶

تعداد:1000 قیمت:120

خدا اسلامک سپرچیول سوسائیٹی روحانی کتابیں

۱) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی آیات	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۲) قرآن میں چھوپے ہوئے موتیاں	(مصنف شیخ ریحانا)
۳) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی جواہرات	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۴) آخری اللہ کی گرنتھمیں ارتھ اور اپارتھ	(مصنف شمیرا)
۵) زکاۃ	(مصنف نظمہ)
۶) جہالت میں دہشت گردی کے بیج	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۷) پنرجنم کا راز	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۸) موت کا راز	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۹) نبیاں کون ہے؟	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۰) اعمال نامہ	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۱) قبر	(ترجمہ شیخ ریحانا)
۱۲) جنت اور دوزخ	(ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۳) اللہ کا علم قبضہ ہوا (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۴) تین کتب دو مرشد ایک استاد (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۵) کیا جہاد کا مطلب جنگ ہے؟ (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۶) الٰہی کتاب میں سچ و باطل فرق کرنے کی علم (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۷) بھاوم اور بھاشا (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۸) پرتما اور وگرح (ترجمہ شیخ ریحانا)

۱۹) تین الٰہی کتابیں اور تین اول جملے (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۰) موت کے بعد زندگی (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۱) اللہ کا نشان (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۲) فرقان (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۳) آخری اللہ کی گرنتھ میں علمی ہیرے (ترجمہ شیخ ریحانا)

۲۴) ماں-باپ (ترجمہ شیخ ریحانا)

خدااسلامک سپرچیول سوسائیٹی

(Regd.No.459/2011)

خاص مقاصد

۱) قرآن پاک کی دین (دھرموں) کی حفاضت کرنااور تبلیغ کرنا

۲) قرآن پاک کی علم الٰہی کوشکست نہ ہوتے ہوئے ہندواور عیسائیت سے سمنوے کرنا

۳) قرآن پاک کے حضرت محمدؐ کے عزت میں کمی نہ ہوتے ہوئے دیکھنا

۴) قرآن پاک کی آیتوں کی معنی یامفہوم کواللہ کے طریعے میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا

۵) قرآن پاک کی مقدس پن کواسلام میں کوئی اور کتابوں کے برابر موازنہ کئے بغیر دیکھنا۔

۶) قرآن پاک میں نبی کوہو یااللہ کوہوروک تھام کرنے والےاور سمجھ میں نہ آنے والےآیات کااس طرح جواب دینا کہ کوئی بھی اس کاسامنانہ کرسکے۔

۷) قرآن پاک کی الٰہی آیتوں کے بعدہی حدیثوں کی جملوں کی اہمیت ہے کہہ کرمسلمانوں کو بتانا

۸) قرآن پاک کی دین اللہ کاہےاور علم نبی کاہےاور عمل انسانوں کاہے۔لہذا، یہ بتانا کہ اسلام تمام انسانوں کے لئے قابل عمل ہے۔

۹) قرآن پاک کی دین ہرایک انسان کے لئے ہےاور حدیث کے جملےصرف مسلمانوں کے لئے ہی ہے کہہ کر بتانا

۱۰) مسلمان پہلےقرآن پاک میں اللہ کے دین یادھرموں کو جاننا چاہئے ،بعد میں حدیث کے روایتوں کو جاننا چاہئے کہہ کر بتانا۔

۱۱) قرآن پاک میں اللہ کےفرشتہ کی کلام کوحضرت محمدؐ نے فرمایاہے،اور نبی کے وفات کے بعد۱۲۱،۱۴۵،۱۴۹،۱۶۸سالوں کے بعدآئے ہوئے حدیثاں مسلم علماؤں نے فرمایا،اس لئے اسلام میں پہلا مقام قرآن پاک کاہے کہہ کر بتانا۔

۱۲) قرآن پاک میں اللہ کی دین کویااللہ کےدھرموں کو جاننے سے آخرت پائیں گے جودائمی ہےاور حدیثوں کی روایتوں کو جاننے سے جنت پائیں گے کہہ کر بتانا۔

﴾ فہرستِ الفاظ ﴿

زبان ایک ایسی ٹول (tool) ہے جس سے انسان اپنے خیال یا ارادے ظاہر کرتا ہے۔ آج تو دنیا میں کئی زبان پیدا ہو گئے ۔اگر ہم ابتداء کائنات میں جا کر دیکھیں تو تب یہ سب نہیں تھے انسان زبان نہ بننے سے پہلے اشاروں سے اپنے خیال ظاہر کرتا تھا۔ پھر اس نے آسانی سے اپنے خیال ظاہر کرنے کے لئے زبان بنالی۔لیکن آج یہ زبان ہی انسانوں کو ایک دوسرے سے الگ کر رہی ہے۔ وہ کیسے؟۔ وہ اس طرح ہے کہ آج اگر انسان کے سامنے ایک لفظ آیا تو وہ صرف اس لفظ کا زبان دیکھ رہا ہے مگر لفظ کے پیچھے اس کی اصلی معنی کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ لفظ کیوں بنایا گیا؟ اس لفظ کی اصلی معنی کیا ہے؟ جس مقصد سے وہ لفظ بنائی گئی کیا اسی مقصد سے وہ ہم سمجھ کر لئے؟ ۔اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ میں نے نبیوں کو ان کے قوموں کے زبان میں ہی بھیجا تا کہ وہ آسانی سے اللہ کی پیغام کا مقصد سمجھ سکے ۔اس طرح کئی نبیوں نے مختلف زبانوں میں اللہ کے باتیں بتایں۔لیکن آج مسلمان صرف عربی زبان یا اردو زبان ہی دیکھ رہے ہیں۔ ایسا ہی ہندو تلگو یا ہندی یا سنسکرت زبان ہی دیکھ رہے ہیں۔ عیسائی بھی ذیادہ تر انگلش زبان ہی دیکھ رہے ہیں مگر دوسرے زبانوں میں اللہ کے باتوں کے طرف مُڑ کر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ پانی کو انگلیش زبان میں واٹر (water) ،تلگو زبان میں نیرو (neeru)، تمل زبان میں تنّی (tanni) کہتے ہیں اس طرح کتنے بھی مختلف زبانوں میں کہیں لفظ بدل رہے ہیں مگر پانی کے دھرم یعنی پانی کے صفات یا خاصیت نہیں بدل رہا ہے۔یعنی اس پانی کو ایک ہندو سے مسلمان لیکر پیئے یا ایک مسلمان سے ہندو لیکر پیئے یا ایک عیسائی سے ہندو لیکر پیئے پانی یکساں ہوتا ہے مگر ایک ہی قسم کا پانی کسی کو میٹھا یا کسی کو کڑوا نہیں رہتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ (ہندو یا عسائی) پانی کو نیرو یا واٹر کہہ رہا ہے تو میں اس سے وہ پانی نہیں لوں گا۔اس طرح پیش آنے سے خود کا ہی نقصان ہوگا نا! اور نقصان ہونے

والا کام انسان اپنی زندگی میں کبھی بھی نہیں کرنا چاہئے۔اسی طرح اللہ نے بھی اپنی دین کو سمجھانے کے لئے الگ الگ زبانوں میں بعض الفاظ استمال کیا (جیسے قرآن میں فرمایا کہ میں ہر نبی کو اپنے زبان میں بولنے والے کر کے بھیجا تا کہ لوگوں کو دین اچھے طریقے سے سمجھ میں آئے)۔زبان الگ ہونے پر بھی (اس الفاظ کے پیچھے اللہ کا) کہنے کا مقصد ایک ہی ہے۔مثلاً **جنت ودوزخ** کو ہندو **سورگ ونرک** کہتے ہیں تو عیسائی heaven and hell کہتے ہیں۔اسی طرح **قبر** کو ہندو **سمادھی** کہتے ہیں تو عیسائی grave کہتے ہیں۔کتنے بھی زبانوں میں کہیں قبر ہو یا سمادھی ہو یا grave کا **کام** ایک ہی ہے وہ ہے ڈھانکنا یعنی (لاش کو) ڈھانکنے کی ایک جگہ کو پکڑ کر تینوں تین قسم سے کہہ رہے ہیں۔کام کو پکڑ کے نام دیا جاتا ہے۔اس لئے اس کتاب میں زبان کو دیکھے بغیر اور کونسے زبان میں الفاظ استمال کئے گئے دیکھے بغیر،الفاظوں میں چھپی ہوئی راز کو اور وہ الفظ کہنے کے پیچھے اللہ کا مقصد کیا ہے تفصیل کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

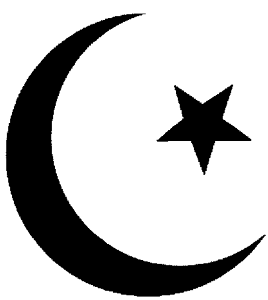

Glossary

اللہ	پرماتما
شیطان	مایا
علمِ الٰہی یا اللہ کا علم	برحم ودیا شاستر(brahma vidya shastra)
قبر	سمادی
علمی طریقے سے	شاستر بدھ
دوبارہ پیدائش	پنرجنم
روح	آتما
قیامت	پرلے(pralay)
جنت	سورگ
قدرت	پرکرتی(prakruti)
جاندار قدرت	چر پرکرتی(chara prakruti)
بے جان قدرت	اچر پرکرتی(achara prakruti)
پانچ اناصر	پنچ بھوت(panch bhoot)
آخرت نجات	موکش(moksh)

	قیامت کہتے ہیں۔
پیدائش	جنم
گرنتھ (granth)	کتاب
اوّل اللہ کی گرنتھ	پہلی اللہ کی کتاب یا پہلی کتابِ الٰہی (تورات یا بھگوت گیتا)
درمیانی اللہ کی گرنتھ	دوسری اللہ کی کتاب (انجیل یا بائبل)
آخری اللہ کی گرنتھ	آخری اللہ کی کتاب (قرآن)
نماز	اللہ میں شامل ہونے کے لئے جو علم چاہئے اس اللہ کی علم کو سیکھنا
زکاۃ	جو لوگ علم میں غریب ہے ان لوگوں کو ہم نے نماز میں جو اللہ کی علم سیکھا ان کو بھی بتا کر اللہ کے طرف لے آنا یعنی علم میں جو غریب ہے ان کو بھی علم میں مال دار بنانا۔
روزہ	وہ اللہ جو ہمارے جسم کے اندر روح کی صورت

کتب ملنے کے پتے

شیخ شفیع

چنئے، تمل ناڈو(Cell:09445554354)

شیخ ابراہیم

کرنول ٹون، آندھراپرادیش(Cell : 7095008369)

یم علّی پیر

مڑک شرا، انمتپر ضلع(Cell : 8978058081)

سید شالم باشا(طارا)

پکم، چتور ضلع(Cell : 8978058081)

شیخ امیر علی

نلگونڑا ضلع، تیلانگانا(Cell : 8187051078)

فرقان

(دُعا)

اس کو لکھنے سے پہلے میں اللہ سے دُعا مانگ رہا ہوں کہہ کر روح (آتما) سے دعا مانگ رہا ہوں۔ ہم نے آپ لوگوں سے کہا کہ اللہ سے دُعا مانگ رہا ہوں مگر اللہ سے دعا نہیں مانگا۔ دعا مانگا تھا روح سے، آپ سے جھوٹ کہیں جیسا دکھنے والی یہ بات سچ ہی ہے۔ میں ابھی ہی نہیں کبھی بھی اللہ سے دعا نہیں مانگا، اور نہ آگے بھی کبھی مانگونگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اللہ سے دُعا نہیں مانگتا، یہ جانتے پر بھی، آپ سے اس طرح ابدّ (جھوٹ) کہہ رہا ہوں۔ اب آپ لوگ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس طرح جھوٹ کہنے کی کیا ضرورت آئی۔ اس کے جواب میں، میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی اللہ سے دعا نہیں مانگا، ہمیشہ اس سے دعا مانگا جو میرے اندر، میرے ساتھ اور میرے قریب ہی رہنے والے روح سے دعا مانگتا تھا۔ لیکن روح تو اندر چھوپی ہوئی ہے، ظاہر سے معلوم ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے مجھے ان (روح) کے مقصد کے خلاف نہیں کہنا چاہیئے۔ میں نفس یا جیواتما ہوں، اور میرا باپ روح ہے، اور انکا یعنی روح کا باپ اللہ (پرماتما) ہے۔ روح یعنی میرا باپ جو بھی کام کرتا ہے ان سارے کاموں کو اپنا نام دئے بغیر، اپنے باپ کا نام لیکر یعنی اللہ کا نام لیکر کہتا ہے کہ یہ سارے کام تو اللہ نے ہی کیا ہے۔ اس طرح ان کے باپ (اللہ) پر کہنا انکو (یعنی میرے باپ) کو خوشی ہے۔ میرے باپ جو روح ہے، ان کو یہ پسند ہے کہ تمام کاموں کی تعریف (حمد) صرف اپنے باپ (اللہ) کو ہی ملے کیونکہ ان کے باپ (اللہ) سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ تو میرے باپ کی اس پسند کو جان کر میں بھی میرے باپ کی طرح، ان کے باپ کا نام ہی لیتا ہوں یعنی اللہ جو میرے دادا ہے، انہی کا نام لیتا ہوں۔ آپ لوگ پوچھ سکتے ہے کہ یہ کیا ہے؟ اب تک دنیا میں کوئی بھی اس طرح نہیں کہا ہوگا جو آپ کہہ رہے

ہیں؟۔اس کے جواب میں، میں یہ کہتا ہوں کہ آج آپ کے لئے یہ نئی بات ہی ہے لیکن میرے لئے تو پرانی بات ہے۔ یہ رشتوں کی بات تو بھگوت گیتا میں، بائبل میں، اور قرآن میں پہلے سے ہی بتایا گیا تھا۔ایک مرتبہ یاد کریں گے کہ اس کے بارے میں بھگوت گیتا میں کیا کہا گیا تھا۔بھگوت گیتا میں بابِ راج ودیاراج گوہیایوگ (RajaVidyaRajaGuhya Yog) میں شلوک ۱۷ دیکھتے ہیں۔

شلوک ۱۱ پتاہ مثیا جگتو ماتا دھاتا پتامہاہ ۱

ویدیم پَ وِتُر مونکار رکشام یجوریوچ ۱۱

مطلب:"تمام کائناتِ عالم کا ماں اور باپ میں ہی ہوں، یہی نہیں دھاتا (سنبھالنے والا) اور دادا بھی میں ہی ہوں۔ اور قابل فہم قدوس 'اومکار' یعنی وہ روحِ مطلق جو میری شکل میں ہے وہ بھی میں ہی ہوں۔ روگ یجور اور شام ویدوں کے اندر کی آواز بھی میں ہی ہوں۔"

اللہ نے خود اِس شلوک میں فرمایا کہ 'میں ہی باپ ہوں' اتنا ہی نہیں بلکہ 'دادا بھی میں ہی ہوں'۔ اب آپ کو خوب سمجھ میں آیا ہوگا کہ اللہ سے نکلا ہوا اللہ کا انش روح میرا باپ ہے (اللہ کا انش یعنی اللہ ایک نور ہے، ابتدا میں اس نور سے روح بنی، پھر اس روح کی نور سے نفس بنا)۔ اور روح کا باپ خود اللہ ہی ہے۔ شروع میں، میں نے کہا کہ اللہ سے دعا مانگا تھا لیکن وہ بات تھوڑی سی جھوٹی ہونے پر بھی، کہنے کا طریقہ تو وہی ہے۔ کیونکہ میری روح خود کام کرتے ہوئے بھی، اس طرح جھوٹ کہہ رہی ہے کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا، یہ سارے کام تو اللہ نے کیا ہے۔ پس، میرے باپ روح جیسا کہہ رہا ہے ویسا ہی مجھے بھی کہنا ہوگا۔ مجھ کو (یعنی نفس کو) ہو یا میرے باپ روح کو ہو 'میں' کہنے والی 'انانیت' نہیں ہے۔ روحانی علم کے مطابق انانیت نہیں ہونا چاہئے۔ اسی لئے روح خود کام کرنے پر بھی، اس کو اللہ کئے جیسا ہی کہنا پڑا۔ یہ سارے باتیں جو بھی اب تک بتائے گئے وہ ایک بار میں، سمجھ میں نہیں آئینگے۔ روحانیت کو سیکھتے سیکھتے یہ معلوم ہو جائیگا کہ جھوٹ میں سچ ہے۔

اس کو لکھنے سے پہلے ہم نے کہا تھا نا کہ 'میں نے اللہ سے دعا مانگا'! لیکن دعا مانگا تھا روح سے۔روح کسی کے بھی خواہشات پورے نہیں کرتی ہے۔دعا کریں یا نہ کریں نفس کے عمل (جواُس نے پچھلے جنم میں کیا) کے مطابق جسم کے اندر کام کرتی رہتی ہے۔ویسا ہی عمل کے مطابق ہی نفس کو خشی اورغم دیتی ہے۔عمل کے حساب سے ہی نفس کو چلاتی رہتی ہے۔بعض یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جب سب کچھ عمل کے برابر ہی روح کام کررہی ہے تو اور نفس کی مرضی کے مطابق روح کام نہیں کررہی ہے تو پھر دعا سے کیا کام! (یعنی جب سب کچھ عمل کے مطابق ہی چل رہا ہے تو دعا کیوں کریں)۔اس کے جواب میں، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بات تو سچ ہے کہ روح عمل کے حساب سے ہی نفس کو چلاتی ہے لیکن یہاں پر روح صرف ان چیزوں کو عمل کے مطابق چلاتی ہے جو دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یعنی دنیاداری چیزیں ہیں۔چاہے وہ کوئی بھی نفس ہو، اسے اپنی جسم کے اندر، دنیا سے متعلق کسی بھی طرح کی آزادی نہیں ہے۔جیسا روح کھلاتی ہے ویسا ہی کھیلنا پڑیگا اور جس طرح روح چلاتی ہے اسی طرح چلنا پڑیگا۔تو ایسا بھی نہیں ہے کہ روح خود اپنی مرضی کے حساب سے نفس کو چلائے۔تو ہر کام بھی نفس کے عمل کے مطابق، حساب و کتاب کے برابر ہی روح کرتی رہتی ہے۔جب انسان پیدا ہوتا ہے تب ہی روح ،نفس کے ساتھ جسم کے اندر داخل ہوجاتی ہے پھر اس وقت سے ہی نفس کو اپنے قابو میں لیکر عمل کے حساب سے نفس کو چلا رہی ہے۔روح کھلا رہی ہے تو، نفس کھیل رہا ہے تو، پرماتما کہلانے والا اللہ یا یہووا(Yahova) دیکھ رہا ہے۔ہر جسم کے اندر اللہ گواہی جیسا اور روح کام کررہی ہے، تو اس کا احساس نفس پا رہا ہے۔یہی بات آخری اللہ کی کتاب قرآنِ کریم میں سورح ۵۰ آیت ۲۱ یعنی (21-50) میں لکھا ہے کہ

(۵۰-۲۱) ''ہر نفس (جیواتما) ایک چلانے والے کے ساتھ اور ایک گواہی دینے والے کے ساتھ آتی

ہے" اور اِک کتاب میں (۲۱:۵۰) **"ہر شخص اس طرح آئے گا (یعنی جنم لے گا یا پیدا ہوگا) کہ ساتھ ایک لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا"**۔ اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جسم کے اندر پورے تین روحیں (جیو اتما (Jeevatma)، آتما (Atma)، پرماتما (Paramaatma) یا نفس (Nafs)، روح (Ruh)، اللہ (Allah) موجود ہے۔

اس طرح تین روحیں جسم کے اندر رہ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نفس یعنی جس نے اعمال (Karma) کیا صرف اس نفس کے واستے باقی دو روحوں کو بھی جسم میں رہنا ہوگا۔ اِسی فترت پر انسانی جسم کو تیار کیا گیا ہے۔ اگر اللہ انسان کی صورت میں زمین (اللہ کا نزول) پر آیا تو اس کے جسم میں بھی یہی تین روحوں کا طریقہ ہوگا۔ میں یعنی نفس کچھ بھی چاہ سکتا ہوں۔ اگر میں دنیوی تعلق کے چیزوں کو چاہا تو، اس معاملہ میں کوئی کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سب کچھ عمل کے حساب سے ملتا ہے۔ دنیوی چیزوں کی طلب کرنے پر یا پختہ ارادہ کرنے پر بھی وہ نہیں ملے گا۔ تو پھر جو نہیں ملنے والا ہے اسے پوچھے ہی کیوں؟ کیوں کہ یہ بات انسان نہیں جانتا ہے اس لئے وہ اِس امید سے ہی مانگ رہا ہے کہ جو بھی وہ مانگے گا وہ اس کو مل جائے گا۔ اب آپ ہم سے یہ پوچھ سکتے ہے کہ یہ سب جانتے ہوئے، پھر آپ نے کیوں دعا کیا؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہے کہ! میں نے روح سے جو مانگا وہ دنیا کے تعلق سے نہیں تھا۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ دنیاوی معاملوں میں مجھے کسی بھی طرح کا اختیار ہو، حق ہو نہیں ہے۔ لیکن ہر نفس کو اللہ کے معاملہ میں یعنی دین کے متعلق پوری آزادی دی گیی ہے۔ مانگ نے کا پورا حق دیا گیا ہے اور جو مانگا وہ پورا ہونے کا موقع بھی ہے یعنی وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ دینی معاملوں میں تمام مخلوق کو آزادی دی گیی ہے۔ لہذا، انسان دین سے متعلق چاہے کچھ بھی ہو اللہ سے مانگ سکتا ہے اور چاہے کتنا بھی مانگ سکتا ہے۔

سوال :تو کیا انسان اللہ سے اللہ کی اختیار (Allah ki Power) **کو مانگ سکتا ہے؟وہ تو دینی دعا ہی ہوانا! کیاایسی مانگ پوری ہوگی؟**

جواب:نہیں ! یہ مانگ پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ اصل میں یہ تو دینی دعا ہی نہیں ہے۔اللہ تو دنیا پر اپنا حکم چلاتا ہے،تو تم نے اشارتاً دنیا کی حکومت کو مانگا۔اسی لئے تمہاری دعا دنیاداری دعا، دنیاداری ارادہ ہوا۔اس وجہ سے وہ پورا نہیں ہوگا۔تم اللہ کی اختیار کو مانگتے بغیر خود اللہ کو مانگنا چاہئے۔اللہ کی نزدیکی یعنی اللہ کی قربت کو مانگنا چاہئے اور اللہ میں شامل ہونے کا ارادہ کرنا چاہئے لیکن سیدھے اللہ کی اختیار کو نہیں مانگنا چاہئے۔اگر ویسے مانگے تو وہ دنیاداری ارادہ ہو جائے گا۔اللہ نے اپنی قدرت کو دوسروں کے حوالے کر کے،دوسروں کی اختیار کواس نے لے لیا ہے۔اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اپنے اوپر اختیار کوانسانوں کے حوالے کر کے،انسانوں پر حکم چلانے کی اختیار کو اسنے لیا۔تو انسان یہ نہیں جانتے کہ انسانوں کی حکمرانی اللہ پر ہے۔لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کی حکمرانی انسانوں پر ہے۔اللہ پر اور اللہ کی علم پر انسان کو پوری طرح سے اختیار رہنے کے باوجود بھی ،انسان کو یہ بات نہ معلوم ہونے کی وجہ سے انسان اللہ پر اپنا حکم نہیں چلا پا رہا ہے۔تو اللہ پر حکم چلانے سے پہلے انسان کو اپنا پتا(Insaan Ka Address)معلوم ہونا ضروری ہے۔اللہ کا پتا(Allah ka Address)معلوم کرنے کے لئے اللہ کی علم کو جاننا ضروری ہے۔اور اللہ کی علم جاننے کے لئے اللہ کو جاننے کی عقیدت(shraddha) کی ضروری ہے یعنی اللہ سے محبت یا چاہت ہونا ضروری ہے۔اسی کو **'علم پر توجہ'** یا **'علم پر شردھا'** کہتے ہیں۔ علم پر جب شردھا ہوتا ہے تب علم معلوم ہوتا ہے۔علم کو معلوم کر لئے تو اللہ کا پتا(Address) یعنی اللہ کی وجود معلوم ہو جاتا ہے۔اگر اللہ کی وجود معلوم ہو گیا تو انسان اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔اللہ پر محبت یا شردھا تیرے پسند کے مطابق رہتا ہے۔ **علم پر شردھا ہر انسان کی پیدائشی حق ہے لیکن** انسان اپنے اِس حق کو ا

ستعمال نہیں کر رہا ہے۔

دنیوی چیزوں پر کسی بھی انسان کو آزادی نہیں ہے اور حق بھی نہیں ہے۔لیکن انسان اس آزادی کو نظر انداز کر رہا ہے جو اسے دیا گیا اور اس کو دی گیی حق کو چھوڑ کر اس حق اور آزادی کے پیچھے بھاگ رہا ہے جو اسے نہیں دیا گیا۔جو حق اور آزادی اس کو نہیں دیا گیا اس کے لئے چاہے کتنا بھی کوشش کیوں نہ کر لیں انسان کو کچھ فائدا نہیں ہوگا۔اس لئے میں،اللہ کو چاہتے ہوئے، اللہ کی علم کو حاصل کرنے کی ارادہ سے، اللہ سے اس طرح دعا مانگا تھا کہ اے اللہ! مجھے تیری علم خوب سمجھ میں آئے تا کہ جو علم مجھے معلوم ہوا، اسے دوسروں کو اور بھی خوب سمجھا سکوں۔ یہ ارادہ کسی بھی نظر سے دنیاداری کا نہیں ہے۔پس، میں میری دعا میں اس طرح مانگنا ہر قسم سے جائز ہے۔ میں نے جو بھی مانگا وہ میرا پیدائشی حق ہے۔وہ میرے عمل سے تعلق نہیں ہے اور دنیا سے تعلق نہیں رکھتا۔اسی لئے جو میں نے مانگا وہ مکمل طور پر پورا ہو رہا ہے۔میں نے اللہ سے علم مانگا تھا، اس لئے مجھے اللہ کا علم مل رہا ہے۔ جتنا کثرت سے اللہ کا علم مانگا اتنا ہی کثرت سے مجھے علم مل رہا ہے۔اور جتنا علم مجھے مل رہا ہے اتنا علم میں دوسروں کو دے رہا ہوں۔ چاہے میں دوسروں کو کتنا بھی دوں، میرے پاس وہ علم زرا بھی کم نہیں ہوا۔لہذا، میری دعا کے مطابق میری علم کی پیاس بجھ رہی ہے اور ویسا ہی دوسروں کی پیاس کو بھی بجھا رہی ہے۔

سوال: آپ تو ہندوں مذہب میں پیدا ہوئے اس لئے آپ کو تو اللہ ہندوؤں کا علم دینا چاہئے۔اگر آپ ہندوں کا علم معلوم کر لئے تو تب آپ ہندوں کو ہندو علم ہی کہہ سکتے ہے۔لیکن آپ تو تین مذاہوں کا علم بتا رہے ہیں۔آپ نے تو اللہ کا علم مانگا ہوگا مگر تین مذاہبوں کا اللہ کا علم نہیں مانگا ہوگا نا؟

جواب: تمام دنیا کے لئے ایک ہی مالک ہے۔اسی کو بعض لوگ 'پرماتما' کہتے ہیں تو بعض 'یہووا' کہتے

ہیں اور بعض 'اللہ' کہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر 'اللہ' کے نیت سے ہی کہہ رہے ہیں۔تو جب سے عیسائی مذہب آیا ہے تب سے یہ 'یہووا' کہلانیوالی بات نئے سے آیی ہے۔ ابتداء کائنات میں صرف تین عنوان (نام) رہتے تھے وہ یہ ہے کہ **'پرماتما** (Paramaatma) ،**سرشٹی کرتا**(shrishtikarta) **اور اللہ**(Allah)' ۔**سرشٹی کرتا** یعنی خالق: جس نے کائنات کی تخلیق کی، 'پرماتما: یعنی وہ طاقت جو آتما سے پرے ہے)۔اِن تین لفظوں کو اُن کے معنی کے تحت ، پُر معنی کے ساتھ وہ تلگو زبان میں کہنا ہوا جو ابتدا میں تھی ۔ کیسے بھی پکاریں، سلطنتِ کائنات کا بادشاہ تو ایک ہی ہے اور وہ ہی اللہ ہے۔ اللہ ایک مذہب (مت) سے تعلق رکھنے والا نہیں ہے۔ مذاہب (مت) تو حال ہی میں یعنی کل یوگ (Kal Yug) میں پیدا ہوئے تھے۔لیکن اللہ تو اپنی علم کو ابتدا میں ہی بتا دیا تھا۔اللہ نے ابتدا میں جو علم کہا وہی علم کو انسانوں نے مختلف اندازوں میں اور مختلف زبانوں میں کہتے ہوئے، آخر میں مختلف مذاہبوں جیسا بٹ کر، علم کو بھی باٹ لئے تھے۔اصل میں تو ایک ہی اللہ ہے اور ایک ہی علم ہے۔تو انسان اپنی نادانی کی وجہ سے یہ سمجھ رہا ہے کہ الگ الگ اللہ ہے اور علم بھی الگ الگ ہے۔اسی لئے وہ اس طرح کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارا علم اور یہ ہمارا اللہ ہے۔یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارا مت ہے۔ مجھے اللہ نے علم انسانوں کی نادانی کے مطابق ہو یا اِن بنی ہوئی مذاہبوں کے مطابق ہو نہیں پہنچایا۔ مجھے جو علم پہنچا وہ ایک ہی اللہ سے متعلق کا ہے۔ وہی علم سارے مذاہبوں میں رہنے سے میرے لئے تین مذاہبوں کا علم بہت آسان ہوا۔ وہ جس اللہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں میں بھی وہی اللہ کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ جو علم کو وہ لوگ بول لے رہے ہیں وہی میں بھی کہہ رہے ہیں ۔لیکن انہوں نے نادانی سے اللہ کی علم کو صحیح سے سمجھ نہیں پائے۔اسی لئے اللہ کی کتابوں میں جو جملے ہیں ان جملوں کا غلت مطلب بول لینا ،لکھ لینا ہو رہا ہے۔ مجھے اللہ اور اللہ کا علم معلوم ہونے سے کونسے مذہب والے کہا

ں پر غلت فہمی میں ہے یہ چیز اسانی سے معلوم ہورہا ہے۔ہم ان کے غلت فہموں کو صحیح کرتے ہوئے، باقی مذاہب والوں کو بھی بول رہے ہیں۔اس لئے تین مت کے علم کو، تین مت کے لوگوں کو کہنا میرے لئے بہت ہی آسان ہو گیا۔لیکن مجھے تو سارے مذاہب، ایک ہی اللہ، ایک ہی علم اور ایک ہی مذہب جیسا ہی دکھائی دے رہے ہیں۔ چاہے ان کے مذاہب انکو الگ دکھنے پر بھی، مجھے تو علم کے وجہ سے ایک جیسا ہی دکھ رہے ہیں۔ ہمارا مذہب، تمہارا مذہب، ہمارا اللہ، تمہارا اللہ کہنے والے لوگ آپس میں حسد کو بڑھا لیکر جب بھی موقع ملتا ہے تو ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا لے رہے ہیں۔آج دنیا میں جو بھی مذہبی فساد ہورہے ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے سب لوگ یہ جاننا ضروری ہے کہ **''سب کا علم ایک ہی ہے اور سب کا اللہ ایک ہی ہے''**۔ ایسا بتانا ہی میرا فرض ہونے سے آپ جیسے لوگوں کو میں تین مذاہبوں کا علم بتانے والے جیسا دکھ رہا ہوں۔ دراصل میں ایک ہی قسم کا علم کو، ایک ہی مذہب کا علم کو ،اور ایک ہی اللہ کا علم کو میں کہہ رہا ہوں۔

سوال: آپ نے کہا کہ ''میں اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں کہ اللہ مجھے اس کی علم عطا فرمائے''۔آپ ہماری طرح دنیوی خواہشات کو مانگے بغیر صرف اللہ کو ہی چاہا تھا۔مثلاً عیسائیوں کی دعا اور مسلمانوں کی دعا میں بہت فرق دکھ رہا ہے۔عیسائیوں کی دعا میں زیادہ تر خواہشات نظر آتے ہیں۔انکا یہ یقین ہے کہ اگر ان کے خواہشوں کو اللہ سے کہیں تو وہ ان کے چاہتوں کو پورا کرے گا۔اسی لئے وہ لوگ بیٹی کی شادی سے لیکر بیٹے کی نوکری تک، کھانے سے لیکر کرنے کی نوکری تک، نمک سے لیکر دال تک وغیرہ خواہشات کو کہہ کر آخر میں 'آمین' کہتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ آمین کا مطلب 'میری دعا کو قبول فرما'۔تو بعض دعا کے بعد 'تتھاستو' (Tathastu) کہتے ہیں، 'تتھاستو کا مطلب یہ ہے کہ 'ایسا ہی ہو' ۔چاہے کوئی بھی کچھ بھی مطلب کہیں 'آمین' لفظ کو تو عیسائیاں اور مسلمان دعا کے بعد کہتے ہیں۔اب

خاص کر میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مسلمان تو دنیوی خواہشات مانگے بغیر دعا کر رہے ہیں۔ ان کی دعا میں اللہ کی حمد بیان کرنا یا اللہ کی تعریف کرنے کے سوا خواہشات نہیں ہوتے۔جیسے آپنے کہا کہ اصلی دعا تو وہ ہوتی ہے جس میں دنیا کی طلب نہیں کی جاتی ہے۔اس کے مطابق مجھے لگتا ہے کہ کہ آپ جو دعا کر رہے ہیں مسلمان بھی اسی طرح کا دعا کر رہے ہیں۔تو جب مسلمان صحیح دعا مانگ رہے ہیں اور جب ان کی دعا میں دنیا کی طلب نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مسلمانوں کو اپنا علم عطا فرمایا ہوگا!اوراس حساب سے مجھے لگتا ہے کہ مسلمان باقی مذاہبوں سے اچھے راہ میں ہیں!اوراللہ نے ان کو اپنی علم عطا فرمایا،اگر اس معاملہ میں تین مذاہبوں کو غور کریں تو مجھے یہ لگ رہا ہے کہ مسلمان آپ کے خیالوں سے نزدیک ہیں۔میرے اس رائے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: میں نے اللہ کی علم پر اختیار کو مانگنے کے لئے کہا تھا۔لیکن اللہ کی تعریف بیان کرنے کے لئے نہیں کہا۔ یہ فرمایا تھا کہ دعا میں دنیوی خواہشات نہ مانگے ۔یہی نہیں بلکہ اللہ کو جاننے کے لئے اللہ کی علم کی طلب کرنے کے لئے کہا تھا لیکن میں نے کہیں پہ بھی نہیں کہا کہ اللہ کی تعریف بیان کرو ۔اللہ تعریفوں سے حاصل ہونے والا نہیں ہے۔یہی نہیں تعریف اللہ کو پسند نہیں ہے اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ کو پانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ ہے اس کا علم کو حاصل کرنا۔تعریف کرنا تو دنیوی خواہشات نہیں ہے پھر بھی وہ دعا بھی نہیں کہلاتی ہے۔ دعا کا خاص مطلب مانگنا یا طلب کرنا ہوتا ہے۔ جب کوئی آپ سے اس طرح کہتا ہے کہ' مجھے کھانے کے لئے روٹی دو (بھکشاں دیہی (Bikshandehi)' تو وہ مانگے جیسا ہوتا ہے لیکن مانگنے والا تعریف کریں تو وہ بڑھائی کئے جیسا ہوگا۔اللہ کو تعریفیں پسند نہیں ہے۔اگر کوئی تعریف کر رہا ہے مطلب جو بات (قابلیت) اس میں پہلے سے موجود ہے اسی کو وہ دہرا رہا ہے لیکن اس سے اللہ کو کچھ فائیدہ نہیں ہے اور انسان کو بھی کچھ فائیدہ نہیں ہے۔جس طرح فقیر اپنے

لئے روٹی منگتا ہے اسی طرح بندہ اپنے لئے جو علم ضروری ہے اسے مانگنا چاہئے۔ اگر مانگنے والا تعریف کرر ہا تو دینے والا سمجھ جائے گا کہ وہ اس کو بہلا کے، اپنے خزانے کو لوٹنا چار رہا ہے، ایسا سمجھ کر وہ اسکی باتوں میں نہیں آئے گا۔ اسی طرح اللہ بھی انسانوں کی تعریف سے نہیں بہلے گا۔ بعض لوگوں کو تعریف بلکل پسند نہیں آتی ہے، ایسا ہی اللہ کو بھی تعریف پسند نہیں ہے۔

دعا کے معاملے میں عیسائیاں ان چیزوں کو مانگ رہے ہیں جو اللہ کے پاس نہیں ہے تو مسلمان جوان کو ضرورت ہے اس کو مانگے بغیر تعریف کرر ہے ہیں اور جو دعا ہی نہیں ہے اسے دعا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو جو مانگنے کے لئے کہا اسے مسلمان دعا میں نہیں مانگنے اس لئے **مانگے بغیر اللہ بھی نہیں دے گا۔** دعا مانگنے کو تیلگو (Telugu) میں پرارتھنا کہتے ہیں۔ اگر ہم پرارتھنا (Prarthana) کی معنی دیکھے تو اس طرح ہے کہ پرا (Pra یعنی خاص یا اہم) + ارتھن (arthan یعنی مانگ) = پرارتھن ہوگا۔ **'ارتھنا کرنا یا مانگنا'** سے **ارتھن یا مانگ** لفظ پیدا ہوا۔ ارتھن کا مطلب مانگنا ہے۔ 'پرا' کا معنی خاص ہے۔ 'پرارتھنا یا دعا' کا مطلب خاص مانگ یا خاص چیز کو مانگنا یا سب سے بڑھی چیز کو مانگنا ہوتا ہے۔ تو دعا مانگنا یا پرارتھنا کا اصل معنی یہ ہے کہ خاص چیز کو مانگنا۔ عیسائیاں تو اللہ سے مانگ رہے ہیں لیکن اللہ وہ نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ اللہ کے پاس نہیں ہے یا ویسے چیزیں اللہ نہیں دے سکتا کیوں کہ اللہ صرف علم ہے وہ علم ہی دے سکتا ہے۔ مسلمان بھی اللہ سے مانگ رہے ہیں سمجھ کر، جو چیز کو مانگنا چاہئے اس کو مانگے بغیر غیر متعلق باتیں کہیں جیسا ہوا۔ اسی لئے وہ جو اللہ سے چاہ رہے ہیں ان کو نہیں مل رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ پچھلے ایک کمزور دماغ والا چینٹیوں (Ants) کے واستے آسمان میں ڈھونڑھا۔ اگر چینٹیاں چاہئے تو زمین پر ان کا تلاش کرنا چاہئے لیکن آسمان میں تلاش کرنے سے وہ کبھی بھی نہیں

ملیں گے۔اسی طرح عیسائیوں کواللہ کی قربت نہیں مل رہی ہے۔وہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ کی بادشاہیت کیا چیز ہے؟۔ایسا ہی مفت کی چھانچھ کے لئے کسان کے گھر گیا ہوا نوکر اپنے لوٹے کو چھپا کر، کسان کو دیکھ کر اس کی تعریف کرنا شروع کیا کہ اے مالک!اِس گاؤں میں آپ کے پاس جتنے گائے ہیں اُتنے کسی کے پاس بھی نہیں ہیں، آپ جیسا مال والا کوئی بھی نہیں ہے، جتنا زمین آپ کو ہے اتنا کسی اور کو نہیں ہے، جتنا فصل آپ پکاتے ہو اتنا فصل کوئی نہیں پکا سکتا۔آپ سے بڑا کسان کوئی نہیں ہے۔نوکر نے جو تعریف بیان کیا وہ سب سننے کے بعد کسان نے اس کو پچیس یا پچاس روپیہ دیکر بھیج دیا کیوں کہ نوکر نے اس کو مفت میں تعریف کی اور کسان کو مفت میں تعریف کروالینا بلکل پسند نہیں ۔اصل میں کسان کے پاس کام کرنے والے نوکر کو چھانچ چاہئے تھا لیکن اسکو پچیس یا پچاس روپیہ اور ایک جھاڑو ملا تھا۔اس کو جو چیز کی ضرورت تھی وہ نہیں ملی لیکن اس کے بدلے میں غیر ضروری چیزیں حاصل ہوئے۔اسی طرح مسلمانوں کو جو ضرورت ہے وہ اللہ کی قربت کو چھوڑ کر جنت کو پا رہے ہیں۔جیسے آخری اللہ کی کتاب میں کہا گیا ویسے ہی دعا سے وہ جنت پا رہے ہیں۔

اس طرح عیسائیاں اور مسلمان اپنے بڑوں کی (بڑے یعنی استاد، علماء، باپ، دادا) تعلیم سے گمراہ ہو کر یہ نہیں جان پائے کہ اپنے اللہ کے کتابوں میں کیا ہے اور اللہ نے ان کتابوں میں کیا فرمایا۔اس طرح اصلی دعا کو چھوڑ کر صرف نام کی دعا کر رہے ہیں۔عیسائیاں اور مسلمان یہ مانتے ہیں کہ 'ایک اللہ' ہے۔ان کے استاد گرنتھ (کتاب) کے جملوں کا صحیح مطلب نہیں بتائے لیکن یہ سکھا کر بہت اچھا کام کیا کہ 'اللہ ایک ہی ہے ،اور ایک اللہ کی ہی عبادت کرنی چاہئے ،شرک نہیں کرنا چاہئے''۔ہندوؤں کے بڑے (یعنی سوامیا، گروؤں، پنڈت) عام ہندوؤں کو اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا کی علم کو غلت سمجھا کر اللہ کے راستہ سے گمراہ کئے تھے۔یہ تو تمام مذاہب میں عام ہونے پر بھی

،صرف ہندوؤں میں انکے بڑوں نے ان کو ایک اللہ کے بارے میں بتائے بنا وہ بہت سی دیوں کی ،اور دیوتاؤں کی (جنات کی) عبادت کرتے ہوئے ، باقی عام ہندوؤں کو بھی دیوتاؤں کی عبادت کرنا سکھائے تھے۔اسی وجہ سے ہندو مذہب میں شرک عام ہو گیا۔اور وہ خود کہہ رہے ہیں کہ اس طرح عبادت کرنا ہی ہندومت(Hinduism) ہے۔بھگوت گیتا نے جو عمل (کام) منا کئے وہی کام ہندوں مذہب کے بڑے لوگ سوامیاں اور گرو اور سنیاس تعلیم دینے سے عام ہندو بھگوت گیتا کی اصلی مطلب کو چھوڑ کر بھگوت گیتا کو دیکھے بغیر صرف ان کی بڑوں کی باتیں یقین کر کے گمراہ ہو کر شرک کرتے ہوئے یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم صحیح راہ میں ہی ہیں۔اس طرح تین مذاہب کے لوگ اپنے بڑوں کی تعلیم سے تھوڑا راہ ہدایت سے ہٹ کر چل رہے ہیں۔

سوال: آپ نے کہا کہ تیں مذاہب والے اپنے اپنے کتابوں کے یعنی اللہ کے کتابیں بھگوت گیتا ،بائبل اور قرآن کے جملوں کی مطلب کو ٹھیک سے جان نہیں پائے۔آپ کی اس بات کو میں نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمارے بڑوں کی باتوں کو ہم سچ مانتے ہے اور شروعات سے جو آداب (رواج) ہے اس کے مطابق ہم ہماری قرآن کی آیتوں کی صحیح مطلب جاننے کے لئے ہمارے بڑوں کی بات کو ذیادہ اہمیت دیتے ہیں کیونکہ وہ قرآن کی آیتوں کی بہت جانچ کرنے کے بعد ہی ان کا مطلب ہمیں سمجھاتے ہیں۔جب ہمارے بڑے ہم کو صحیح علم سمجھا رہے ہیں تو ہم کیوں ان کی بات کو نہ سنیں؟ ان کے اس جواب پر آپ کیا کہیں گے؟

جواب: اس طرح وہ اپنے بڑوں کی بات ہی سنیں گے کہنے میں ان کی کوئی غلتی نہیں ہے لیکن ان کو یہ سوچنا ہوگا کہ کیا ان کے بڑوں کی باتوں میں سچائی ہے یا نہیں! اگر بنا سوچے، سمجھے ان کی باتوں کو یقین کریں تو وہ غلت ہوگا۔انکے بڑے ان کو جو جملے سمجھا رہے ہیں اگر وہ صحیح مطلب سے یعنی اللہ نے جو

مقصد سے وہ فرمایا اگر اس مطلب کے برابر ہوتو کوئی بات نہیں لیکن اگر غلت مطلب نکلا تو یعنی کتاب میں اللہ نے ایک فرمایا تو انسان نے اسکو اور اِک سمجھ لیا یا غلت سمجھا۔تو اس لئے چاہے کوئی بھی مذہب میں ہو(ہندوں،عسائی،مسلم)ان کے مذہب کے بڑے لوگ(علما ہو،سوامیاں ہو،فادر ہو)ان کے باتوں میں کتنی سچائی ہے یہ سوچنا بہت ضروری ہے۔اسی چیز کے بارے میں اللہ نے قرآن میں سورح ٦ کی آیت ٩١ میں فرماتا ہے کہ!

"(٦-٩١) : اللہ نے کسی انسان پر کوئی علمی چیز نازل نہیں کیا کہہ کر جب کہا تھا تو ان لوگوں نے (جو ایمان نہیں رکھتے) اللہ کو جس طرح سمجھنا چاہئے تھا ویسا نہیں سمجھا (یعنی اللہ نے جو مقصد یا ارادہ سے فرمایا وہ مقصد کو لوگ نہیں سمجھ پائے)۔ان سے پوچھو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا؟ وہ کتاب ایک نور تھی انسانوں کے لئے ہدایت تھی اور اسے تم علیحدہ علیحدہ اوراق (الگ الگ کتابوں) کی طرح تقسیم کر کے دکھا رہے ہو۔ان کے کچھ حصے کو ظاہر کرتے ہو اور کئی چیزیں چھپاتے ہو۔(اس کے ذریعے) تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جنکو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔کہہ دو اس کتاب (تورات) کو اللہ ہی نے نازل کیا تھا۔پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودا بکواس میں کھیلتے رہیں۔ اس آیت میں خاص کر یہ رہنا غور کر سکتے ہیں کہ "وہ باتیں جو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے بڑے" اس کے مطابق جنہیں ہم بڑے جاننے والے یا علم والے سمجھ رہے ہیں انہیں بھی وہ باتیں نہیں معلوم۔اور خود اللہ نے کہا کہ جس طرح تم گرنتھ کے باتوں کو نہیں جانتے اسی طرح تمہارے بڑے بھی نہیں جانتے ہے۔اسی لئے اللہ کی کتابوں کو آپ خود پڑھ کر اس کو اچھے سے سمجھنا چاہئے۔ آپ سمجھنے کے بعد جب دوسرے بڑے جو کہہ رہے ہیں ان کی باتوں کو خوب جانچ کر تب فیصلہ لیجئے کہ ان باتوں میں حق ہے تو یقین کیجئے۔اگر ان کی باتوں میں حق نہیں ہے تو،ان باتوں کو چھوڑ دینا

چاہئے، چاہے وہ آپکے بڑے کہیں یا استاد کہیں چھوڑنا ہی پڑے گا۔ اگر دنیوی معاملوں میں بڑوں کی بات سنیں تو چلے گا لیکن اللہ نے خود ایک جگہ (درمیانی) دوسری اللہ کی کتاب میں کہا تھا کہ وہ علم جو اللہ کی کتابوں میں کہا گیا اگر تم اس علم کو جاننے کی توجہ (shraddha) رکھتے ہو تو تمہیں براہ راست (directly) علم ملے گا۔ اللہ کے یوحنا خوشخبری باب ٦ جملہ ٣٢ میں ایسا کہا تھا کہ

"(یوحنّا ٦:٣٢): میں سچ کہتا ہوں کہ وہ روٹی (رزق) جو آسمان سے آ رہی ہے اسے موسیٰ نے نہیں بلکہ میرے باپ ہی آسمان سے آنے والی صحیح رزق (روٹی) کو بخش رہا ہے۔ اس جملہ میں صاف کہا گیا کہ روح خود لوگوں کو اللہ کی علم دے رہی ہیں۔ اِس سے معلوم ہو رہا کہ جو اللہ کی علم جاننے کی توجہ رکھتا ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو اس کو اس کی جسم کے اندر جو روح ہے وہی اسے علم دے سکتی ہے۔ آسمان سے آنے والی روٹی (رزق) سے مراد آخرت کا علم یا آخرت کو پانے (نجات پانے کا) کے لئے جو اللہ کی علم ضروری ہے وہ علم ہے۔ اللہ کی علم پانے کے لئے شردھا اور بھکتی کی ضرورت ہے۔ جسے شردھا اور بھکتی نہیں ہے اسے اللہ کی علم معلوم نہیں ہوگی۔

سوال: اللہ کے کتابوں میں جو باتیں ہیں وہ سمجھنے کی صلاحیت ہمیں نہیں ہیں۔ اِس سے پہلے ہم نے کئی بار اللہ کی کتاب پڑھنے کے باوجود بھی بہت سارے باتیں جو ہمیں سمجھ میں نہیں آئے، آپ نے ان چیزوں کو تفصیل سے بیان کرنے سے ہم سمجھ پائے۔ ہم آپ ہی کو ہمارے استاد مانتے ہیں کیونکہ آپ کے ذریعے ہی ہم کو تمام چیزیں معلوم ہو رہے ہیں۔ اس وقت جب آپ نہیں رہیں گے مطلب آنے والی مستقبل میں بھی آپ کے ہاتھ لکھی گئی کتابوں کو پڑھ کر علم حاصل کرنے کے لئے موقع ہے۔ یہ دلیل کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ اس دنیا میں آج صرف آپ ہی کے ذریعے اور بعد میں آپ کے کتابوں کے ذریعہ ہی علم معلوم ہوگا اور جو علم کو آپ بتا رہے ہیں وہ علم کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ تو ایسی

صورت میں ہم لوگ کہیں گے کہ ہم نے ہمارے بڑے یعنی آپ، آپ سے ہی علم پائے۔لیکن اللہ نے کہا کہ ''آپ کے بڑوں سے آپ کو علم نہیں ملے گا میں خود آپ کو علم دونگا''۔ ہم تو خود آپ سے علم حاصل کیئے تو اب ہم یہ شک میں گر پڑے کہ کیا ہم اللہ کی دوسری کتاب کا جملہ جو اوپر کہا گیا اس کو یقین کریں یا نہیں! اللہ کی بات تو علمی طریقے سے ہوتی ہے۔اس لئے وہ سو فیصد حق ہی ہے۔ایسا ہی یہ بات بھی سچ ہے کہ آپ سے ہی ہم نے علم سیکھا۔اور آپ کا علم روشن دلیل کے ساتھ رہتا ہے اس لئے وہ بھی سچ ہی ہے۔اس لئے اِدھر آپ کی تعلیم کو بھی نہ کہہ نہیں سکتے۔اُدھر اللہ کی بات کو بھی منا نہیں کر سکتے۔تو ہمارے اندر بھری ہوئی شک وشبہ کو دور کرنے کی قابلیت صرف آپ ایک کو ہی ہے اسی لئے آپ سے ادب کے ساتھ عرض کر رہے ہیں کہ آپ ہی بتائیے کہ کیا ہم اللہ کی کتاب میں اللہ نے جو کہا اس کو یقین کریں یا نہیں۔اس بات کو پوچھنے کی اور ایک بھی خاص وجہ ہے وہ یہ کہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کے کتاب میں بھی تھوڑی آلودگی (Pollution) آنے سے اس میں انسانوں کے باتیں بھی ملے ہوئے ہیں، اس لئے کیا اوپر کے جملہ کو اللہ نے ہی کہا؟ اس شک کو بھی ظاہر کرتے ہوئے پوچھ رہے ہیں۔ عرض کرتے ہے کہ مہربانی کر کے اس کا جواب تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: دوسری اللہ کی کتاب کی یوحنّا (۳۲:٦) کا یہ جملہ انسانوں نے بنا کے یعنی اپنی خیال سے نہیں لکھا۔ یہ بات تو اللہ کی حکم ہی ہے۔اسلئے سب لوگوں کو اس بات پرغور کرنا ہی ہوگا۔جو بھی اللہ (روح) کہتا ہے وہ سچ ہی ہوتا ہے۔اس لئے دنیا میں بڑوں کو معلوم ہے سمجھ کر، اگر ان کی بات سنیں گے تو دوسروں کی باتوں سے تمہیں اللہ کی علم نہیں ملے گی۔'صرف مجھ سے ہی علم ملے گا'، اللہ نے کہی ہوئی یہ بات ہمیشہ سچ ہی ہے۔حقیقت میں اللہ کی کتابوں میں جو اللہ کے جملے ہیں وہ بڑے کہلانے والے استادوں کو چاہے وہ کوئی بھی مذہب میں ہو، صحیح سے سمجھ میں نہیں آئے۔روح نے جملہ کے شکل میں جو

بھی کہا وہ سچ ہی ہے کیونکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ علم نہیں جانتے، پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم کو سب معلوم ہے۔اس طرح کہنے والے لوگ ہونے کے وجہ سے روح نے کہا کہ ان کی باتوں سے آخرت کی روٹی (یعنی اللہ کی علم) حاصل نہیں ہوگی۔لیکن اللہ کے فضل سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے علم کو صحیح سے سمجھ کر لئے۔جن لوگوں کو اللہ کا علم سمجھ میں آیا وہ نہایت ہی کم تعلیمات دیا کرتے ہیں۔ویسے لوگ جو بھی علم کہتے ہیں وہ پورا علم سچا اور دلیل کے ساتھ ہوتا ہیں۔مکمل علم جاننے والے نہایت ہی کم رہتے ہیں اور وہ rarely استاد ہوکر رہتے ہیں۔

اب آپ نے مجھ کو حق کہنے والا استاد مان کر یہ پوچھا کہ 'جو علم آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہی ہے نا! اور علمی طریقے سے ہی یعنی روشن دلیل کے ساتھ ہی آپ علم بتا رہے ہیں ہے نا!۔اس کو میں قبول کرتا ہوں ''ہاں! میرے تعلیمات سچ ہی ہے اور روشن دلیل کے ساتھ ہی ہے''۔جیسے آپ نے کہا ویسے چاہے میں کتنا بھی بڑا علم والا (عالم) ہوں اور دنیا کے تمام لوگ سب میری بات کو ہی سچ مان کر میرے پاس آنے پر بھی، اور یہی ہمارے استاد ہے کہہ کر آپ میرے بارے میں کتنا بھی بولیں، اللہ کی کتاب میں اللہ کی بات کے مطابق آخرت سے آنے والی روٹی یعنی اللہ کا علم مجھ سے نہیں ملے گا۔جملے کے مطابق اللہ کی علم روح سے ہی ملے گا۔اس بات کو گہرائی سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔وہ ایسا ہے کہ!

ہر انسان کے جسم میں علم کو جاننے کی ضرورت نفس کو ہے۔اسی طرح ہر جسم میں بھی نفس کو سارے چیزیں بتانے والا روح ہی ہیں۔اسی لئے یہ کہہ سکتے ہے کہ علم کو بتانے والا روح ہی ہے۔جسم میں نفس جاننے والا ہے تو، روح بتانے والا ہے اور اللہ (پرماتما) گواہی طرح دیکھ رہا ہے۔یہ بات کا ذکر پہلے بھی کیا تھا کہ یہی بات آخری کتاب الٰہی میں سورح ۵۰ آیت ۲۱ میں ہے۔یہی بات یعنی تین روحوں کی بات باقی دو اللہ کی کتابوں میں بھی ہیں۔جسم میں نفس کو خود اختیار نہیں ہے۔اس لئے

سارے کام روح سے ہی ہونا چاہئے ۔اوراللہ (پرماتما) جو تیسرا پُرُش(Purush) ہے وہ کچھ بھی نہیں کرتے ہوئے ، سب کچھ دیکھتا رہتا ہے ۔جسم میں جو چیزیں کانوں کے ذریعے ،آنکھوں کے ذریعے اورسارے پانچ گیان اندری(Five senses) کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں ان سب چیزوں کو **عقل** کو سمجھ میں آئے جیسا روح ہی کررہی ہیں ۔

اب اصل بات پر آئے تو ، میں صحیح علم آپ کو بتانے پر بھی ،تمہارے جسم میں جو روح ہے وہی آنکھ اور کان کے ذریعے میں نے جو علم کہا وہ علم کو اندر بھیج کر اندر کی عقل کو پہنچارہی ہے ۔ چاہے باہر کتنا بھی بڑا سچ کیوں نہ کہیں وہ اندر عقل کو سمجھنا ہوگا ۔جسم میں عقل کو طاقت دیکر بات کو سمجھ میں آئے جیسا روح ہی کررہی ہے ۔جتنی طاقت روح عقل کو دیتی ہے اتنی ہی گہرائی سے عقل وہ بات کو سمجھ پائے گی ۔اسی لئے روح جتنا طاقت عقل کو دیتی ہے اسی کے مطابق کوئی بھی شخص کسی بھی طرح کا علم کو سمجھ پا رہا ہے ۔اس کے مطابق آپ کو اللہ کی علم دینے والا روح ہی ہے ، یہ بات معلوم ہونے کے لئے ہی دوسری کتاب الٰہی میں کہا گیا کہ **’آپ کا باپ ہی آسمان سے آرہی روٹی کو دے رہا ہے‘**

دھرم شاستر کی علم کو یعنی آسمانی روٹی کہلانے والی علم کو موشیٰ (Moshe) بتانے پر بھی عقل اس کو براہ راست نہیں سمجھ سکتی ۔اس لئے کہا کہ **” آسمان سے آنے والی روٹی کو موشیٰ نے آپ کو نہیں دیا ۔تمہارا باپ ہی تمہیں آسمان سے آنے والی روٹی کو پہنچایا ہے“** ۔ ہر انسان کا باپ روح ہی ہے اور دادا اللہ ہے ۔نفس کا باپ روح اور روح کا باپ اللہ ہے ۔اس لئے یہی بات کو سمجھنے کے لئے دوسری کتابِ الٰہی میں اس طرح کہا کہ **(یوحنّا ۱۴: ۲۰) ”اس دن تم جان لوگے کہ میں اپنے باپ میں ہوں اور تم مجھ میں ہو اور میں تم میں“** ۔اگر اس جملے کی مطلب کو زرا غور سے دیکھیں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نفس (جیواتما) کا باپ روح (آتما) ہے اور روح کا باپ اللہ (پرماتما) ہے ۔اور یہ

بھی معلوم ہو رہا کہ روح ،اللہ دونوں مل کر ہے اور نفس،روح دونوں مل کر ہے۔نفس اور اللہ کے درمیان میں دونوں کو ملانے والے جیسا روح ہے۔ہر نفس صرف روح کے ذریعے ہی اللہ تک پہنچ سکتی ہے۔اسی لئے ایک موقع پر روح نے کہا تھا کہ **'میں ہی راہ ہوں'**

اللہ زمیں پر پھیلی ہوئی بے دینی (ادھرموں) کو ختم کر کے،اس کی دین کو قائم کرنے کے لئے خود شکل بدل کر زمین پر عام انسان کی صورت میں آکر،اپنے دین (دھرموں کو) کو اپنی علم کے ذریعے بتائے گا۔ جب اس طرح انسان کی صورت میں آکر وہ جو تعلیم دیتا ہے،وہ علم مکمل علم ہوتا ہے۔اللہ کی کتابوں میں علم ہونے کے باوجود بھی خدا کی صورت میں آیا ہوا اللہ جب تک اللہ کے کتابوں میں جو باتیں سمجھ میں نہیں آئے وہ آسانی سے واضح طور پر اس کا وضاحت کرے گا۔ویسے بتاتے وقت بہت سے لوگ خدا کے ذریعے علم کو جاننے پر بھی ،بعض بڑے لوگ جو پہلے سے ہی مرشد بنکر تھے،وہ خدا کے کلام کو دیکھ کر حسد سے،فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں ہیں۔اگر ظاہر سے نہ کہنے پر بھی ان کے دلوں میں یہی مطلب ہوتا ہے۔جب کئی چیزیں جو آپ کو اور آپ کے بڑوں (مرشدوں) کو بھی نہیں معلوم،وہ چیزیں خدا بتائے گا۔جب تک اللہ کے کتابوں میں بڑوں سے یعنی مرشدوں سے چھپائی گئی کئی چیزوں کو خدا ظاہر کرے گا۔اس طرح اللہ کی کتابوں کی تمام علمی رازوں کو خدا کی صورت میں آیا ہوا اللہ کہنے سے،زمین پر مکمل علم معلوم ہوگا۔اس طرح معلوم ہونے کی باوجود بھی بعض اپنی بے کار سوالوں کا جواب نہیں ہے کہتے ہوئے علم بولنے والے خدا کو ہی غلت پکڑتے ہیں۔

فرض کریں کہ خدا نے کہا کہ پہلی اللہ کی کتاب بن کر تقریباً پانچ ہزار سال (۵۰۰۰) ہوا۔ اس بات کو لیکر بڑے لوگ جو حسد کرتے ہیں وہ اس طرح کہتے ہیں کہ انہوں نے جو کہا وہ ٹھیک نہیں

ہے،اوّل اللہ کی کتاب بن کر ۵۱۶۰ سال ہوئے تھے، یہ بات کو اس سے پہلے انہوں نے خود کہا تھا کہ ۵۱۶۰ سال ہوئے،اور اب ۵۰۰۰ سال کہہ رہے ہیں۔تو ہم کونسی بات کو یقین کریں؟۔اس طرح غلتی بتا کر کہتے ہیں کہ ہم ان کی علم کو کیسے یقین کریں؟۔آخری اللہ کی کتاب میں 6:91 آیت میں آخر میں ایک بات کہا،وہ یہ کہ ''**انکو ان کے بے کار چیزوں میں کھیلنے دو**''۔یہاں پر بے کار چیزیں مطلب (اس طرح کے سوالات ہے جیسا کہ)اوّل کتابِ الٰہی بھگوت گیتا کب تیار ہوئی؟ یہ بے کار بات ہے۔اُس کتاب میں کیا علم بتایا گیا اور اس علم کے بارے میں بات کرنا فائدہ مند بات ہوگی لیکن بے کار باتوں کو بنیاد بَنا کر خدا کو ہی غلت پکڑنے سے،ان کا مقصد صاف ظاہر ہو رہا کہ وہ اپنے آپ کو خدا سے بھی زیادہ عظیم کہلوانا چاہتے ہیں۔کتابوں میں جو علم موجود ہے وہ علم انسان کو ضروری ہے لیکن کتاب کب بنی اور کتاب کی پیدائش سے انسان کو کچھ فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔لہذا،بعض لوگ فضول باتوں میں اپنا وقت برباد کرتے ہوئے،جن باتوں کو اہمیت دینا ہے ان کو فضول سمجھتے ہیں اور فضول باتوں کو اہمیت دیتے ہیں۔اس طرح کے لوگوں کو خود اللہ آسمان سے اتر کر آ کے بولیں،تو بھی وہ اصلی علم کی باتوں کو دیکھے بغیر کام نہ آنے والے بے کار باتوں کو پکڑ کر سوال کرتے رہتے ہیں۔پس ایسے لوگوں کے بارے میں ۶:۹۱ آیت میں اللہ نے فرمایا کہ ''**انکو ان کے بے کار چیزوں میں کھیلنے دو**'' ۔اس بات کے مطابق ویسے شخص کو علم کبھی بھی معلوم نہیں ہوگا۔جیسا اللہ نے کہا تھا ویسا اس کی پیدائش بے کار ہوگئی۔اس لئے بعض جو اپنے آپ کو بڑے عالم سمجھتے ہیں ان سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم ان علمی باتوں کو اہمیت دو جو تمہیں اور تمہاری پیدائش کو ضروری ہے،ان باتوں کو پکڑ کر مت بیٹھو جو تمہاری پیدائش اور اعمال سے تعلق نہیں رکھتے۔

سوال: بھگوت گیتا جو اوّل کتابِ الٰہی ہے،اسے کرشن نے ارجن سے کہا تھا۔ویاس اس بات کو ارجن

کے ذریعے جان کروہ علم کو کتاب جیسا لکھا تھا۔آپ نے ایک کتاب میں یہ کہا کہ کرشن جنگ کے میدان میں،موقع دیکھ کر، چند ہی منٹوں میں بھگوت گیتا کو کہا تھا اور بھگوت گیتا کو ارجن کو بولتے وقت انکی عمر ۹۰ برس تھی۔اس کے دوسال بعد وہ کتاب کی صورت میں لکھی گئی۔پھر لکھی گئی کتاب باہر لوگوں کو معلوم ہونے کے لئے تقریباً چار سال لگا۔اور کرشن ۹٦ کی عمر میں بھگوت گیتا کی کلام کی تھی۔بعد میں اور یک کتاب میں آپ نے فرمایا کہ ۹۰ سال کی عمر میں کرشن نے بھگوت گیتا کی کلام کی تھی۔دونوں کتابوں میں چھ سال کا فرق آیا ہے، اس بات کو لیکر بعض نے پوچھا کہ آپ کی بات کو ہم کیسے یقین کریں، یہ بے کار سوال جس میں کچھ بھی علم نہیں ہے اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ ۹۰ سال کی عمر میں ہی کرشن نے بھگوت گیتا کی کلام کی لیکن ۹٦ سال میں لوگوں کو بھگوت گیتا معلوم ہوا۔اس لئے جب سے وہ (وگوں کو) ظاہر ہوئی اس وقت کے مطابق ہم نے لکھا تھا کہ ۹٦ سال کو کرشن نے بھگوت گیتا کی کلام کی تھی۔اس طرح آپنے اس کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ اس طرح کے سوالات تو بے کار چیزیں ہیں کیونکہ بھگوت گیتا کی علم اہم ہے لیکن بھگوت گیتا کونسے وقت میں، کونسے سال میں اور کونسے مہینہ میں بنی یہ چیز اہم نہیں ہے۔اسی لئے آپنے یہ بھی کہا کہ آخری کتابِ الٰہی ٦:۹۱ میں بے کار باتوں میں کھیلنے والوں کے بارے میں اور غیر ضروری چیزوں کو اہمیت دینے والوں کے بارے میں کہا گیا۔

اب بعض کہتے ہیں کہ کرشن نے بھگوت گیتا کو نہیں کہا۔اصل کرشن کو علم ہی نہیں معلوم ہے ۔کرشن عقل منداور مال والا ہونے سے، ویاس کو پیسے دے کر اس نے بھگوت گیتا کا کلام کئے جیسا لکھوا لیا۔بعض لوگ اس طرح بھی الزام لگا رہے ہیں کہ ویاس نے خود بھگوت گیتا کو لکھ کر، پیسوں کے واسطے ارجن کو آڑھے رکھ کے علان کیا کہ کرشن نے ارجن کو بھگوت گیتا کہا تھا۔اصل میں کرشن نے جو ارجن

سے کہا وہ کسی نے سنا نہیں اور کسی نے دیکھا بھی نہیں۔ اور ارجن نے ویاس کے پاس جا کر کہا کہ کرشن نے مجھ کو اس طرح بتایا تھا، یہ بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ جب کرشن ارجن سے کہہ رہا تھا، اس بات کی کوئی گواہ نہیں اور جب ارجن، ویاس سے کہہ رہا تھا، اس بات کی بھی کوئی گواہ نہیں ہے۔ تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ کرشن نے ہی بھگوت گیتا کا کلام کیا تھا۔ اتنا ہی نہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ کرشن کی پوری زندگی میں ایسا کہیں بھی نظر نہیں آتا کہ کرشن نے بھگوت گیتا کا کلام کیا اور اس علم کے مطابق اپنے زندگی میں عمل کیا۔ انہوں نے اپنی عمل میں کوئی عبادت ہو یا دھیان ہو نہیں کیا۔ اور بعض عقلیت(Rationalists)، مادہ پرست(Materialists) یہ کہتے ہیں کہ یہ بات یقین کے قابل نہیں ہے کہ جو کرشن ناستک(Atheist) جیسا اپنی زندگی گزارا وہ کرشن نے بھگوت گیتا کلام کیا ہو؟

جواب: کہہ سکتے ہے کہ یہ سب کچھ بھی فضول باتیں ہی ہیں کیونکہ انسان کو جو ضروری ہے وہ صرف بھگوت گیتا کی علم ہے لیکن اس کا مصنف (writer) نہیں۔ جس نے لکھا اس مصنف کا وقت تو گزر گیا لیکن آج ہمارے سامنے بھگوت گیتا باقی ہے۔ آج جو کتاب ہمارے سامنے ہے، اس کو دیکھے بغیر جو مصنف گزر چکا اس کے بارے میں بات کرنا بے کار اور غیر ضروری چیز ہوگی۔ مصنف سے انسان کو ہونے والا فائدہ کچھ نہیں ہے لیکن کتاب کے اندر جو باتیں کہی گئی ان چیزوں سے انسان کو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ کرشن نے راز سے بھوت گیتا کو کوئی سنے بغیر جنگ کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے چند منٹ میں ہی کہا تھا کیونکہ کرشن چاہتے تھے کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ انہوں نے خود بھگوت گیتا کا کلام کیا۔ اسی مقصد کے مطابق انہوں نے اس طرح راز سے کہا تھا، پھر کچھ وقت کے بعد یہ چیز معلوم ہوا تھا۔ خدا(بھگوان) نے کہا کہہ کر خود ویاس نے اپنی کتاب میں '**بھگوان اُواچہ**' لکھا تھا۔ اس وجہ سے یہ معلوم ہوا کہ کرشن نے کہا اور نہ جب کرشن کہہ رہے تھے تب کسی نے نہ دیکھا اور نہ

سنا۔ ویاس کے ہاتھ لکی گئی بھگوت گیتا میں ویاس نے لکھا کہ اس کو کرشن نے کہا لیکن کرشن کے دل میں یہی ارادہ تھا کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ اس نے بھگوت گیتا کہا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کا ایک خاص مقصد تھا کہ ۵۰۰۰ سال تک ان کی علم ظاہر نہ ہو۔ اوپر کے سوال سے یہ ساب‌ت ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے چاہا ویسا ہی آج بعض لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ کرشن نے بھگوت گیتا کو نہیں کہا۔ ان سب کے پیچھے ایک خاص وجہ ہے۔ وہ یہ کہ! جب اللہ تین مرتبہ زمین پر اوتار لے گا، تو وہ ایک بار اللہ کا اوتار جیسا حساب کیا جائے گا۔ اور اللہ کے ہاتھ ایک بار دین قائم ہوئے جیسا حساب کیا جائے گا۔ اُن کا (اللہ کا) رائے یہ ہے کہ اللہ تین بار خدا جیسا آئے اور ویسا ہی اس کی علم بھی تین کتابیں جیسا رہیں۔ اس منصوبہ (Planning) کے مطابق ہی اب تک انکے تعلیمات تین اللہ کے کتابیں بن کر آئے تھیں لیکن اب تک وہ (یعنی خودا) تو صرف دو بار ہی آیا ہیں۔ اور ایک بار آنا باقی ہے۔

اب تک دو بار آئے ہوئے اوتاروں میں سے ایک کرشن کے نام سے اور دوسرا عیسیٰ کے نام سے آیا تھا۔ جب پہلے کرشن جیسا آیا تھا تب کوئی یہ نہیں پہچان پائے کہ وہ عام انسان نہیں بلکہ عام انسان کی صورت میں آیا ہوا خدا ہے۔ کرشن اپنی زندگی (جنم) اس طرح گزارا کہ کسی کو اس بات کا پتا نہ چلے کہ وہ خدا ہے۔ بھگوت گیتا کی علم کرشن ہی بتانے پر بھی، اس نے اس علم کو کسی کو معلوم ہوئے بغیر راز سے بتانے سے، اور صرف ایک ارجن سے ہی کہنے سے، اس بات کی کوئی دلیل نہیں رہی کہ بھگوت گیتا کا علم کرشن نے ہی کہا تھا۔ پھر تین ہذار سال بعد عیسیٰ آ کر جو تعلیمات دئے وہ چار خوشخبروں کی شکل میں سامنے آئے۔ دوسرے اوتار جیسا آیا ہوا یسوع (عیسیٰ) اس طرح اپنی زندگی گزارا کہ کوئی بھی انہیں دیکھ کر خدا کہنے کا موقع تک نہیں تھا۔ ان کو خدا کہنے کا موقع نہ ہونے کی وجہ سے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ خدا ہے۔ اس لئے اس نے تین سال اپنی علم کو تعلیم کے شکل میں کہا تھا۔ اس طرح انہوں نے کہی

ہوئی سارے باتیں چار خوشخبروں کی صورت میں سامنے آئے۔لیکن دوبارہ(Second Time) بنی ہوئی دوسری کتابِ الٰہی میں پورے(٦٦) حصّے ہیں تو اس میں چار خوشخبریں درمیان میں رہ گئے۔آگے ٣٩ حصّے، پیچھے ٢٣ حصّے اور درمیان میں چار خوشخبریں ہے۔پورے ٦٦ حصوں کی بائبل میں آگے کے ٣٩ حصوں(سبق) کو پرانا عہد نامہ(Old Testiment) اور پیچھے کے ٢٧ حصّوں کو نیا عہدنامہ(New Testiment) کہہ رہے ہیں۔

نیا عہدنامہ کے ٢٧ سبقوں میں پہلے چار سبق چار خوشخبروں کی صورت میں ہے۔چار خوشخبروں کے آگے تھوڑا اور پیچھے تھوڑا بائبل ہے تو،تقریباً بائبل کے درمیان میں چار خوشخبریں ہے۔چار خوشخبروں سے پہلے کے ٣٩ حصّوں میں ہو اور پیچھے کے ٢٣ سبقوں میں ہو خود یسوع نے جو تعلیم دی،ان میں وہ موجود نہیں ہے۔ان میں باقی لوگوں نے جو لکھا وہ علم موجود ہے۔آگے اور پیچھے کے سبقوں میں بعض سچ ہے تو بعض جھوٹ بھی موجود ہیں۔چار خوشخبروں کے علاوہ باقی ٦٢ سبقوں میں علم اور لاعلم(مایا یا شیطان یا ساتان) دونوں مل کر رہنے سے،ایسی حال آگئی کہ اس میں کونسی علم ہے اور کونسی لاعلم(مایا) معلوم نہیں ہو رہا ہے۔لہذا،بہت سے لوگ میرے مشورہ پر صرف چار خوشخبریں ہی پڑھ رہے ہیں۔باقی ٦٢ سبقوں میں چند باتیں سچ ہونے سے،جو لوگ باقی سبق پڑھ رہے ہیں ان سب سے ہم یہ کہتے ہیں کہ **''ان میں جو حق ہے وہ لیجئے،اور باطل جملوں کو چھوڑ دیجئے''** اور یہ بھی کہا تھا کہ **''جو لوگ ان میں حق اور باطل جملوں کی پہچان یا فرق نہیں کر سکتے وہ صرف چار خوشخبریں پڑھیں کیونکہ اس میں جو خداوند کی علم ہے اس علم سے بھی نجات پا سکتے ہیں''**۔اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ چار خوشخبروں میں اعلیٰ ترین علم یوحنّا خوشخبری میں ہے۔اس طرح بنی ہوئی بائبل کو دوسری کتابِ الٰہی کہا گیا تھا۔وہی آج عیساؤں کا مذہبی کتاب کہلا رہی ہے۔

دوسری اللہ کی گرنتھ بننے کے تقریباً ۶۰۰ سال بعد یعنی اب سے چودھا (۱۴) سو سال پہلے آخری کتابِ الٰہی بنی تھی۔ اللہ کے کتابیں تین ہی ہیں کہتے ہوئے ، بھگوت گیتا کو پہلی کتابِ الٰہی (اوّل اللہ کی گرنتھ)، انجیل (بائبل) کو دوسری اللہ کی گرنتھ (درمیانی کتابِ الٰہی) اور قرآن کو آخری اللہ کی گرنتھ کہنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ جو طریقہ اللہ نے پہلے ہی فرمایا تھا اسی طریقہ کے مطابق یہ تین کتابیں تیار ہوئے۔ وہ بنی ہوئی طریقہ کے مطابق ہی ان کتابوں کو پہلی (پرتھما prathama) ، دوسری (مدھیم Madhyama)، اور آخری (انتم Antima) کتاب بول کر نام رکھا گیا۔ اس طرح ایک مرتبہ رکھے گئے ناموں کو کوئی نہیں نکال سکتا۔ آخری کتابِ الٰہی قرآن میں سورح ۴۲ آیت ۵۱ میں اس طرح ہے کہ ''(۴۲:۵۱) **ناممکن ہے کہ کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے (آسمانی آواز کے ذریعے) یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ یا رسول کو بھیجے اور وہ (رسول) اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے گا بیشک وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔''**

اس آیت کے مطابق پہلے وحی (آسمانی آواز) کے ذریعے پیدا ہوئی بھگوت گیتا آئی تھی ۔اس لئے وہ پہلی اللہ کی کتاب ہوئی۔ بعد میں انجیل اس کے فرشتہ یا رسول کے ذریعے کہا گیا۔ اس لئے بائبل کو دوسری اللہ کی کتاب نام حاصل ہوا۔ اللہ کے فرمان کے برابر تین طریقوں میں سے پہلا ، دوسرا گزرنے پر آخر میں پردے کے پیچھے سے علم بتایا گیا۔ اللہ نے کہی ہوئی تین طریقوں میں، پہلا اور دوسرا طریقہ ختم ہوا آخر میں پردے کے پیچھے سے علم کہا گیا، تو وہی آخری کتاب کے نام سے ظاہر ہوئی۔ اس طرح زمین پر اللہ نے کہی ہوئی تین طریقوں کے مطابق اور آگے ، پیچھے کے مطابق پہلی ، دوسری اور آخری ناموں سے کتابیں تیار ہوئے۔ اس طرح آئے ہوئے ناموں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔

سوال: پہلی کتابِ الٰہی بھگوت گیتا کوتو کرشن نے کہا تھا! ہم نے یہ سنا تھا کہ جب کرشن کہہ رہا تو ارجن نے سنا اور ارجن کے ذریعے ویاس کو پہنچائی گئی علم، ویاس کے ذریعے کتاب بنی۔ اگر ایسا ہوا تو اللہ اپنے فرشتہ یا رسول کرشن کے ذریعے کلام کیئے جیسا ہوا ہے نا! تو آپ نے کہا تھا کہ دومرتبہ اللہ کی نزول ہوئی، ایک مرتبہ کرشن جیسا اور ایک مرتبہ یسوع (عیسیٰ) جیسا اور وہ دونوں بھی اللہ کے رسول جیسا ہی حساب کئے گئے، اور یہ بھی کہا کہ وہ دونوں بھی خدا کی صورت میں ہی آئے ہیں۔ جب وہ دونوں بھی خدا ہی ہے تو، ان دونوں نے جو کتابیں کہیں وہ دو کتابیں دوسری کتابِ الٰہی کہلانا چاہیئے لیکن خدائے کرشن نے جو کہا اس کو پہلی کتابِ الٰہی کہنا غلت ہوگا! اب ہم آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب جیسے اللہ نے آخری کتابِ الٰہی قرآن میں (۵۱:۴۲) میں فرمایا، اس کے مطابق تین طریقوں کو ترتیب دیکر تین نام رکھ سکتے ہیں، لیکن دوسرے طریقے میں جب اللہ کا فرشتہ بنکے آ کر کہا تھا تب دو کتابیں بنے، تو وہ دو کتابیں ترتیب کے ساتھ تو دوسری کتابیں الٰہی ہی ہونگے لیکن اس میں ایک (پہلی) اول کتابِ الٰہی کیسے ہوئی؟ اس کے لئے آپ کا جواب کس طرح ہوگا، عرض کرتے ہیں کہ آپ فرمائے؟

جواب: اللہ نے اپنے تین کتابوں میں مکمّل علم کو فرمایا تھا۔ تو اوپر یہ زکر کیا گیا تھا کہ اس کے علمی کتابیں تین طریقوں کے مطابق آئے تھے۔ اُن طریقوں کے مطابق اور آگے، پیچھے ہونے کے حساب سے اللہ کے کتابوں کو ترتیب دیکر نام رکھے گئے۔ تو یہاں پر پہلی کتابِ الٰہی کے بارے میں شک پیدا ہوا۔ اللہ نے جو طریقے کہا وہ دلیل کے ساتھ ہوتی ہے تو اس کی بات میں عیب نہیں ہوسکتی۔ اگر کچھ عیب ہو تو وہ ہماری سمجھ میں ہوسکتی ہے لیکن اللہ کے طریقے میں نہیں ہوتی۔ تیسری بار آخر میں 'پردے کے پیچھے سے کہنا' یہ طریقہ عمل ہوا۔ لہذا، پردے کے پیچھے سے جو علم بتایا گیا، وہ علم جب کتاب بنی تو ا

س کو آخری کتاب کہتے ہوئے ''**آخری اللہ کی کتاب**'' کہا تھا۔ دوسرے طریقے کے حساب سے، عیسیٰ جو اللہ کا فرشتہ ہے، اس نے کہی ہوئی علم جب کتاب بنی تو اس کو دوسری کتابِ الٰہی کہا تھا۔ اب یہ سوال اٹھا کہ جب کرشن بھی عیسیٰ کے جیسا خدا ہونے کے وجہ سے کرشن کی کلام جو بھگوت گیتا ہے، وہ بھی دوسری کتابِ الٰہی ہی ہونا چاہئے لیکن اس کا نام پہلی کتابِ الٰہی کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب میں اس طرح دیتا ہوں کہ بھگوت گیتا کو دوسری کتابِ الٰہی نہیں کہنا چاہئے ۔ اس کو پہلی اللہ کی کتاب ہی کہنا ہوگا۔ کیوں کہ!

اللہ نے قرآن میں جو تین طریقے فرمایا ان میں سے پہلے طریقے کے مطابق ہی بھگوت گیتا بنی تھی ۔ اسی لئے اس کو پہلی اللہ کی کتاب کہنا ہی انصاف ہے۔ اللہ جو کہتا ہے اور جو کرتا ہے، اس کو صحیح سے سمجھے بغیر ہم انسان غلت بات کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ کی بات میں کچھ بھی عیب نہیں ہوتا۔ آخری اللہ کی کتاب قرآن میں اللہ کی کلام کے طریقے اور ایسا ہی کتابوں کی ترتیب کا طریقہ ہیں کہا گیا۔ اسکے حساب سے بھگوت گیتا پہلی اللہ کی کتاب ہوگی ۔ اگر آسمانی آواز نے کہی ہوئی علم کتاب بنی تو طریقے کے مطابق اول کتاب کی طرح تیار ہوتی ہے۔ وحی کو تلگو زبان (Telugu Language) میں آ کاش وانی (آسمانی آواز) کہتے ہیں۔ اللہ کے پہلے طریقہ وحی (آسمانی آواز) یعنی آسمان سے آواز کے شکل میں کہی گئی علم اگر کتاب بنی تو، طریقہ کے برابر وہ پہلی کتابِ الٰہی کہلائے گی۔ اللہ، کرشن (خدا) بن کر آیا تو تھا لیکن اس نے یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے دیا کہ وہ خدا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب کرشن نے ارجن سے کہا تھا تب اس نے فرمایا کہ ''**ابتداء کائنات میں آسمانی آواز (وحی) نے جو علم سورج کو بتایا، وہی علم کو تمہیں بتا رہا ہوں**''۔ یہ تو کہہ رہے ہیں کہ اس طرح کرشن نے ارجن سے کہا لیکن کرشن نے ارجن سے کیا کہا؟ کیسے کہا؟ اور کتنے دیر تک کہا ہے؟ یہ تو کسی کو نہیں معلوم ہے۔ کرشن نے کبھی اعلان

نہیں کیا کہ اس نے بھگوت گیتا کلام کیا تھا۔ ویاس نے کہا تھا کہ آسمانی آواز نے جو تعلیم سورج کو دی ،وہی تعلیم کرشن نے کہا تھا۔ اور کرشن ہی خدا ہے یہ بات معلوم نہ ہونے سے، کرشن بھی جب وہ علم کہہ رہا تھا اس وقت فرمایا کہ تمام علم وہ جو کہہ رہا تھا، وہ علم کو ابتداء کائنات میں آسمانی آواز نے سورج سے کہا تھا۔ سو ویاس اور کرشن کے ان باتوں کے مطابق بھگوت گیتا کی پوری علم کو آسمانی آواز (وحی) کی تعلیم جیسا جمع کیا جا رہا ہے۔ بھگوت گیتا کی ساری علم کو آسمانی آواز (وحی) کی تعلیم ہی کہنا پڑیگا۔ لہذا، بھگوت گیتا کو ترتیب سے پہلی اللہ کی کتاب کہنا پڑا۔

کرشن نے اپنی زندگی میں اس طرح کبھی برتا نہیں کیا کہ اس نے خود علم کہا تھا۔ اور یہ بات بھی کسی کو نہ معلوم ہونے سے کہ کرشن نے ارجن کو علم بتایا، بھگوت گیتا آسمانی آواز کے حساب میں جمع ہوگئی۔ اس لئے ویاس نے جب بھگوت گیت لکھا تب اس نے پہلے ہی گیان یوگ باب میں بیان کیا کہ 'یہ تمام علم ابتداء کائنات میں آسمانی آواز کے ذریعے سورج سے کہا تھا'۔ اس وجہ سے، وہ پہلی اللہ کی کتاب کہلانے کے سارے خصوصیات اپنے اندر رکھتی ہیں۔ دواپر یوگ(Dwapara Yuga) میں کرشن، ارجن سے کہتے ہوئے گیان یوگ(Gyan yog) میں پہلا شلوک میں ایسا کہا تھا۔ دیکھئے

شلو ۱۱ امم وِوسوتے یوگم پروکتوا نہاموے یم ۱

وِوسوا نمن وے پراہ منو رکشواکوے براویت ۱۱

مطلب: ''یہ تو ناش نہ ہونے والا یوگ (یعنی لافانی) ہے۔ میں نے اِس کو سورج سے کہا تھا۔ تو سورج نے منو(Manuv) سے کہا تھا اور منو کے ذریعے اکشواک بادشاہ(Ikshwak king) کو معلوم ہوا''

یہ شلوک میں کرشن نے کہا تھا کہ میں نے ہی سورج کو کہا تھا۔ ابتدا میں پانچ عناصروں میں سے پہلا عنصر آسمان ہے۔ آسمان کے ذریعے جو علم پتا چلا وہی علم کو میں نے کہا تھا۔ کرشن کے اس طرح کہنے میں روحانی معنی ہے وہ یہ ہے کہ آسمان میں بھی روح ہے اور سارے مخلوقات کے جسموں میں بھی روح

ہیں۔نفس (جیو) کوبھوت نام سے بھی پکار سکتے ہے۔خودائے کرشن تمام جسموں میں روح جیسا ہیں وہ یہ کہتے ہوئے کہا کہ اس دن آسمان میں روح جیسا بھی وہ ہی تھے اور وہ روح ہی یعنی انہوں نے ہی آسمانی بھوت کے ذریعے کہنا ہوا۔اسی لئے شلوک میں ’ایک زمانہ میں نے ہی سورج سے کہا تھا‘۔ایسے کہنے کی وجہ سے آسمانی بھوت نے سورج کو علم بتائے جیسا ہوا۔اسی لئے ابتداء میں آسمان کے اندر کی روح آسمان میں جو سورج تھا اس کو جو کلام کیا وہی کلام دواپر یوگ(Dwapar Yug) میں بھگوت گیتا جیسا لکھی گئی جانے پر بھی، وہ پہلی اللہ کی کتاب جیسا ہی حساب کیا جا رہا ہے۔جن لوگوں کو نظر نہ آنے والی روحانی علم نہیں معلوم ان لوگوں کو یہ واقعہ سمجھ میں نہیں آئیگا۔اگر تھوڑی سی بھی روحانی علم رکھنے والے لوگوں کو تھوڑے حد تک سمجھ میں آئیگا۔

پانچ اناصروں میں کی آسمان انسان کی طرح بات نہیں کرتی۔آسمان اپنی آواز کے ذریعے سے ہی علم کو بتانا پڑے گا۔آسمان اپنی آواز گرج (Thunder) کے ذریعے علم بتائی تھی۔آسمان سے گرجوں کی آواز آتی ہیں، پھر بھی اس آواز میں علم کو بسا کر رکھی ہے۔یہاں پر یہ سمجھنا چاہئے کہ آسمان میں جو روح موجود ہے وہی روح نے وہ آواز دیا ہے۔آسمان کے اندر کی روح ہی گرج کی صورت میں کلام کیا،تو آسمان میں جو سورج تھا وہ گرج کی آواز کو سمجھ پایا تھا۔اس طرح اللہ کی علم پہلے ہی بتائی گئی تھی لیکن صرف وہ سورج تک ہی limited ہونے کہ وجہ سے، پھر وہی علم کو لوگوں کو بتانے کے لئے ،انسان کے صورت میں آیا ہوا کرشن کے اندر سے،روح نے پہلے سورج کو جو علم بتایا تھا، وہی علم کو پھر سے بتایا۔دوسرے مرتبہ انسان کی صورت میں آیا ہوا کرشن کہنے پر بھی ،تب بھی کرشن کے جسم میں جو روح ہے وہی روح کہنے کے وجہ سے اور سورج کو جو علم بولا تھا وہی علم کو اب بول رہا ہوں کہنے کہ وجہ سے، یہ کہہ سکتے ہے کہ یہ نئی علم نہیں ہے،ابتدا میں گرج کی صورت میں کہا گیا علم ہی پھر سے بتایا جا رہا

ہے۔اس لئے وہ پہلا علم جیسا ہی حساب کیا جا رہا ہے۔اوّل علم کو تلگو زبان میں اور انسانوں کو سمجھ میں آنے کی انداز میں بولنے کی وجہ سے،اس وقت وہ نیا(New) دکھنے پر بھی ،بھگوت گیتا میں شروعات میں ہی سورج کو جو علم بولا گیا وہی علم کو بول رہا ہو کہنے سے،اسے آسمان نے کہی ہو ہوئی پرانی علم کے نیچے ہی جمع کیا جائے گا۔بعد میں وہ کتاب بنی تو بھی ہم نے اسے پہلی اللہ کی کتاب ہی کہیں ہیں۔آسمانی گرج سے شروع ہوئی اوّل علم انسان بولنے کی تعلیم جیسا تبدیلی ہو کر،آخر میں وہ علم کتاب کی شکل میں بنی۔اس طرح بنی ہوئی کتاب پہلے sanskrit زبان میں رہنے پر بھی وہ پہلے سورج نے سنی ہوئی علم ہے اور آسمان گرج کی شکل میں کہی ہوئی علم ہونے کی وجہ سے اسے پہلی اللہ کی گرنتھ ہی کہہ رہے ہیں۔

مان لیجئے کہ میں نے تلگو زبان (Telugu) میں ایک کتاب لکھا اور وہی کتاب کو انگلانڑ(England) ملک میں ،انگلش زبان(English) میں اور یک شخص نے لکھا۔مان لیجئے کہ وہ شخص لکھتے وقت یہ کتاب تلگو زبان کی ہے اور اس کو میں انگلیش زبان میں بدل کر لکھ رہا ہوں بول کر لکھا۔ایسے لکھنے سے جب وہ انگلانڑ ملک میں لوگوں کو بھی میری کتاب جیسا ہی معلوم ہوگا۔اگر ایسا نہیں لکھا تو وہاں کا شخص ہی ،جسنے انگلیش زبان میں لکھا،وہی شخص وہ کتاب کو خود لکھے جیسا حساب کیا جائے گا۔۔ٹھیک اسی طرح وہ علم جو آسمان نے بولا اور سورج نے سنا،اور آسمانی گرج کی آواز سے جڑی ہوئی علم کو ہی،کرشن انسانوں کی بولی زبان میں بدلا کر بولے تھیں اور جب کرشن وہ علم بول رہے تھیں تب انھوں نے یہ کہا کہ یہ شروعات میں ہی سورج کو کہا ہوا علم تھا۔اس لئے ہندوستان(India) میں ہندوستانوں کے زبان میں کرشن کہنے پر بھی ،وہ ابتدا ء میں سورج کو بتائی گئی علم جیسا ہی مانا جائیگا لیکن بعد میں کرشن بولے ہوئے علم جیسا نہیں مانا جائیگا۔اسی لئے ابتداء میں سورج کو آسمانی

روح نے جوعلم کہاوہی علم چند لاکھوں سالوں کے بعد کتاب بننے پر بھی وہ پہلی اللہ کی کتاب جیسا ہی کہلائی۔گرج کی آواز سے انسانوں کی بولی زبان میں جس نے کہاوہ خدا ہونے کے وجہ سے اور آسمان میں جو روح ہے وہ خدا میں کی روح ہی ہونے سے اور خدا انسان ہونے کے باوجود بھی تمام جنموں کے خیال ان کو ہونے سے، آسمانی شکل میں کہی ہوئی روح کرشن کی روح ہی ہونے کے وجہ سے، جو کروتا یوگ کے شروع میں کہا گیا، وہی بعد میں دواپر یوگ کے آخر میں آسانی سے کہہ پایا۔کرشن دواپر یوگ کے آخر میں بولنے پر بھی، وہ خدا (بھگ وان Bhagvan) ہونے کے وجہ سے، کہتے ہے نا کہ فلانہ شخص نے زبان ترجمہ کر کے لکھا ویسا ہی بھگوان نے کہا ہونے سے اسے دواپر یوگ میں بھگوت گیتا (Bhagawad geeta) نام رکھا گیا۔دنیا میں اللہ نے کہی ہوئی تین طریقوں میں پہلا طریقے کے مطابق بولی ہوئی علم ہونے سے، وہی علم بعد میں خدا بولنے پر بھی، بھگوت گیتا نام رکھنے پر بھی، اس کو پہلی اللہ کی کتاب کہنا ہی اس کی خاص صفت یا نشانی ہے۔پہلے بنی ہوئی بھگوت گیتا کو پہلی اللہ کی کتاب کہنے کی نشانی یا نام کو کوئی بھی نکال نہیں سکتا۔کبھی بھی ہمیشہ کے لئے وہ پہلی اللہ کی کتاب کی طرح ہی رہے گی۔

سوال: گنّے کو نچوڑنے سے رس آتا ہے۔وہ رس میٹھا ہونے کے وجہ سے، 'گنّہ میٹھا ہوتا ہے' بول کر نام پایا ہے ایسا ہی پہلی اللہ کی کتاب میں کیا اصل (essense) ہیں؟ جیسا گنّے میں مٹھاس خاس ہے ویسا بھگوت گیتا میں کیا خاس ہے؟

جواب: سارے دنیا کے لئے جو روح ہے وہی روح ابتدا میں کھگول میں سورج گرح سونے جیسا آسمان سے آواز کی صورت میں بڑے بڑے گرج کی کھڑک آواز کے ذریعے بتائی گئی بات بعد میں کرشن سے انسان کی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔جو روح کرشن کی جسم میں تھی وہی روح آسمان کے اندر

روح جیسا ہونے سے، ایک بار آسمان کی طرح ایک بار انسان کی طرح دومرتبہ ایک ہی روح کہنے سے، ابتداء کائنات میں جو علم کہا گیا وہی علم دواپر یوگ آخر میں بھگوت گیتا جیسے کہا گیا۔ **قدرتِ الٰہی** (Divine Power) **ہی اوّل اللہ کی کتاب بھگوت گیتا کی اصل** (essence) **ہیں۔قدرت الٰہی** کو ہی **"علم کی نور"** یا **"علم کی آگ"** کہہ سکتے ہے۔ انسان اعمال میں بندش ہوکر ہے اور اسے خود اختیار نہیں ہے اسی لئے وہ آزادی سے چل نہیں پا رہا ہے۔ ویسا بندہ "**علم کی قدرت**" کہلانے والی طاقت سے عمل (کرم) کو جیت کر، خود چل سکتا ہے۔ کرم سے چھوٹ کارا پایا ہوا، آزادی پا کر، وہ خود (اپنے آپ) چلنے کی طاقت کتاب (گرنتھ) میں ہے۔ اس لئے انسان عمل میں بندش ہوئے بغیر کیسے چلنا ہے اور کس طرح چلنا ہے یہ بتانے والی ہی بھگوت گیتا ہے۔ اس لئے بھگوت گیتا میں علم کہلانے والی **'نور'** ہے ویسا ہی انسان خود (اپنے آپ) چلنے کی راہ ہدایت جیسا پہلی اللہ کی کتاب ہے کہہ سکتے ہیں۔ جس کو علم پر توجّہ ہے اسی کو یہ ایک نور کی طرح رہکے نادانی کی اندھیرے میں راہ دکھاتی ہیں۔ اس لئے یہ پہلی اللہ کی کتاب بھگوت گیتا کو "نور" اور "راہِ ہدایت" بول کر عالم کہہ رہے ہیں۔ علم والے ہی (عالم) نہیں بلکہ سارے نبیوں نے بھی یہی بات کہہ رہے ہیں۔

آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں سورح ۵ آیت ۴۴ میں ایسا کہا گیا دیکھئے۔

(۵ : ۴۴) "بے شک ہم نے نازل کی تورات گرنتھ کو۔ اس میں ہدایت ہے اور نور ہے۔ اسی تورات کے ساتھ اللہ کے ماننے والے انبیا اور اہل اللہ اور علما فیصلے کرتے تھے۔ یہی نہیں تورات گرنتھ کے بارے میں اور یک جگہ ایسا کہا گیا دیکھئے۔ **(62-5) "جن لوگوں کو تورات (بھگو گیتا) پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی مثال اس گدھے کی جیسی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو۔ اللہ کی باتوں کو جھوٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ**

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔اس طرح تورات کے بارے میں کہا گیا۔قرآن میں یہ کہا گیا کہ تورات (بھگوت گیتا) میں نور ہے اور وہ ہر انسان کے لئے راہ ہدایت بھی ہے۔اس طرح بھگوت گیتا (تورات) کو قرآن تصدیق کرتی ہے ۔یہی بات کو قرآن میں سورح ۵ آیت ۴۸ میں ایسے لکھا ہے۔(۵:۴۸) **''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے ۔اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے ۔اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں پر نہ چلیں''**۔اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آخری اللہ کی گرنتھ قرآن بھی بھگوت گیتا (تورات) کی تصدیق کر رہی ہے۔

سوال: قرآن میں بعض جگہ یہ کہا گیا کہ موسیٰ کے ذریعے تورات آئی اور موسی کی تورات کو ہی بائبل میں 'شریعت (دھرم شاستر)' کہا گیا، ایسا ہی موسیٰ کو بائبل میں موشیٰ کہا گیا۔موشیٰ کی شریعت یا موسی کی تورات کو آپ بھگوت گیتا کہہ رہے ہیں۔جو تورات، بھگوت گیتا آپ بتا رہے ہیں کیا وہ دو بھی ایک ہی ہیں؟

جواب: میں جو بھی کہہ رہا ہوں وہ سچ (حق) ہے۔تورات گرنتھ اور بھگوت گیتا گرنتھ دو بھی ایک ہی ہے۔ یہ بات تم لوگوں کو نئے سے دکھنے پر بھی اور یقین نہیں کئے جانے والی بات جیسی لگنے پر بھی وہ بات سچ ہی ہے۔میری یہ بات سو کے سو فیصد سچ ہے کہہ سکتا ہوں۔بھگوت گیتا ہی تورات ہے اسکے معلومات ہماری تحریر **''کرشن موسیٰ''** میں ہے۔اب وہاں کیا لکھا تھا وہ دیکھتے ہیں۔

یہ پکا نہیں بتا سکتے کہ تورات مغربی ملک اسرائل (Israil) میں پیدا ہوئی ہے مگر اسرائل کے آس پاس علاقے میں پیدا ہوئی ہے کہہ سکتے ہیں۔آج تک کسی کو یہ نہیں معلوم کہ تورات کون سی زبان میں

ہے۔جیسا توریت کی زبان نہیں معلوم ویسا ہی وہ کس نے لکھا وہ بھی نہیں معلوم لیکن بعض واقعات یقیناً بتا سکتے ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان میں تقریباً پانچ ہزار سال (۵۰۰۰) جب بھگوت گیتا بنی۔ابتدا میں اللہ نے اپنے روح کے ذریعے آسمان سے جو علم کہلوایا تھا وہی علم کو خدا کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا۔ جب کہی گئی علم کو 'بھگوت گیتا' نام اس لئے رکھ کر کہنا ہوا کیوں کہ اسے بھگوان نے کہا۔بھگوت گیتا جب کتاب نہیں بنی تب ''جپرا (Japara)'' نام سے جو علم رہتی تھی وہی علم سب سے پہلی اللہ کی کتاب بنی ۔ پہلے sanskrit زبان میں لکھی گئی بھگوت گیتا کو بعد میں چاہے کسی بھی زبان میں کیوں نہ لکھیں، وہ پہلے اللہ کی کتاب ہی رہے گی۔ بھگوت گیتا ویاس مہرشی (Vyas Maharshee) کے ذریعے بننے پر بھی، وہ بھگوت گیتا ہندستان کی مغربی ملک اسرائیل علاقے کو پہنچائی گئی۔اسی علاقے کے زبان میں اور وہاں کی علاقے کے ایک شخص کے پاس بھگوت گیتا کو پہنچایا گیا۔جب ہندوستان میں سوائے sanskrit زبان کے، کسی اور زبان میں بھگوت گیتا نہیں تھی۔جب کرشن بھارت کی جنگ میں ارجن کو بھگوت گیتا کا علم بتا رہا تھا تب کرشن کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی۔

اللہ یا پرماتما کا منصوبہ کیسا ہوتا ہے یہ کسی کو نہیں معلوم ہوتا۔اس نے پہلے سے جو فیصلہ کر کے رکھا، اسی کے مطابق وہ خود بہ خود ہو جاتا ہے۔پورے ۱۲۶ سال کرشن زندہ تھا۔کرشن اپنے موت کے وقت سامنے جو شکاری تھا، اس سے اپنی دوسری جنم کے بارے میں اور مستقبل (بھوشے Future) میں ہونے والے چند واقعات کو بتا کر مر گئے تھے۔اس طرح مرے ہوئے کرشن یقیناً خدا ہونے پر بھی انسان کی طرح برتاؤ کیا۔مرنے کے بعد انہیں اللہ کی طرح بدل جانا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ویسا نہیں کیا کیوں کہ وہ اور بھی چند وقت تک تین روحوں سے کام کرنا چاہا تھا۔تب اسی کام کے لئے وہ ہندوستان کو چن لیا اور ابتداء کائنات کی علم کو ہندوستان کی شمالی علاقے میں بولا تھا۔پہلے ہی طے کیا ہوا

منصوبہ کے مطابق جب تک اللہ کی علم کے لئے جو صحیح جگہ تھی اور اندو دیش(Indu Desh) نام پایا ہوا ہندوستان میں علم بتا کر ویاس محرشی کے ذریعے اسی علم کو کتاب بن وایا تھا لیکن انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان میں پیدا ہوئی بھگوت گیتا پانچ ہذار سال تک ظاہر نہ ہو یعنی پانچ ہذار سال کے بعد وہ معلوم ہو۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک بھگوت گیتا کی حفاظت کے لئے ہندوستان ہی صحیح جگہ ہے اور اسی وجہ سے بھگوت گیتا کو ہندوستا میں ہی بتایا تھا۔

اللہ خوب جانتا تھا کہ ہندوستان ہی اللہ کی علم کے لئے صحیح جگہ ہے ویسا ہی لا علم کے لئے بھی یہی جگہ صحیح ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کے سارے ملکوں کو چھوڑ کر ہندوستان میں ہی بھگوت گیتا کلام کیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ بھگوت گیتا ہندوستان میں میلے کپڑے میں لپیٹا ہوا ہیرے کی طرح حفاظت سے رہے گا۔ پھر جب وہ واپس آ کر اپنی بھگوت گیتا کو بولے گا تب کوئی اسے پہچان نہیں پائے گا۔ یہی مقصد سے ابتداء کائنات کی علم کو ہندوستان میں بھگوت گیتا کی صورت میں رکھ کے کرشن پردہ فرمائے۔ موت کے وقت جو باتیں کرشن نے شکاری سے کہا وہ بہت راز کے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر دوسروں کو یہ معلوم ہوا تو بھی کوئی یقین نہیں کرینگے، پھر بھی اسی ہمّت سے بتا کر گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ جاتے جاتے اسرائیل ملک میں آنیوالی اپنی اگلے جنم کے بارے میں ہی نہیں بلکہ اس کام کے لئے ضروریات کے انتظام کرنا بھی تب ہی سے شروع کیا۔ اس کا ذکر پہلے ہی کیا تھا کہ کرشن مرنے کے بعد کچھ اور وقت تین روحوں کے جیسا رہنا چاہا تھا۔ اسی لئے اسرائیل ملک کے ایک شخص کے جسم کے اندر داخل ہو کر، اس کے جسم کے ذریعے اپنے چند رائے اظہار کیا۔ اب جو بھی میں بولنے جا رہا ہوں وہ چیز کوئی یقین نہیں کریگا یہ جانتے ہوئے بھی ہمّت سے یہ کہہ رہا ہوں کہ روح سچ ہی بتا رہی ہے۔ اس طرح انسان کے جسم میں داخل ہوا خدائے کرشن نو ۹ سال اسی جسم میں بسر کئے تھے۔ بعد میں اسی جسم

میں ۱۳۵ سال کی عمر میں پردہ فرمائے۔ پورے ۱۳۵ سال کرشن زندہ تھے، کرشن کے جسم میں ۱۲۶ سال زندہ تھے تو بعد میں ۹ سال زیادہ رہنے سے کرشن کا پورا جنم ۱۳۵ سال ہوا۔ جب '۹ = ۶ + ۲ + ۱' ہوا تب خدائے کرشن نے جسم چھوڑا تو، وہی نمبر ۹ (نو) جب کرشن داخل ہوئے دوسرے جسم میں ہوا یعنی ۹ = ۵ + ۳ + ۱ جب ہوا تب وہ اس جسم کو بھی چھوڑنا ہوا۔

سوال: کرشن مرجانے کے بعد اور یک شخص کے جسم کے اندر داخل ہونا، یہ بات یقین کئے جانے والی بات جیسی نہیں لگ رہی ہے۔ کیا انہوں نے پوری موت نہیں پایا؟ کیا وقت سے پہلے انکی موت ہوئی یعنی اکال مرن (Akala Maranamu) ہوا کیا؟ جیسے بوتھ یا شیطان دوسروں کی جسم میں داخل ہوتے ہیں ویسا خداوند کرشن داخل ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ ہمارے اندر بسے ہوئے کئی شک وشبہ کو مہربانی کرکے دور کیجئے؟

جواب: کرشن عام انسان نہیں ہے۔ خاص طور پر آیا ہوا خدا ہے۔ خدا کے جسم میں بھی تین روحیں ہوتی ہیں لیکن اس میں روح اپنا کام وہ کرنے پر بھی، نفس جو ہے وہ عمل (کرم) کے دائیرہ میں نہیں ہوتی یعنی نفس کو عمل نہیں رہتا ہے۔ وہ نفس نہایت اہمیت والا ہے۔ سب کے جیسا اسے موت نہیں رہتی۔ ایک کہاوت ہے کہ **سارا جگت جانا ہوا براہمن کو جند سے کی کیا ضرورت** یعنی جو سب کچھ جانتا ہے یا سب کچھ اسی کا ہے تو اسے کسی چیز کی کیا ضرورت ہے۔ ویسا ہی خدا کو پیدائش اور موت لاگو نہیں ہوتی۔ باپ کی نطفہ (Sperm) کی بغیر پیدا ہوا خدا کو جیسا سب کی طرح **'پیدائش' نہیں ہے ویسا ہی سب کی طرح موت یعنی نفس جسم کو چھوڑ کر مرجانا' بھی نہیں ہوتا** کیوں کہ اسے اعمال نہیں ہے۔ ایک جگہ مرکر دوسری جگہ جانے کے لئے اسے کرم نہیں ہے۔ خود کے فیصلے کے مطابق اس کی پیدائش اور موت ہوتی ہے۔ فی الحال وہ خدا ہونے پر بھی وہی پرماتما (تیسری طاقت) بھی ہے۔ اسی لئے اسکو حکم

کرنے والی طاقت کوئی نہیں۔وہ دین قائم کرنے کے لئے خود فیصلہ لیتا ہے۔مستقبل کے منصوبہ کے مطابق اس کے کام ہوتے ہے۔اپنی دوسری آمد کے بارے میں جو معلومات کرشن نے شکاری کو دی ،وہی معلومات کے برابر اسرائل ملک کے قریب ایک نبی کے جسم میں داخل ہوا۔جب کے زمانہ میں جو شخص علم کا پیگام پہنچا تا تھا،اسے نبی کہنا عام بات تھی چاہے وہ تھوڑا علم ہو یا زیادہ علم ہو۔اصل بات یہ کہ کرشن کی موت کی وقت کو ہی علم پہنچانے والے اس کی موت بھی طے تھی۔اسے ’’موشے‘‘ نام سے بلاتے تھے۔سوائے کرشن کے یہ بات کسی کو بھی نہیں معلوم کہ موشیٰ کی موت وہ وقت میں ہوگی۔آخر موشی بھی نہیں جانتے تھے کیوں کہ موشی عام انسان ہونے سے اپنی موت کے بارے میں وہ نہیں جانتا تھا۔

تمام کائنات کو جس نے بنایا (خالق) وہ اللہ ہی موشی کو ،اس علاقے کا مشہور نبی بنایا۔موشیٰ ۵۴ سال زندہ تھا۔یہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ مشے ۵۴ سال زندہ رہیگا اور یہ پہلے ہی فیصلہ ہو چکا کہ موشی کی موت کے وقت کو کرشن کی موت بھی ہوگی۔لیکن جو ہو رہا ہے وہ سب صرف کرشن جانتے تھے کیوں کہ وہ خود اللہ ہونے سے ،وہ تو سب جانتے ہے۔وہ (کرشن) فیصلہ کیا تھا کہ موشی مر جانے کے ایک پل میں ہی کرشن مر کر موشی کے جسم میں داخل ہو جائے۔موشی نبی کی موت اور کرشن کی موت ایک ہی بار میں ہوا۔کرشن اپنے جسم میں ختم ہو کر موشی کے جسم میں ظاہر ہوا۔کوئی یہ پہچان نہیں پائے کہ اس طرح موشی اپنے جسم میں مر چکا کیوں کہ موشی مرنے پر بھی اس کے جسم کے اندر کرشن موجود ہونے سے ،عام طور پر سب لوگوں کو یہ لگا کہ موشی زندہ ہے۔کرشن بلکل موشی جیسا ہی علم بتا رہا تھا اسلئے کرشن کو بھی کوئی نہیں پہچان پائے ،سب کو یہ لگا کہ موشی ہی بات کر رہا ہے۔کرشن مر چکا یہ بات ہندوستان والوں کو معلوم ہونے پر بھی انہیں یہ نہیں معلوم کہ وہ دوسرے ملک میں موشی جیسا موجود ہے۔

سوال: دنیا میں بہت سارے نبی ہیں لیکن کرشن نے موشی نبی کے جسم کو ہی کیوں چنا؟

جواب: یہ اچھا سوال ہے۔صورتِ حال کے مطابق پوچھنے والا سوال ہی ہے۔اس کے لئے میرا جواب یہ ہے کہ کرشن بھگوت گیتا بتانے کے بعد، کرشن بتائی ہوئی علم کو کتاب بنانے کے لئے ویاس منی کو تقریباً دو سال لگا۔ بنا ملاوٹ کی خالص بھگوت گیتا تب رہتی تھی۔ ویاس کی موت کی باد بعض خدغرض اپنے سوارتھ سے چند شلوک ملانا ہوا۔شروع میں بنی ہوئی بھگوت گیتا ملاوٹی شلوکوں کے بغیر رہتی تھی۔ہم نے بتایا کہ ابتداء کائنات کی علم کو ۹۰ سال کی عمر میں کرشن نے ارجن کو بتایا پھر دو سال بعد وہ کتاب بنی ،اس کتاب کا نام ہی بھگوت گیتا ہے۔موشی ۵۴ سال زندگی بسر کیا تو، جب کرشن ۹۲ سال کے تھے تب بھگوت گیتا بنی۔جب بھگوت گیتا بنی تب موشی کی عمر ٹھیک ۲۰ سال تھی۔۲۰ سال کے بعد ۳۴ سال موشی زندہ تھا۔اسی طرح کرشن بھی ۹۰ سال کے باد ۳۴ سال زندہ تھا۔

موشے جب ۲۰ کا تھا تب ایک خوشی کا دن آیا۔تب سے موشی اچھا تقریر کرنے لگا بعد میں اسے سب نے 'نبی' کہا۔۲۰ سال سے ان کی زندگی میں نئ روشنی آئی۔۹۲ سال میں کرشن میں بھی ایک اطمینان سا ہوا۔جب ایک خاص چیز ہوئی وہ یہ ہے کہ! جب موشے کی عمر ۲۰ سال کی تھی تب ایک دن اتوار کے آدھی رات کے بعد اس کو ایک خواب آیا۔اس خواب میں کرشن دکھ کر ،موشے کو اپنی گرنتھ بھگوت گیتا دیئے۔موشے اپنے خواب (سپنے یا sapna) میں کرشن کو دیکھنے پر بھی، کرشن کون ہے یہ انکو نہیں معلوم تھا۔لیکن سپنے میں کرشن بہت ہی نور سے دکھنے کے وجہ سے موشے اس نور کو سچ میں اللہ مانا۔نور سے چمکتا ہوا کرشن موشے کو بھگوت گیتا گرنتھ دیکر کہا کہ ''**یہ توراۃ ہے**''۔ سپنے میں موشے گرنتھ لیکر اپنے دل کو لگا لیا تھا۔بس! ان کی دماغ میں بجلی کی طرح چمک ہوئی۔اچانک موشے جاگ گئے۔جاگ نے کے بعد بھی انکا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تو، سر میں ایک نئ احساس کی خوشی

ہوئی۔کیا ہوا؟ آنکھ کھول کر دیکھنے پر ہاتھ میں گرنتھ پایا۔وہ توراۃ تھی۔اس پر اس وقت کی زبان میں **'توراۃ'** لکھ کر رہنا موشے نے دیکھا تھا۔اس طرح سے موشے کو توراۃ ملا۔وہاں کی توراۃ ہی یہاں کی بھگوت گیتا ہے۔

'توراۃ' کا مطلب تین اندھیری راتیں ہیں۔ یہ لگتا ہے کہ تین غیبی روحوں کا علم ہونے سے اور یہ تین روحوں کا علم راز ہونے سے، تین روحوں کو مدّ ےنظر رکھتے ہوئے کرشن نے ہی بھگوت گیتا کو توراۃ نام رکھا۔یہ سب پڑھنے والوں کو ایک کہانی کی جیسا دکھنے پر بھی، یقین نہ کئے جانے والی بات جیسے دکھنے پر بھی سو فیصد یہ سچ ہے جو ہوا تھا۔کسی پر زور نہیں ڈال رہے ہیں کہ اس بات کو یقین کرو۔لیکن سچائی تو بولنا ہی پڑیگا۔اسی لئے وقت آنے پر بولنا ہی پڑا۔اس چیز کے لئے آپ مجھ کو(یعنی جو آپ لوگوں کے آنکھوں کو دکھائی دے رہا ہوں مجھے)زمّہ دار مت ٹھہرائیے کیوں کہ جتنا آپ کو پتا ہے اتنا ہی مجھے بھی پتا ہے۔اب یہ چیز آپ کو ہی نہیں بلکہ میرے لئے بھی نئ ہے۔اس طرح کئی نئ چیزیں جو ہم نہیں جانتے وہ روح جانتی ہے۔ابھی بھی وہ روح بتانے کی وجہ سے ہی یہ سارے باتیں معلوم ہو رہے ہیں۔

اب ہم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوا کہ توراۃ موشے کو ملا۔یہاں اور ایک نئ راز ہے۔وہ یہ ہے کہ! توراۃ کو موشے کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا۔صرف موشے کو ہی توراۃ دکھتی تھی، دوسروں کو نہیں دکھتی تھی۔اس طرح توراۃ (بھگوت گیتا)وہاں کے لوگوں کے لئے راز کی کتاب ہوئی۔یہ بات موشے بھی سمجھ گئے۔رات میں کتاب کی علم پڑھ کر صبح لوگوں کو بولتے تھے۔جو علم بتایا جا رہا تھا وہ بھگوت گیتا کا علم ہونے سے روشن دلیل کے ساتھ ہوتی تھی۔علم کی 'کسوٹی' (گھس نے والا پتھر: اصلی اور نکلی سونے کی پہچان کرنے کے لئے جو پتھر استمال کرتے ہے) کی طرح ہوتی تھی۔کونسا علم (Gyan)

ہے اور کونسا لاعلم (Agyan) ہے، اس کا فیصلہ کرنے کے لئے علمِ تورات سے ممکن ہوتا تھا۔ اسی لئے تورات کو 'فرقان' نام سارتھک ہوا۔ وہ فرقان ہی ہمارے پاس کی بھگوت گیتا ہے۔ ان دنوں میں صرف موشے کو دِکھتے ہوئے دوسروں کو نہیں دِکھنے والی بھگوت گیتا آج ہمارے آنکھوں کے سامنے علمی اور لاعلمی لوگوں کو دِکھ رہی ہیں۔ آج سب کو کتاب دِکھ رہی ہے لیکن اسکا علم نہیں دکھ رہا ہے مطلب سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

موشے کے کلام سے بہت سے لوگ متوجہ ہوکر انکی علم جان رہے تھے۔ جب سے موشے کو تورات ملا تب سے ۳۴ سال تک اس کتاب کی علم کو ہی کلام کرتے تھے لیکن لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ جو تعلیم موشے دے رہے ہیں وہ تورات کی علم ہے۔ لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ موشے کو ۴۵ سال گزر نے کے بعد موشے اپنے جسم سے نکل جانا اور خود کرشن ہی اس جسم میں موجد رہنا۔ کرشن ۹ سال موشے کے جسم میں رہکر، بلکل موشے کی طرح اداکاری کرکے، آنے والے عیسیٰ کے بارے میں اور ان کے زندگی میں ہونے والے چند واقعات کو بتانا ہوا۔ چار خوشخبروں سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جو واقعات موسیٰ (کرشن) نے کہا وہ عیسیٰ کے زندگی میں پورے ہوئے۔ جو واقعات عیسیٰ کے بارے میں موسیٰ نے کہا تھا یہ جان کر یشیا نے (Yeshaya) وہی واقعات کو اپنے خطوں (Lekhan) میں لکھا۔ جب موشے علمِ توریت کو لوگوں کو بتارہا تھا تو سب کو یہ لگا کہ وہ شریعت کہہ رہا ہے۔ ان کو یہ لگا کہ خود موشے شریعت بتا رہا ہے۔ صرف موشے جانتا ہوا توریت کو موشے کے بعد کوئی نہیں دیکھا۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ موشے کے علاوہ تورات کو دیکھا ہوا دوسرا شخص کوئی بھی نہیں ہے۔ کرشن موشے کی جسم میں ۹ برس رہکر اس کے جسم سے آنے والے عیسیٰ کے بارے میں پہلے ہی بتانا اور بعد میں نبیوں کو یہ باتیں پتا چلنا پھر انہوں نے اپنے خطوں میں ان واقعات کو لکھنا ہوا۔ ۳۴ سال پہلے ہی کرشن نے موشے کو بھگوت گیتا

دینے کے وجہ سے اس کی جسم میں ہی داخل ہوکر بات کرنے کے لئے فیصلہ کیا تھا۔ پھر ۹ سال کے بادکرشن موشے کے جسم سے نکل کر تین روحیں ایک ہوکر اللہ کی طرح بدل گیا۔ پھر وہی اللہ ۳۰۰۰ سال کے بعد عیسیٰ کی صورت میں آیا لیکن انہیں کوئی پہچان نہیں سکا۔ انہیں بعض لوگ اللہ کا بیٹا کہا تو بعض نے کہا کہ اللہ کا فرشتہ ہے لیکن یہ نہیں پہچان سکے کہ وہ جسم سے آیا ہوا اللہ ہی ہے۔ عیسیٰ کے جانے کے بعد عیسیٰ نے کہی ہوئی باتوں کے مطابق بنی ہوئی گرنتھ (granth) انجیل ہے۔ انجیل کو بائبل بھی کہتے ہیں۔ تورات کے اُنُسار ہی انجیل بنی۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ علمِ انجیل تورات کی علم ہی ہے۔ یہی بات آخری اللہ کی کتاب قرآن میں سورح ۵، آیت ۴۶ میں ہے۔

(۵:۴۶) ''اور ہم نے انکے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے''

ہندوستان میں پیدا ہوئی بھگوت گیتا دوسرے ملکوں میں تورات کہی جاتی تھی۔ لیکن وہ صرف موشے کے علاوہ باقی سب لوگوں کے لئے نہ ملنے والی پھل کی طرح ہوئی۔ اسی لئے تورات نام کو سنے ہوئے لوگ ہونگے لیکن تورات کو دیکھے ہوئے لوگ کوئی بھی نہیں ہیں۔ ہم نے قرآن میں یہ لکھا ہوا دیکھے تھے کہ تورات کا علم انجیل میں ہے۔ یہی نہیں تورات اس کے بعد آئی ہوئی انجیل کو ہی نہیں بلکہ قرآن کو بھی وہ آدرش کی طرح ہے کہہ کر سورح ۵ آیت ۴۴ میں ہے دیکھئے۔

(۵:۴۴) ''ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے۔ یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ کے ماننے والے انبیاں اور اہل اللہ اور علما فیصلے کرتے تھے۔

(۵:۴۸) ''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی

تصدیق کرنے والی ہے اوران کی محافظ ہے۔اسلئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے اس حق سے ہٹ کران کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے'' (۶۸:۵)''تم دراصل کسی چیز پرنہیں جب تک کہ تورات وانجیل کواور جوکچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیاہے قائم نہ کرو'۔

'آخری اللہ کی گرنتھ قرآن' میں لکھی ہوئی ان آیتوں کے مطابق یہ معلوم ہورہا ہے کہ بعد میں آئے ہوئے دونوں گرنتھوں میں پہلی اللہ کی گرنتھ کا ہی علم ہے۔اسی لئے یہ کہا گیا کہ جب تک تین اللہ کے گرنتھ نہیں پڑھے نگے تب تک کسی بھی دین پرنہیں ہیں۔موشے بھی تورات کا نام باہرنہیں کہا۔اس نے یہ کہا کہ وہ گرنتھ ایک راز کی طرح ٹہرگئی۔جب موشے کوتورات دی گئی تھی تب اس نے وہ گرنتھ کا نام تورات سناتھا۔وہ گرنتھ (granth) سپنے میں ملی ہوئی گرنتھ تھی اوروہ گرنتھ سوائے موشے کے دوسروں کے لئے غیبی گرنتھ تھی۔'تورات' کے بارے میں 'موسوی شریعت یا موشے دھرم شاستر' کہیں تھیں مگراسکا کا نام نہیں بتایا۔بڑی راز والی تورات گرنتھ کے نام کوقرآن گرنتھ نے ظاہرکیا۔اگرقرآن گرنتھ تورات گرنتھ کا نام نہیں بتاتی،تو شاید! دنیاکے لئے تورات کا نام راز ہی رہ جاتا (یعنی دنیا کو تورات کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا)۔تو،تورات گرنتھ ہی بھگوت گیتا ہے یہ راز کسی کومعلوم نہیں ہے۔جوراز یں ہم کونہیں معلوم ان رازوں کووقت آنے پرروح کوہی بتانا ہوگا۔

یہ سارے چیزیں غورکرنے کے بعد یہ معلوم ہواکے تورات ہی بھگوت گیتاہے اوربھگوت گیتاہی تورات ہے۔اور یہ بھی معلوم ہواکہ کرشن ہی موسیٰ یاموشی ہے۔یہی نہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہواکہ کرشن ۱۲۶ سال 'کرشن' کے نام سے،بعد میں ۹ سال موشے کے نام سے کام کیااور جب وہ کرشن جیسا تھا تب ہی وہ عیسیٰ کے جنم یعنی اپنا دوسرا جنم کے لئے ضروری منصوبہ کوبھی تیارکرلیا۔جب وہ

موشے جیسا تھا تب ہی عیسیٰ کی آنے والے جنم کے بارے میں کہنا ہی نہیں بلکہ عیسیٰ کی زندگی میں ہونے والے واقعات کے بارے میں بھی کہا تھا۔ جب کرشن موشے جیسا تھا تب اس نے اپنی بھگوت گیتا کو تورات کہا۔ وہ اس طرح کہنے کی پیچھے کیا وجہ ہے دیکھنے پر یہ معلوم ہو رہا کہ کرشن کا ارادہ تھا کہ یہ بات کسی کو پتا نہ چلے کہ اس نے بھگوت گیتا کلام کیا۔ بھگوت گیتا کو آسمان کہے جیسا اور وہ اوّت آسمان کو حاصل ہوے جیسا، آسمان کہنے سے اللہ کی پہلی طریقہ کے مطابق بھگوت گیتا کو اوّل اللہ کی گرنتھ کہنے کا موقع ملے جیسا اس نے (کرشن) کیا۔ کرشن موشے کو سپنے میں بھگوت گیتا کو تورات کہہ کر نام بدل کے دینے کے پیچھے بھی یہی خاص وجہ دِکھ رہی ہے۔ موشے کے پاس تورات ہوتی تھی، یہ چیز بعض کو بہت کم معلوم ہے لیکن اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اسی لئے جو گرنتھ انہوں نے نہیں دیکھا، اسکو لوگ شریعت یا موسوی شریعت کہنا ہوا۔

سوال: آپ نے کہا کہ کرشن، کرشن کے زندگی کے بعد موشے جیسا لوگوں کو دکھا پھر موشے کے جسم کو چھوڑ کر ۳۰۰۰ سال اللہ کی طرح رہا۔ جو روح اللہ میں تھی پھر وہ ۳۰۰۰ سال کے بعد عیسیٰ جیسا آئی۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جو روح کرشن جیسا تھی وہی روح عیسیٰ جیسے آئی ہے کہنے کے لئے کوئی دلیل ہے کیا؟

جواب: جب اپنے دین کو آفت پہونچتی ہے تو تب ادھرموں کو جڑ سے ختم کر کے دین کو قائم کرنے کے لئے جب جب اللہ زمیں پر انسان کی صورت میں نزول ہوکر، انسان کو اپنی حقیقی علم کے بارے میں بتا کر اپنا دین کو قائم کریگا۔ ایسے آئے ہوئے جنم ہی کرشن کا جنم اور عیسیٰ کا جنم۔ جو اللہ کرشن جیسا آیا تھا وہی عیسیٰ جیسا آیا تھا۔ یعنی اسے اس طرح سمجھنا چاہئے کہ کرشن جیسا آئی ہوئی پہلی روح ہی پھر سے عیسیٰ جیسا آئی ہے۔ جب اللہ خدا کی طرح انسانی جسم میں آئیگا تب بھی اللہ اپنی جگہ اللہ کی طرح ہی ر

ہے گا لیکن اللہ کی جگہ خالی نہیں ہوگا۔ اللہ انسانی صورت کی مورت بنا کر، اس میں اپنی روح کو پھونک کر بھیج رہا ہے۔ اس طرح جو آتا ہے اس کو قائم مقام یا اللہ کا نمائندہ (Allah ka representative) کہہ سکتے ہے۔ اسی کو خدا یا اللہ کا اوتار (اللہ کا نزول) کہہ رہے ہیں۔ اللہ پہلے کرشن کی طرح آیا پھر وہی کرشن ہی موشے جیسے دکھا۔ جو کرشن موشے جیسا دکھا، وہی کرشن بعد میں عیسیٰ جیسے آیا۔ درمیان میں جو موشےٰ تھا اسی کو قرآن میں موسیٰ کہا گیا۔ جیسے بائبل کے موشیٰ کو قرآن میں موسیٰ کہا گیا اسی طرح بائبل میں جس کو یسوع بلایا گیا اسی کو قرآن میں عیسیٰ کہا گیا۔ ایسا ہی بھگوت گیتا کا کرشن ہی قرآن میں موسیٰ اور بائبل میں موشیٰ ہے۔

کلِ یوگ میں عیسیٰ کے جسم میں آیا تھا۔ دواپر یوگ آخر میں کرشن اوران کی بعد کی زندگی میں موشے ۹ سال رہا۔ جب کرشن اور موشےٰ دونوں ایک ہی ہے، تو بعد میں موشےٰ اور عیسیٰ دونوں ایک ہی ہوئے۔ اسی لئے ہم نے ایک جگہ کہا کہ 'کرشن موسیٰ، یسوع عیسیٰ'۔ اس سے یہ پتا چل رہا ہے کہ پہلے جو کرشن کی طرح آیا ہے وہ ہی موشے کی طرح چند دن اور عیسیٰ کی طرح چند دن تھا۔ یہ کہنے کے لئے کہ کرشن موشے (موسیٰ) جیسا اور موسیٰ ہی یسوع (عیسیٰ) جیسا تھا۔ اس کے بارے میں بائبل، نئے اہدنامہ میں یوحنا کی انجیل باب ۵ میں ۴۶، ۴۷ جملے میں اس طرح ہے کہ

یوحنا (۵: ۴۶، ۴۷) ''اگر تم موشے کا یقین کرتے ہو تو میرا بھی کرتے، اس لئے کہ اس نے میرے بارے میں لکھا ہے لیکن جب تم اس کی لکھی ہوئی باتوں کا یقین نہیں کرتے تو میرے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کا کیسے یقین کروگے؟''

اگر ان جملوں کو غور سے دیکھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ موشے اور یسوع دونوں ایک ہی ہے۔ یسوع اپنے آپ کو موشے سے کمپار (compare) کر لینے سے اور بھی مضبوطی کے ساتھ سمجھ میں آ

رہا کہ موشے اور یسوع دونوں ایک ہی ہے۔ موشے اور یسوع دونوں ایک ہی یہ بات معلوم ہونے سے اور جو موشے جیسا تھا وہ کرشن ہی ہونے سے اور جب کرشن موشے جیسا تھا تب ہی اس نے یسوع کے بارے میں خطوں میں لکھا۔ اسلئے جب یسوع نے 'موشے' کا نام لینے پر بھی وہ کرشن کو ہی لاگو ہوتا ہے اسلئے یسوع کے باتوں میں ہی پتا چل رہا ہے کہ یسوع اور کرشن دونوں ایک ہی ہے۔ کرشن جب یسوع کی طرح آ کر جو تعلیم دی تھی وہ گرنتھ بنی۔ وہ گرنتھ اللہ کی کلام کرنے کے طریقوں میں سے، جیسا اس نے کہا کہ اپنے رسول کے زریعے کلام کروں گا اسی طرح اپنے علم کو یسوع (جو انسان کی صورت میں ہے) کے زریعے کہلوانے سے، وہ طریقہ دوسرے طریقے کے حساب سے پورا ہوا۔ اسی لئے بائبل کو 'دوسری یا درمیانی اللہ کی گرنتھ' کہہ رہے ہیں۔ دوسری اللہ کی گرنتھ میں چار خوشخبروں میں ہی یسوع کا علم ہونے سے، صرف چار خوشخبروں کو ہی 'دوسری اللہ کی گرنتھ' کہنا چاہئے۔ ٦٦ سبقوں کا بائبل میں، یسوع کی کلام صرف چار خوشخبروں کی شکل میں ہونے سے، صرف چار خوشخبریں ہی 'دوسری اللہ کی گرنتھ' کہنے کے لائق ہیں۔ چارر خوشخبروں کے سوا باقی ٦٢ سبقوں کو بائبل کہہ سکتے ہے لیکن دوسری اللہ کی گرنتھ نہیں کہنا چاہئے۔ بائبل کے ٦٢ سبقوں کو دوسری اللہ کی گرنتھ کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جو اللہ کے رسول نے کہا وہی اللہ کی گرنتھ ہوگی۔ جو انسان نے کہا وہ اللہ کی گرنتھ نہیں ہوسکتی۔

کرشن آ کر، آسمان نے کہی ہوئی علم کو آسمانی زبان سے انسانوں کی زبان میں ترجمہ کر کے بتایا۔ بعد میں یسوع کی طرح آ کے چار خوشخبروں کا علم بتایا۔ وہ دوسری اللہ کی گرنتھ بنی تو، بعد میں ٦٠٠ سال یعنی اب سے ١٤٠٠ سال پہلے، ابتدا میں منو (manuv) کو بولا ہوا سورج ہی، جبرئیل کے نام سے، جو علم پہلے منو کو کہا تھا وہی علم کو جب تھوڑا جب تھوڑا احمدؐ کو کہتا تھا۔ ٢٣ سال سورج (جبرائیل) نبی کو کلام کیا تو وہ آخر میں کتاب بنی۔ جبرائیل محمدؐ کو نظر نہ آتے ہوئے پردے کے پیچھے سے کلام کرنے سے، اللہ

اپنی علم کوانسانوں کو کلام کرنے کے تین طریقوں میں سے دو طریقوں کے مطابق پہلے ہی کلام کر چکا، بعد میں بچا ہوا طریقہ پردے کے پیچھے سے جو آخری طریقہ ہے اس طریقہ سے کلام کرنے کی وجہ سے، جب جبرائل کے زریعے کہا گیا تعلیم گرنتھ بنی تو اس گرنتھ کو' آخری اللہ کی گرنتھ' یا 'انتم اللہ کی گرنتھ' کہا گیا۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے ان تین طریقوں کے مطابق بتائی گئی تعلیمات کو تین اللہ کے گرنتھ کہنا ہی نہیں بلکہ آگے پیچھے کہی ہوئی طریقے کے مطابق ان کو اوّل، دوسری اور آخری اللہ کے گرنتھ نام آئے۔

سوال: تین اللہ کے گرنتھوں کو تین طریقوں سے تعلیم دیا گیا۔ اسی لئے تین اللہ کے گرنتھ کہہ رہے ہیں۔ تو کیا تین کتابوں میں ایک ہی علم ہیں؟ یا کچھ فرق ہے؟

جواب: ابتداء کائنات میں شروع میں آسمانی آواز نے جو علم کہا وہی علم ہی اللہ کی تین کتابوں میں ہیں۔ آسمان اپنی آواز یعنی گرج کے ذریعے جو علم بتایا وہی علم پہلے بھگوت گیتا بنی۔ بھگوت گیتا کو ہی باقی گرنتھوں میں تورات کہہ رہے ہیں۔ تورات (بھگوت گیتا) کی علم ہی انجیل گرنتھ (بائبل) میں اور قرآن گرنتھ میں ہے ،اس بات کی گواہی دیتے ہوئے قران ہی پانچوی ۵ سورح میں ۴۴، ۴۶، ۴۸، ۶۸ آیتوں میں لکھی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہے کہ تین کتابوں میں ایک ہی علم ہے۔

سوال: اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا کو 'تورات' کے نام سے موسیٰ (موشے) کو دینا ہوا۔ تو علیٰ علم رکھنے والے جبرائل نے جو تعلیم نبی محمدؐ کو دی اس میں سورح ۲ آیت ۵۳ میں ایسا کہا تھا کہ (۲:۵۳) ''یاد کرو، ہم نے موسیٰ کو گرنتھ اور حق و باتل کو فرق کرنے والی فرقان کو عطا کی تا کہ تم ہدایت پاؤ''

یہی نہیں اور ایک جگہ سورح ۲۵ آیت ۱ میں بھی کہا کہ ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے''

یہاں پر کہا گیا کہ فرقان کہلانے والی تورات موسیٰ کو دی گئی۔فرض کرتے ہیں کہ یہ بات سچ ہی ہے۔تو مسلمان کہتے ہیں کہ وہی فرقان کو آہستہ آہستہ نبی محمدؐ کو اللہ نے دیا۔اس کے مطابق یہ سمجھ میں آرہا کہ قرآن ہی فرقان ہے۔اب یہ شک پیدا ہوا کہ وہاں موسیٰ کو دی گئی تورات فرقان ہے یا یہاں نبی محمدؐ کو دی گئی قرآن فرقان ہے؟اصل میں 'فرقان' کا کیا مطلب ہے؟موسیٰ کو دی گئی تورات اور نبی کو دی گئی قرآن دو ایک ہی کتاب نہ ہونے پر بھی دونوں کو کیوں فرقان کہا گیا؟عرض کرتے ہیں کہ زرا ہمیں فہم انداز میں فرمائے؟۔

جواب: ابتداء کائنات میں آسمان نے وحی کے ذریعے علم بتائی تھی۔وحی کا مطلب 'آواز' ہوتا ہے۔آسمان کی آواز باتوں کی روپ میں نہیں ہوتی۔انسانوں کی آواز باتوں کی روپ میں ہوتی ہے۔آسمانی آواز گرج کی روپ میں ہوتی ہے۔کڑکتی ہوئی گرجوں کی علم کو سورج (جو آسمان میں بڑا سیارا ہے) نے سمجھ لیا۔سورج کے ذریعے علم اِدھر زمین پر انسانوں کو اور اُدھر کھگول میں سیاروں کو،بھوتوں کو (یعنی سیاروں سے بھی بڑے) معلوم ہوا۔سورج ہمیشہ ساری زمین کو،زمین کے سارے علاقوں کو اور سارے علاقوں کے لوگوں کو دیکھنے سے سارے علاقوں کے لوگ بولنے کی زبان کو پہچان کے سیکھ پایا۔اگر کوئی بھی شخص ایک علاقہ میں ۶ مہینہ رہا تو وہ شخص اس علاقے کی زبان کو سیکھ سکتا ہے۔تو سورج کئی سالوں سے زمیں کے پورے علاقوں پر اپنی روشنی دیتے ہوئے وہاں کی زبان کو آسانی سے سیکھ پایا۔

زمین پر پہلے شری لنکا جو ہندوستان کی جنوبی حصّہ میں ہے اس علاقہ میں تلگو (Telugu) زبان بنی۔جب سے تلگو زبان بنی تب سے ہر دن وہ زبان کو بات کرنے والوں کو دیکھ دیکھ کے سورج تلگو زبان کو آسانی سے سیکھ پایا۔اس سے پہلے آسمان نے اپنی آواز کے ذریعے جو علم بتائی اس علم کو سمجھا

ہوا سورج نے چاہا کہ اسے ملی ہوئی علم کو زمین پر بتاوَ۔ جب جنوبی ہندوستان میں ملی ہوئی لنکا میں منو نام کے شخص کو، جو علم وہ (سورج) جانا تھا اس علم کو تلگو زبان میں ہی کہا تھا۔ یہاں ایک چیز کو غور کرنا چاہیئے کہ سورج علم کو زمین پر بولے جیسا دکھنے پر بھی اور آسمان اپنی آواز کے ذریعے سورج کو علم بولنے پر بھی ،کبھی یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ان سب کی وجہ اور یہ سارے کام کسی کو بھی معلوم ہوئے بغیر جس نے کیا وہ روح ہی ہے۔ روح سارے کام کرتے ہوئے بھی ،اپنے کردار کو کہیں بھی پردا فاش نہیں ہونے دیتی۔ایسا ہی ایک طرف آسمان میں روح کی طرح رہکے علم بتائی تھی اور دوسری طرف سورج میں رہکر زمین پر منو کو علم بتائی تھی۔ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ جو ہمارا خالق ہے وہ بنا کچھ کئے گواہ کی طرح دیکھتے رہتا ہے تو دنیا کے سارے کام کرنے والا روح ہی ہے۔تین روحوں میں اللہ خالق جیسا ہو تو روح سارے کام کرنے والا (کارساز) جیسا ہے اور نفس زندگی کے سکھ دکھوں کو بھگتنے والے جیسا ہے بھگتنے والا یعنی بھوگی (احساس کرنے والا)۔وہ بھوگی یوگی کی طرح بدل نے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ پہلے اللہ (پرماتما) نے آسمان میں کی روح سے سورج کو وحی کے ذریعے علم کو پہنچایا، پھر سورج نے زمین پر منو نام کے انسان کو علم پہنچایا۔

اللہ کبھی بھی بدلنے والا نہیں ہے۔ ہمیشہ کے لئے اللہ ایک ہی ہے ایسا ہی اللہ کا علم بھی ایک ہی ہے۔زمانہ کے مطابق اللہ ہو یا اللہ کا علم ہو نہیں بدلتے۔اس لئے ابتداء کائنات میں آسمان سے بتائی گئی علم ہی زمین پر قائم رہے گی۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ پہلے بتائی گئی علم ہی آج کے زمانہ میں کئی مذاہبوں کی طرح بٹے (Divide) ہوئے لوگوں میں، تین مذاہبوں میں ہیں۔ بہت سے لوگوں کو یہ لگا ہوگا کہ تین مذاہبوں کا علم الگ الگ ہے۔ان ان مذاہب والوں کو بھی یہی لگا ہوگا کہ ُہمارا علم الگ ہے اور دوسرے مذہب والوں کا علم الگ ہےٗ۔تو یہ ان کی غلت فہمی ہے لیکن سارے مذاہبوں کا علم ایک ہی

ہے۔ دنیا میں **اللہ ایک ہی ہے اور اللہ کا علم بھی ایک ہی ہے۔** چاہے کتنے بھی زمانہ (یوگ Yug) بدلے اللہ بدل نے والا نہیں ہے ایسا ہی االلہ کا علم بھی بدل نے والا نہیں ہے۔ تو، وقت کے مطابق جیسا انسان کئی رنگین کپڑے پہنتا ہے ویسا ہی آج انسان اللہ کو کئی رنگ لگا کر دکھا رہے ہیں۔ یہ جاننا چاہئے کہ چاہے کتنے بھی رنگ لگائے نظروں میں فرق رنگوں سے ہے مگر اللہ سے نہیں ہے۔ ابتداء کائنات کا علم ہی آج خاص کر ہندو، عیسائی اور اسلام، یہ تین مذاہبوں میں ہیں۔ تو یہ چیز انسان نہیں جانتے اس لئے ہی نادانی سے 'ہمارا اللہ الگ اور ہمارا علم الگ' کہہ رہے ہیں۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ یہ بڑی غلط فہمی ہے۔

اب ہم جان گئے کہ تورات گرنتھ یعنی بھگوت گیتا ہے۔ اور یہ بھی جان گئے کہ بھگوت گیتا یعنی شروع میں آسمانی آواز بتائی ہوئی علم ہے۔ اس سے یہ پتا چل رہا ہے کہ آسمان نے بتائی ہوئی ایک ہی علم بھگوت گیتا جیسا اور تورات جیسا ہے۔ اور بھی تفصیل کے ساتھ دیکھیں تو، آسمانی علم کو سورج نے منو کو بتایا پھر وہی سورج نام بدل کر جبرائیل کی طرح آ کر محمدؐ نبی کو کہا تھا۔ جب کرتا یوگ میں سورج زمین پر علم بتا رہا تھا تب جس کا نام ''م'' لفظ سے تھا اس شخص کو چن کر، منو کو علم بتایا۔ ایسا ہی جبرائیل نام سے **کلِ** یوگ میں بھی جس کا نام ''م'' لفظ سے ہے اس شخص کو چن کر، محمدؐ نبی کو علم بتایا گیا۔ کرتا یوگ اور **کلِ** یوگ میں بھی ایک ہی لفظ کے نام کے شخص کو چنا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بولے جانے والی علم ایک ہی ہے۔ ویسے بھی بولنے والا تو ایک ہی ہے پھر بھی **کلِ** یوگ میں سورج اپنا نام جبرائیل رکھا تا کہ وہ پہچانا نہ جائے۔ یہ کسی کو نہیں معلوم کہ جس نے بھگوت گیتا بتایا اور جس نے قرآن بتایا وہ ایک ہی سورج ہے۔ چاہے دوسروں کو معلوم ہو یا نہ ہو جس نے بولا وہ ایک ہی سورج تھا اور جو علم بتایا گیا وہ ایک ہی علم تھا۔ **جب تک دنیا ہے تب تک اللہ اور اللہ کی علم بھی ایک ہی ہے۔** اگر کبھی بھی بے دین (ادھرم) بڑھ کر دین (دھرموں) کو آفت پہنچے تو، خاص طور پر اللہ اوتار لیکر پھر سے دین قائم کر کے جائیگا۔ تب

بھی پہلے کے دین (دھرموں) کو ہی پھر بتائیگا۔اس لئے ابتداء کاینات سے علم نہ بدلتے ہوئے ایک ہی علم ہے۔

سوال: کیا اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا کا علم اور آخری اللہ کی گرنتھ قرآن کا علم ایک ہی ہے؟ اگر ایک ہی ہے تو الگ الگ مذاہب کیوں بنے؟ بھگوت گیتا کو ماننے والے ہندو،قرآن گرنتھ کو ماننے والے مسلمانوں کے عملیات ،عبادتیں اور ظہور الگ الگ کیوں ہیں؟۔دونوں مذاہبوں کے طریقوں سے تو یہ نہیں لگتا کہ دو علم ایک ہیں۔جو آنکھوں کے سامنے صاف دکھ رہا ہے اس کے باوجود بھی آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہے کہ دونوں کا علم ایک ہی ہے؟

جواب: تم نے پہلے بھی اسی رادے کا سوال کیا۔اس کا جواب میں دے رہا تھا۔وہ پورا نہیں ہوا درمیان میں پھر سے ویسا سوال ہی پوچھ رہے ہو، ہر چیز کے لئے تھوڑا صبر کی ضرورت ہے۔اُبلے ہوئے چنے (chana) موسل میں پیس نے پر، وہ میٹھے پورن (sweet Dish) بننے کے لئے کم ازکم آدھا گھنٹا تو لگے گا۔ایسا ہی تمہارے سوال کا جواب پورا ہونے کے لئے کم ازکم آدھا گھنٹا تو لگے گا۔اس لئے عرض کرتا ہوں کہ جب تک میرا جواب ختم نہیں ہوتا تب تک صبر سے سونے۔جب تمہارے پوچھے ہوئے سوالوں کا مکمل جواب ملیگا تب سمجھو کہ میرا جواب ختم ہوا۔

ایک ہی سورج ہی کرتا یوگ میں سورج کی طرح،کلِ یوگ میں جبرائل کی طرح قدیم میں جو علم منو کو بتایا وہی علم کو پھر سے نبی محمدؐ کو بتانا ہوا۔ایک ہی سورج الگ الگ زمانوں میں، الگ الگ انسانوں کو ایک ہی علم کو بتایا۔مختلف زمانوں میں،مختلف انسانوں کو،مختلف ناموں سے ایک ہی سورج ،ایک ہی علم کو بتایا پھر بھی انسان کی عقل کو ایک ہی طرح کی سمجھ نے کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ علم ان کو مختلف قسموں سے سمجھ میں آئی۔اسی لئے ایک ہی علم کو پکڑ کر مختلف قوموں کی طرح بول لے کر

مختلف مذاہبوں کی طرح ،مختلف عبادتیوں کی طرح بول لے رہے ہیں۔انسان کی عقل کوسمجھنے کی طاقت اگر دنیوی معاملے ہےتو عمل (کرم) کے حساب سے طاقت آتی ہے۔لیکن دینی معاملوں میں انسان کی شردھایاتوجہ کے حساب سے طاقت آتی ہے۔**انسان الگ الگ شردھایں رکھنے کی وجہ سےاور دینی معاملوں میں ایک ہی طرح کا شردھانہ ہونے کی وجہ سےاور انسان کی شردھا کے مقام کے برابراس کے عقل کوعلم سمجھ میں آتا ہے**۔اسی لئے اللہ اوراس کا علم ایک ہی ہونے پر بھی ،انسانوں کے شردھا کے مطابق انسانوں کے عقل کووہ علم مختلف قسموں سے سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ جان لیں کہ ایک ہی جملہ بہت سے لوگوں کو کئی قسم سے سمجھ میں آنے کی وجہ صرف اس کی عقل کی شردھا میں فرق ہی ہے ۔ایک ہی بھگوت گیتا ہندؤں کوایک قسم سے،عیسائیوں کواور ایک قسم سےاور مسلمانوں کوالگ طرح سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ایسا ہی ایک ہی گرنتھ میں کا جملہ مت کے مطابق ،انسانوں کے مطابق الگ قسم سے سمجھ میں نے آنے کا موقع ہے۔ یہ اختلافات کو باہر کی دنیا میں کھولے عام دیکھ سکتے ہیں۔

جسے خدا یا بھگوان نے کہا اسے بھگوت گیتا کہتے ہیں اسی لئے ویاس نے لکھی ہوئی گرنتھ کو بھگوت گیتا نام رکھا گیا۔تو وہ علم کو خدا نے آسمانی آواز سے ترجمہ کر کے انسانوں کی زبان میں بتایا۔ آسمانی آواز نے جوعلم کہا اس علم کو خدا نے صرف آسمانی زبان سے انسانوں کی زبان میں ترجمہ کر کے بتایا ہے مگر خود سے کچھ نہیں کہا۔اسی لئے کرشن کو بھگوت گیتا نام پسند نہیں تھا۔ جب موسیٰ کو جوانی آئی تب خود کرشن ہی سپنے میں بھگوت گیتا گرنتھ کو دیا۔اس وقت گرنتھ کا نام ’بھگوت گیتا‘ نہ کہتے ہوئے ’تورات‘ کہا۔اس گرنتھ میں خاص کر نظر نہ آنے والے تین روحوں کی علم ہونے کی وجہ سے تین اندھیری راتوں کا نام بھگوت گیتا کو رکھ کر ’’تورات‘‘ کہا گیا۔ یہ جانلیں کہ تورات یعنی ’تین راتیں‘ کہلانے والی تلگو معنی ہی ہے۔آسمانی آواز نے تین روحوں کی تعلیم کو شروع میں وشو (vishw) میں بادلوں کی گرج کی

صورت میں کہا تھا۔اسی لئے کرشن کا یہ رائے تھا کہ اس گرنتھ کا نام بھگوت گیتا سے بھی تورات نام ہی مناسب ہے۔کرشن موشے کو براہ راست نہیں دیا سپنے میں دینے کی وجہ سے وہ دوسروں کے لئے غیبی گرنتھ ہوئی یعنی نہ دکھنے والی گرنتھ ہوئی لیکن وہ صرف موشے کو دکھتی تھی موشے آنکھ کھولے تو جیسے دنیا دکھتی ہے ویسے رات میں آنکھ بند کرے تو تورات گرنتھ دکھتی تھی۔رات کے وقت میں نیند جانے تک موشے تورات گرنتھ کو پڑھتا تھا۔وہ جو تورات میں پڑھتا تھا وہی باہر دنیا کے انسانوں کو بتاتا تھا۔اس طرح بولنے سے جنہوں نے موشے سے علم سنا وہ سب موشے نے جو کہا اسے موشے کی شریعت یا موشے دھرم شاستر کہتے تھے۔اس طرح موشے کے سوا دوسرے کوئی بھی تورات کو نہیں دیکھے تھے۔ جب موشے کو ۵۴ سال گزرنے کے بعد ۹ سال موشے کے جسم میں خود کرشن ہی بسر کرکے اپنی بھگوت گیتا کا علم کہنا ہی نہیں بلکہ آنے والے یسوع کے جنم کے واقعات کے بارے میں بھی کہتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا،موشے کی تاریخ ۶۳ سال کو رُک گئی۔پھر بھی انہوں نے جو علم کہا اور جو خطے لکھی وہ سب یسوع آنے تک رہتے تھے۔بعد میں یسوع کے زندگی میں خطے پورے ہوئے۔جس نے بھگوت گیتا کو کہا اسی کرشن نے موشے جیسا وہی علم کو بولنے سے، بعد میں یسوع کے روپ میں جب آیا تب بھی بھگوت گیتا کے تعلق کا علم کو ہی بولنے سے، یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ بھگوت گیتا اور چار خوشخبروں کا علم مختلف ہے اور یہ کہہ سکتے ہے کہ دو بھی ایک ہی ہے۔اتنا ہی نہیں سورج، جس نے کرتا یوگ میں منو کو علم بتایا اور جبرائیل، جس نے کلِ یوگ میں حضور محمدؐ کو بتایا، وہ دونوں ایک ہی ہونے کے وجہ سے، اوّل اللہ کی گرنتھ تورات میں جو علم ہے وہی علم آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں ہے۔جس نے اُس وقت کہا تھا اور جس نے بعد میں کہا تھا وہ دونوں ایک ہی علم کو بولنے سے، یہ کہہ سکتے ہے کہ

بھگوت گیتا (تورات) میں اورقرآن میں بھی ایک ہی علم ہے۔بھگوت گیتا میں شلوک ہےتو قرآن میں آیتوں کےصورت میں جملے ہیں۔کہی ہوئی جملوں میں اورلکھی گئی زبان میں فرق ہوسکتا ہےمگر کہی ہوئی علم دونوں میں ایک ہی ہے۔اگر گہرائی سے دیکھ پائے تو زرا بھی فرق نہیں دِکھے گا۔

انسان تین گرنتھوں سے واقف ہونے میں شعور کی کمی سے سمجھ نے کی صلاحیت نہ ہونے سے،ان گرنتھوں کوالگ الگ قسم سے سمجھ لے کر یہ بیان کرلے رہے ہیں کہ یہ الگ الگ گرنتھ ہےاور الگ الگ مذاہب ہے۔جس نے اوّل اللہ کی گرنتھ کو کہا تھا وہی سورج ہی آخری اللہ کی گرنتھ کو کہا تھا۔اسی لئے یہ کہہ سکتے ہے کہ تورات (بھگوت گیتا) اورقرآن دوایک ہی علم ہے۔وہ کرشن جس نے اوّل اللہ کی گرنتھ یعنی آسمانی آواز نے جوگرجوں کی زبان میں کہی تھی اس کو گرجوں کی زبان سے انسانوں کی زبان میں ترجمہ کیا تھا،وہی کرشن کل یوگ میں یسوع کی طرح آکر جوعلم اوّل اللہ کی گرنتھ میں تھی وہی علم بتانے کی وجہ سے ، یہ کہہ سکتے ہے کہ یسوع کی بائبل میں (دوسری اللہ کی گرنتھ)اورتورات میں (بھگوت گیتا) بھی ایک ہی علم ہے۔اس طرح تین گرنتھوں کی آگے پیچوں کوتفصیل سے دیکھیں تو یہ معلوم ہورہا کہ کس طرح وہ ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہےاوراس طرح جڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہی سب میں ایک ہی علم ہے کہہ کر معلوم ہورہاہے۔یہ تین گرنتھوں میں خاص کر تین روحوں کے بارے میں کہی ہوئی علم ہی ہے۔تو کل یوگ میں خاص طور پر’مذہب‘ نام سے ادھرم آنے کی وجہ سے یہ چیز پتا ہی نہیں چلا کہ تین گرنتھوں کاعلم ایک ہی ہے۔

آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں سورح 2 آیت 53 میں اورسورح 25 آیت 1 میں ’فرقان‘ کا لفظ استمال کرکے اللہ نے فرمایا کہ میں نے تم کوقرآن دیاہے جوفرقان ہے۔دراصل فرقان سے کیا مراد ہے؟ یہ شک بہت سے لوگوں میں ہے۔تو جب سورح 2 کی آیت 53 کہا گیا تب ایک اور

بات بھی کہا کہ یہ حق اور باطل میں فرق کر کے فیصلہ کرتی ہے۔اس کے مطابق انسان کے جسم میں شگر لیویل(Sugar Level) کوطول نے کے لئے یا ٹیسٹ(Test) کرنے کے لئے (دکھانے کے لئے) جیساڑیا میٹر(Diameter) ہے، اورانسان کی جسم کی گرمی کوطول نے کے لئے (دکھانے کے لئے) یا بتانے کے لئے تھرما میٹر (Tharmometer) ہے اور پانی کی نمک فیصد دیکھ نے کے لئے واٹر میٹر(watermeter) ہے۔بلکل ویسا ہی ایک جملہ میں یاایک آیت میں یا ایک شلوک میں علم کوطول نے کے لئے یاٹیسٹ کرنے کے لئے یا پرکھنے کے لئے فرقان کہلانے والی **حکمتِ حق وباطل** ہے یعنی فرقان سےایک جملہ کوٹیسٹ کر کے وہ حق ہے یاباطل ہے پہچان کراس کا فیصلہ کرسکتے ہے۔

درحقیقت ایک سونے کی چیز میں کتنا اصلی سونا ہے جاننے کے لئے کسوٹی (گس نے کا پتھر) کواستمال کرتے ہے۔ یہ پتھر(Touch Stone) کالے رنگ میں تھوڑاسخت(Rough) ہوتا ہے۔اس پتھر پرتھوڑا سونا گس کر، گسا ہوا سونے میں کتنا فیصد سونا ہے دیکھ کر بتا سکتے ہے۔صرف سنار کو ہی اس پتھر پرگس کر، دیکھ کے بتانے کی ہنر رہتی ہے۔سنار پتھر (کسوٹی) کے سحارے ہی سونے کوگس کر بتا سکتے ہے۔اس طرح گس نے سے ہی سونے کے چیز میں چھپی ہوئی میل یادوسرے دھاتوں(metals) کی ملاوٹ باہر پڑے گی یعنی ظاہر ہوگا۔سونے کے چیز میں چھپی ہوئی دوسرے دھاتوں کو پہچان نے کیلئے کسوٹی سے گس کر دیکھنا ہی پڑے گا۔جس طرح سونے کوٹیسٹ کررہے ہیں اسی طرح ایک گرنتھ میں کتنا علم ہے جاننے کے لئے کسوٹی جیسی روشن کتاب یاشاستر بدھ والے گرنتھ سےٹیسٹ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔اللہ کی علم کو ہی brahmavidyasastra کہتے ہیں یعنی برحم کی معنی بڑایااعلی کے ہےاورودیا کی معنی علم ہے،سارے کائنات میں سب سے بڑاصرف اللہ ہےاس لئے اس کی علم ہی سب سے بڑی علم ہےاس مقصد سے ہی برحم ودیا شاستر الفاظ استمال کیا گیا ہے۔وہ اللہ کی علم کے مطابق ہی یہ بتا سکتے

ہیں کہ کونسی کتاب میں اللہ کے قانون کے برابر علم ہے اور کونسی کتاب میں اللہ کے قانون کے خلاف (Ashaastreey) علم ہے۔علم (Shasta) کو ہی 'فرقان' کہہ رہے ہیں۔اگر فرقان کی تفصیل جاننا ہے تو وہ اس طرح ہے۔

زمین پر چھے علم ہے جن کو شٹ شاستر کہتے ہیں۔وہ چھے علم بھی فرقان جیسے ہی ہے لیکن ان میں پانچ دنیوی چیزوں کے تعلق سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ ریاضی علم (Mathematics)، علم نزوم (Astronomy)، علم کیمیا (Chemisry)، Physics، جیوتش (Astrology) آخر والی علم سب سے بڑی علم ہے۔'بڑا' لفظ کو 'برحم' بھی کہتے ہیں۔اس لئے اس علم کو 'برحم ودیا یا اعلی علم یا علمِ الٰہی' بھی کہہ سکتے ہے۔ اس بڑے والے علم کے ذریعے کونسی کتاب میں کتنا علم ہے اور کونسی بات میں کتنا علم ہے اور کونسی جملہ میں کتنا علم ہے بتا سکتے ہے۔تو آخری اللہ کی کتاب قرآن کو اللہ نے فرقان کہا، اس کا مطلب وہ بڑی علم یا بڑی شاستر ہے۔اسی کو برحم ودیا شاستر بھی کہہ رہے ہیں۔اگر قرآن برحم ودیا شاستر ہے تو وہ ابتدا میں پیدا ہوئی اوّل اللہ کی کتاب کی علم ہی ہونے سے تورات کہلانے والی بھگوت گیتا پہلی برحم ودیا شاستر ہے۔بعد میں وہی علم دوسری کتاب جیسی آئی تھی۔پھر وہی علم تیسری کتاب بن کر آئی تھی۔جب تیسری والی اللہ کی کتاب فرقان ہے تو باقی دو کتابوں کو بھی فرقان کہہ سکتے ہیں۔تین کتابوں کی روشن علم سے اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آج انسان جو عبادت کے طریقے عمل کر رہا ہے کیا وہ طریقے صحیح ہے یا غلت؟۔انسانوں میں آج جو علم ہے کیا وہ صحیح ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ تین اللہ کی کتابیں کام آتی ہیں۔یہ تین کتابیں تین فرقانوں جیسی یا تین برحم ودیا شاستروں جیسی ہے۔پس، انہی سے انسانوں کی علم کو، انسانوں کی عمل کو اور انسانوں کی مذاہبوں کو کسوٹی (فرقان) سے گس کر، ان میں علم ہے یا نہیں بتا سکتے ہیں۔تین گرنتھوں کی علم دلیل کے ساتھ ہے یعنی شاستر بدھ علم

ہی ہے۔اس لئے یہ تین گرنتھوں کی علم کو نہ سمجھ کر جہالت سے چلنے والوں کی عبادتوں میں اوران کی رسم و رواج میں کتنی علم ہے یعنی وہ عبادتیں اور رسم و رواج صحیح ہے یا غلت ہے اس بات کا فیصلہ ان تین گرنتھوں سے طول کر بتا سکتے ہیں۔

انسان تین مذاہبوں میں تین قسموں سے عبادتیں یا دعائیں کر رہے ہیں۔تین مذاہب کے لوگ جو دعایں کر رہے ہیں کیا وہ دعایں صحیح ہے یا نہیں؟اس کا فیصلہ ہم 'فرقان' کہلانے والی تین اللہ کے گرنتھوں سے اوران گرنتھوں میں کے اللہ کے علم کے فارمولاز(formulas)کے مطابق کر سکتے ہیں۔پہلے ہم ہندو مذہب کے عام انسانوں کو چھوڑ کر(کیوں کہ انہیں اللہ کیا ہے اور اللہ کا علم ہی نہیں معلوم اس لئے وہ جنات کو درختوں کو پتھروں کو پوجتے رہتے ہیں اس لئے انہیں چھوڑ دیتے ہیں)باقی پنڑت(Pandit)،سوامیا(Swamiya)اورسنیاس(Sanyas)وغیرہ لوگ(وہ اچھے سے جانتے ہیں کہ اللہ ایک ہےاس کے باوجود بھی)جوعبادتیں وہ کر رہے ہیں ان عبادتوں کوفرقان سے پرکھ کر یا طول کر دیکھتے ہیں۔ہندوؤں میں خاص کر جو 'عالم' کہلاتے ہیں یعنی جو لوگ اللہ کا علم رکھتے ہیں وہی لوگ عبادتیں کرتے رہتے ہیں۔وہ لوگ جو عبادتیں کرتے ہیں ان میں سے پہلا قسم(first type) یگن (Yagn)یا یاگ ہے۔یاگ کرنے کے لئے وید پڑھنا ضروری ہے۔جب یگن کرتے ہے تو وید پڑھتے ہوئے،sanskrit زبان کی وید منتر پڑھتے رہتے ہیں۔ان چیزوں کو اللہ انکار یا منا کر رہا ہے۔بھگوت گیتا کہلانے والی فرقان کواستمال کر کے دیکھیں تو یہ معلوم ہو رہا کہ باہر کے یگن علم نہیں ہے۔اس گرنتھ کے شروع میں ہی دعا کے بارے میں تھوڑا الکھ چکے تھے۔اس طرح ہم نے کتنا صاف تفصیل بیان کر کے سچ بتانے کے باوجود بھی،ہماری بات سنے بغیر،انکی آدت کے برابر وہ کرتے ہوئے،ان کو جو معلوم ہے وہی سچ سمجھ رہے ہیں۔وہ اس طرح سمجھنے سے ہمیں کچھ نقصان نہیں ہو رہا

ہے لیکن وہ اللہ کی بات کے خلاف چلنے والے ہو رہے ہیں۔اس کے وجہ سے اللہ کی بات کو خامی پہنچ رہی ہے۔اللہ کی عزت کو ٹھیس پہنچ رہی ہے،اسلئے اللہ نے خود علم میں حق اور باطل کی فرق کر کے فیصلہ کرنے کے لئے فرقان کو دیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کونسی علم صحیح ہے اور کونسی علم صحیح نہیں ہے۔وہی روشن علم کے ساتھ جو اس کے کتاب میں موجود ہے اسی علم کے ذریعے ہی حق و باطل کا فرق جان سکتے ہے۔

اب ہمارے خود سے ہم کچھ بھی نہ کہتے ہوئے علم میں حق اور باطل کا فیصلہ صرف اللہ کی کتابوں میں فرقان جیسی علم سے ہی کر کے بتائینگے۔یہ پوری کوشش صرف اسلئے ہے تا کہ اس سے تمام لوگ اللہ کے ارادہ کے مطابق چلیں۔مذاہبوں میں فرق کئے بغیر خالص علم (Pure Knowledge) کو بتانا ہی ہمارا فرض سمجھتے ہیں۔آج ہر انسان کو مذہب کہلانے والی روگ لگ گئی ہے۔یہ مذہب کا روگ ،ایک بیماری کی طرح انسان کی ہر نس میں حضم ہو گیا ہے۔ایک چھوٹی سی مثال سے دیکھتے ہیں کہ یہ کیسے ان کے اندر یہ بیماری حضم ہوئی۔اگر اس معاملہ کو غور کرے تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ انسانوں میں کتنی گہرائی سے مذہب جگہ بنالیا۔آج تین مذہب والے جن کتابوں کو اپنے کتاب کہہ رہے ہیں وہ بھگوت گیتا،بائبل اور قرآن کو ہم اللہ کے کیا بیں کہہ رہے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ یہ تین اللہ کے کتابیں کیسے بنے تھے۔ہم جانتے ہے کہ تین کتابوں (گرنتھوں) میں ایک ہی علم ہے اور وہ علم ابتداء کائنات میں اللہ نے کہی ہوئی علم ہی ہے۔اس لئے ہم تین کتابوں کی برابر عزت کرتے ہیں۔ہمارے ارادہ سے برابر ہوئے جیسا آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں اللہ نے اس طرح کہا کہ (5-68) **''اے اہل کتاب!تم دراصل کسی چیز پر نہیں جب تک کہ تورات وانجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہاری رب کی طرف سے اتارا گیا ہے (قرآن) کو قائم نہ کرو''**۔اسی لئے ہم سب کو کہتے ہیں کہ تین اللہ کے کتابوں کو

پڑھیئے۔تین کتابوں میں بھی اللہ کی باتیں ہی رہنے سے بغیر مذہبی فرق کے،کوئی بھی مذہبی ہو بنا حسد کے باقی دو کتابیں جن کو مذہبی کتابیں نام دیا گیا ان گرنتھوں کو پڑھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ہم تین کتابوں کی یکساں عزّت کرتے ہوئے یہ بات کہا تھا۔

اچھی بات ہی تو کہا تھا نا! یہ سمجھ کر بعض ہندوں جیسے وہ بھگوت گیتا کو عزت سے پڑھے تھے ویسا ہی بائبل کو بھی پڑھنا ہوا۔ایسا ہی بعض عیسائی جیسے وہ اپنی بائبل کی عزّت کرتے ہیں ویسا ہی بھگوت گیتا کی بھی عزت کرتے ہوئے،عقیدت کے ساتھ بھگوت گیتا پڑھے تھے۔اب دونوں مل کر قرآن کو پڑھنا چاہا تھا۔مسلمانوں نے ایک اصول(condition) رکھ لیا کہ وہ اپنی قرآن کو صرف عربی زبان میں ہی پڑھے نگے۔لہذا،قرآن ذیادہ تر عربی زبان میں ہی بنی ہوئی ہوتی ہے۔تو آج کل مسلمان اپنی قران کو ہندو بھی پڑھنا چاہئے سمجھ کر،اسی مقصد سے مسلمان تلگو زبان میں قرآن بنا کر مفت میں دینے کی اشتہارات(Advertisement) بھی کئے۔اس اشتہار کو دیکھ کر ہم نے پوچھا کہ 'قرآن ہم کو ضروری ہے،ہمیں پڑھنا ہے اس لئے ہمیں دیجئے'۔تب انہوں نے چند شرطیں بتائے جو پہلے نہیں تھے۔سب باتیں یہاں پر زکر کرنا بے کار بات ہوتی ہے۔انہوں نے جو کہا اس میں ایک خاص بات بتائے تو ایسا ہے۔اس نے کہا کہ آخری میں آئی ہوئی قرآن ہی سب سے اہم ہے۔یہ آنے کے بعد اب باقی کتابیں ضرورت نہیں ہے۔لہذا،جو شخص باقی کتابوں کو چھوڑ کر قرآن کو ہی اعلی یا بڑی مانتا ہے اسی کو ہم لوگ کتاب کو مفت میں دیتے ہیں۔تو جب ہم نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو ہمیں کتاب نہیں چاہئے کیوں کہ ہم سارے کتابوں کو اور سارے مذاہبوں کو یکساں دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک کتاب ہی اعلی ہے،باقی کتابیں اعلی نہیں ہے۔اگر ہم ایسا کہیں گے تو وہ مذہبی تعلیم ہوگی لیکن عرفان یا علم کی تعلیم نہیں کہلا یگی۔ہم نے قرآن کی آیت کے مطابق ہی سب کو تین

کتابیں پڑھنے کے لئے کہا لیکن یہ ہماری خود کی بات نہیں ہے۔ہم نے قرآن کو اللہ کی بات کی عزت کرتے ہوئے وہاں پر کہی گئی (5-68) آیت کے مطابق ہم قرآن کو پڑھنا چاہے تھے لیکن صرف قرآن ایک ہی اعلی ہے اور باقی کتابیں اعلی نہیں کہنا ہمارے علم کی اور ہمارے مقصد کے خلاف ہوگا۔اس لئے ہم آپکے اصولوں کے تحت نہیں رہ سکتے ۔جب ہمیں لازمی لگے گا تب ہم خود اپنے پیسوں سے قرید کر پڑھنگے، آپکی مفت کی کتاب ہمیں نہیں چاہئے کہا تھا۔

اس سے پہلے، سال کے نیچے حیدراباد میں ترومليش (tirumalesh) نام کا شخص بس (bus) پر مفت کی قرآن کی اشتہار کو دیکھ کر قرآن مانگا تھا۔تب انہوں نے کہا کہ' ہم کتاب دینگے آپ ہمارے ساتھ آیئے۔' انکے ساتھ جانے کے بعد اس کو مسجد میں بٹھا کر چار مسلا مانوں نے دو گھنٹے اسلام کا تعلیم دیکر، آخر میں اس کو نماز پڑھا کر، یہ کہا کہ آج سے تم مسلمان ہو گئے ہو اور آج سے ہر دن تم قرآن پڑھو اور نماز پڑھا کرو' اس طرح بول کر بھیج دئے۔دوسرے انسان کی پسند اور ناپسند کو معلوم کئے بغیر اس طرح کرنا کیا یہ مذہب میں داخل کرنا نہیں ہے؟ جن لوگوں کو اہمیت نہیں معلوم انہیں اللہ کے بارے میں بتانا اور جن کو ایمان، عقیدت نہیں ہے ان کو قرآن کے بارے میں بولنا اللہ کی عزت کو ٹھیس پہنچائے جیسا نہیں ہوا کیا؟ ہمارے حساب میں سارے مذاہب کے علم ایک ہی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ سارے مذاہب کا اللہ ایک ہی ہے۔قرآن اللہ کی کتاب ہے، یہ بات جان کر ہم اس کی (5-68) آیت کو اللہ کی بات مان کر، ہندوؤں کو قرآن پڑھنے کے لئے اور جیسے وہ بھگوت گیتا کی عزت کرتے ہیں ویسا ہی قرآن کی بھی عزت کرنے کے لئے کہیں تھیں۔ایسا ہی عیسائیوں سے کہا کہ اپنے بائبل کو جتنی عزت سے دیکھتے ہیں اتنی ہی عزت کے ساتھ قرآن کو بھی دیکھیں۔لیکن ہم نے اس طرح کبھی بھی نہیں کہا کہ یہ بڑی ہے اور وہ چھوٹی ہے۔ایک ہی مذہب اور ایک ہی مالک کو عزت کرنے والے سب، یہ

کیوں نہیں سمجھتے کہ سارے مذاہبوں کا بڑا بھی ایک مالک ہی ہے۔ جیسے انسان بول رہے ہیں ویسے اللہ نے اپنی کتابوں میں کہیں بھی کہا ہے کیا؟ زرا بتایئے۔ قرآن اپنے سے پہلے آئے ہوئے کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، یہ بات اللہ نے سورح ۵:۴۸ میں کہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس آیت کے آخر میں یہ بھی کہا کہ ''**تیرے پاس آئی ہوئی حق کو چھوڑ کر انسانوں کی خواہشوں کے پیچھے مت جایئے۔**'' حق کے ساتھ آئی ہوئی قرآن کہہ رہی ہے کہ تین کتابوں میں بھی سچ ہی ہے تو جو لوگ اللہ کی اِس بات کے خلاف باتیں کریں گے ان کی نہ سننے کے لئے آیت کے آخر میں کہا گیا۔ ان جملوں کے مطابق اللہ کی بات کی عزت کرتے ہوئے ہم یہ یقین کر رہے ہیں کہ یہ تین گرنتھ بھی حق کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ اسی لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ تین مذاہب والے تین گرنتھوں کو فرقان کی طرح لیکر 'مذہب' نام کے پردے میں غلت قدم مت ڈالئے۔ انسان انسان کی طرح رہنا چاہئے۔ اگر مذہب کا رنگ لگالیا تو اللہ سزا دینے والا جیسا رہے گا۔ اللہ نے کہا کہ 'میرا کلام تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے'۔ ایک مرتبہ (81-27) آیت غور کیجئے۔ ''**یہ تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے۔**'' یہاں پر تمام انسانوں کے لئے کہا گیا ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی ہے۔ جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب میں ہو وہ مسلم کہلائے گا۔ '**مسلم**' لفظ کی معنیٰ '**ایمان**' کے ہے۔ جس کو ایمان ہے وہ کونسے بھی مذہب میں ہو ایمان والا ہی ہوگا۔ یعنی مسلم ہی ہوگا۔ یہی بات قرآن میں (6-90) آیت میں کیا کہا گیا ہے ایک بار دیکھئے۔ (6-90) ''**یہی لوگ (اللہ پر ایمان رکھے والے) ہے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی۔ سو آپ بھی ان کے راہ پر ہی چلیں۔ ان سے اس طرح کہہ دو کہ میں اس کے بدلہ میں تم سے کسی طرح کا بھی معاوضہ (پھل) نہیں چاہتا۔ یہ تو تمام جہاں والوں کے واستے صرف ایک نصیحت ہے۔**'' یہاں پر اللہ کی بات کے مطابق اللہ پر ایمان رکھنے کے لئے کہا

گیا تا کہ اس سے اللہ کی ہدایت پا سکے۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا کہ '**ایمان والے سے کوئی معاوضہ (پھل یا return) نہیں چاہوں گا**' اس بات کے مطابق اللہ پر ایمان رکھنے کے لئے کہہ سکتے ہے مگر تیرا مذہب چھوڑ کر یہ **مذہب** میں آنے کے لئے کہنا تو پھل چاہنا ہی ہوا نا! اس طرح چاہنے کے لئے اللہ نے نہیں کہا۔ یہ صرف ایک مذہب کو ہی محدود نہیں ہے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کے واستے قرآن ہے۔ خوب غور کریں تو یہ آیت کے آخر میں ایسا کہا گیا۔ ''**یہ تو صرف ایک نصیحت ہے**''۔ اس کے مطابق اس کا یہی مطلب ہوا نا کہ یہ ایک کتاب کے علاوہ باقی کتابیں بھی سب کے لئے نصیحت ہے۔ '**تمام جہاں والوں کے لئے**' مطلب 'سارے مذاہب والوں کے لئے' ہے۔ 'صرف **ایک** نصیحت' یعنی اس کے علاوہ بھی اور نصیحتیں موجود ہیں۔ قرآن پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ سورح 48-5 میں کہی ہوئی اس بات کو کبھی بھی نہیں بھولنا چاہئے۔

اللہ نے 'علم' کہلانے والی بنیاد پر اپنی تعلیم کو بیان کیا تو انسان اس بات کو چھوڑ کر مذہب کے بنیاد پر اللہ کی تعلیمات کو دکھا رہے ہیں۔ اس لئے کونسا سچ ہے اور کونسا جھوٹ ہے اس بات کا فیصلہ کرنے کے واستے اپنے روشن گرنتھوں کو فرقان بنا کے ہمیں دیا ہے۔ قائدوں کے مطابق فرقان جیسا جو اللہ کے گرنتھ ہیں ان گرنتھوں کو بھی انسان مذہب کا میل لگا کر بدلانا چاہتا ہے۔ چاہے کوئی کتنا بھی لاعلم یا جہالت کو ملانے پر بھی فرقان فرقان ہی رہے گی لیکن وہ بدلنے والی نہیں ہے۔ ہم نے ٹھان لیا یا ہم نے یہ فیصلہ لیا کہ انسانوں کی عملیات میں، باتوں میں اور عبادتوں میں کتنی جہالت بسی ہوئی ہے یہ دکھا کر رہیں گے۔ ظاہری طور پر ان لوگوں نے کہا کہ جو کتاب فرقان کی طرح ہے اس کو ہم مفت میں دینگے لیکن انکے شرطوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ انکے اندر کا مقصد مذہب کو پھیلانے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ جو لوگ سارے مسلمانوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کو عربی زبان میں ہی

پڑھواور اگر عربی زبان نہیں آتی ہے تو عربی سکھ کے پڑھو لیکن تلگو میں مت پڑھو کہہ رہے ہیں۔آج ہندوستان میں مسلمان عربی نہ آنے کی وجہ سے 80 فیصد مسلمانوں نے قرآن ہی نہیں پڑھا۔انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ اللہ نے قرآن میں کیا کہا ہے۔اگر جو زبان آتی ہے اس زبان میں ہو یا تلگو زبان میں ہو پڑھنا چاہا تو کہہ رہے ہیں کہ ایسے نہیں پڑنا چاہئے، جو شخص مسلمان ہے اسے صرف عربی زبان میں ہی قرآن کو پڑھنا چاہئے ۔اس طرح ان کے مذہب کے بڑے (علماء) مذہبی اصول کو بتانے سے عام مسلمان نہیں پڑھ پا رہے ہیں۔

عربی زبان میں ہی قرآن پڑھنا چاہئے ،اس اصول کے وجہ سے کئی مسلم جو تلگو زبان جانتے ہے وہ بھی قرآن سے دور ہو رہے ہیں۔اور قرآن کو عربی میں نہیں پڑھ پا رہے ہیں۔تو آج تلگو زبان میں کئی ترجمہ کے قرآن تیار ہوئے۔تلگو زبان کے کئی اسلام پنڈتوں نے قرآن کو تلگو میں ترجمہ کر کے کتابیں بنائے۔لیکن اصول کے مطابق تو تلگو میں مسلمان قرآن نہیں پڑھنا چاہئے نا!۔تو پھر تلگو زبان میں قران کو کیوں لکھا گیا؟ اور کون پڑھنے کے لئے لکھا گیا؟ اس طرح لکھنے میں ان کی مقصد کیا ہے؟ اگر یہ سونچے تو انکا ارادہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تلگو زبان کے ہندوؤں کے لئے تلگو قرآن بنائے۔ ہندوں قرآن کو پڑھ کر، انکی مذہب کے طرف آنے کی سونچ کے علاوہ اس میں کچھ خاص نہیں ہے۔اس لئے جو ہندوں قرآن مانگ رہے ہیں پہلے اس کو مذہب کے بارے میں بتا رہے ہیں۔اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے مذہب کو اپنانے پر ہی اللہ کا راہ ملے گا۔عیسائیاں بھی مذہب پھیلانے کے لئے ،اصولوں کے بغیر اپنی کتاب کو ہندوؤں کو مفت میں دے رہے ہیں۔اسی مقصد سے مسلمان بھی کہہ رہے ہیں کہ قرآن کو ہم مفت میں دینگے۔لیکن وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ پہلے ہماری مذہب میں داخل ہو جائے اور ہماری مذہب ہی بڑی ہے، آخر میں آئی ہوئی قرآن کے بعد کوئی اور کتاب کی

ضرورت نہیں ہے، جو کتابیں اب تک آپ لوگ پڑھ رہے تھے ان سے بھی قرآن گرنتھ ہی اعلی ہے اور قرآن آنے سے پہلے بھگوت گیتا اور بائبل کی اہمیت ہوتی تھی لیکن اب قرآن آخری کتاب بن کر آئی ہے اور آخر میں آئی ہوئی یہ کتاب کے بعد کوئی بھی کتاب اہم نہیں ہے، اس لئے قرآن کو یقین کر کے اسلام مذہب میں داخل ہو جایئے۔

یہ سب دیکھنے کے بعد جب اللہ نے خود کہا کہ قرآن تمام انسانوں کے واستے ہے تو انسان کہہ رہے ہیں کہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی ہے اس لئے مسلمان بن جاؤ۔قرآن کی کلام کے خلاف ،قرآن کے پیچھے مذہب کو پھیلا رہے ہیں۔ اللہ کے لئے تو سب مذہب یکساں ہے،اسی لئے اس نے کہا تھا کہ 'قرآن تمام انسانوں کے لئے نصیحت نامہ ہے'اس طرح ہم کہہ رہے ہیں تو وہ لوگ 'نہیں نہیں یہ تو صرف مسلمانوں کے لئے' ہی ہے کہہ رہا ہے۔آخر میں ہمارے جیسے لوگوں پر بھی مذہب کا رنگ لگانے دیکھ رہے ہیں۔ یہ مذہب کی بیماری صرف ایک مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ تمام مذاہبوں میں بنا کچھ کمی کے ہے۔تو عیسائیاں مذہب کا نام لئے بغیر ہندوؤں کو بائبل دے رہے ہیں۔ وہ بھی مذہب کو پھیلانے کے لئے ہی کرنے پر بھی یہ بات ظاہر نہ ہوتے ہوئے صبر سے کام لے رہے ہیں۔مسلمان بھی کہہ رہے ہیں کہ قرآن کو مفت میں دینگے لیکن وہ صاف ظاہر ہو جا رہے ہیں کہ وہ یہ سب مذہب کو پھیلانے کے واستے ہی کر رہے ہیں۔عیسائی بھی مذہب کو پھیلانے کے لئے ہی بائبل کو مفت میں دے رہے ہیں لیکن وہ اپنی مقصد کو ظاہر کئے بغیر بہت احتیات سے دے رہے ہیں۔ مسلمان عیسائیوں سے کم کتاب ہی مفت میں دئے تھے لیکن وہ ایسا برتاؤ کر رہے ہیں کہ اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کیوں دے رہے ہیں اور انکے دینے کے پیچھے مقصد کیا ہے۔

اللہ کے ارادہ میں مذہب نام کی چیز ہی نہیں ہے۔اسی لئے جو شخص جس مذہب میں

پیدا ہوا، وہ شخص اسی مذہب میں رہتے ہوئے ، مذہب کو بدلنے کی مقصد کئے بغیر علم حاصل کرنے کے لئے ،اس نے اپنی تعلیم تمام انسانوں کے لئے اور تمام مذاہب والوں کے لئے ملا کر کہا تھا لیکن اس نے یہ کہیں نہیں کہا کہ میرے لئے صرف فلانا مذہب ہی اہم ہے۔اللہ کی علم کو دیکھیں تو یہ سمجھ میں آ رہا کہ مذہب کو بدلنا اور مذاہب کو پھیلانا، یہ چیزیں صحیح نہیں ہے اور جہالت ہے۔اس لئے ہماری تحریروں میں **'مذہب بدلنا دیودروح اورمہا پاپ'** ہے گرنتھ لکھے تھے۔یعنی مذہب بدلنا مطلب اللہ کے ساتھ غداری کرنا اور بہت بڑا گناہ ہے۔اللہ نے مذہب کا زکر کئے بغیر انسان کہلانے والے کو استمال ہوئے جیسا اپنی تعلیم دی ہے۔انسان سے مراد جس کے پاس من ہوتا ہے اسے انسان کہا جاتا ہے ۔ وہی طریقہ کو ہم عمل کرتے ہوئے تین مذاہبوں پر حسد کے بغیر علم کو بتا رہے ہیں۔اس لئے سارے مذہب والے میرے پاس اللہ کی علم کو حاصل کرر ہے ہیں۔

ادھرم اللہ کے خلاف ہے ان میں سے کرتا(Kruta)،تریتا(Traita)،دواپر یوگوں(Dwapara) تک صرف چارادھرم ہی رہتے تھے۔اب کل یوگ (Kali Yug) میں پانچواں ادھرم 'مذہب' ان میں شامل ہوگئی ہے۔مثال کے طور پر ہم نے فرقان سے فرق کر کے یہ دیکھ چکے تھے کہ دین کے نام سے بے دین (ادھرم یا مذہب) کیسے انسانوں میں بسا ہوا ہے۔قرآن کو فرقان کی طرح استمال کر کے ،اس کی سورح ۵ کی ۴۸، ۶۸ آیتوں کے مطابق یہ جان گئے کہ انسانوں میں مذہب کس طرح اللہ کے خلاف ہے۔اللہ نے آسمانی آواز (آ کاش وانی) کے ذریعے جو علم کو کہلوایا وہی علم زمین پر تین گرنتھ بنی۔وہ تین گرنتھ ہی علم اور لاعلم کو فرق کر کے فیصلہ کرنے والے فرقانوں کی طرح ہیں۔آخری اللہ کی گرنتھ قرآن جو فرقان ہے، جب قرآن کی علم میں 'مذہب' کی میل بھر کر،اس کی علم کو جب آفت پہنچے گی تب وہی گرنتھ کو فرقان کی طرح استمال کر کے علم اور لاعلم کی فیصلہ

کر کے بتا سکتے ہیں۔اب قرآن کو آڈھے رکھ کراس کے نام سے اُکساتے ہوئے اس میں جونہیں کہا گیااس **مذہب** کو پھیلا رہے ہیں۔وہ آخری اللہ کی کتاب قرآن کے مطابق اوراسکی علم کی مطابق ہی ہم بات کرر ہے ہیں کہتے ہوئے، ہمارا مذہب ہی اعلی ہے اور ہمارا ہی سچا علم ہے کہہ رہے ہیں۔وہ قرآن کو اعلی کہتے ہوئے،اس کے بہانے **مذہب** کو پھیلا رہے ہیں۔اس کے توڑ میں فرقان کی طرح میں نے قرآن کو استمال کیا۔اس کی **27-81**،**90-6** آیتوں کو استمال کر کے یہ سابت کر دیا کہ قرآن میں **مذہبی** تعلیم نہیں ہے۔ایسا ہی **48-5** اور **68-5** آیتوں کو استمال کر کے یہ بتایا کہ ’’قرآن کہتی ہے کہ باقی دو کتابیں بھی سچ ہے اور جو شخص جب تک یہ تین کتابیں نہیں پڑھتا تب تک وہ کسی بھی دین یا دھرم میں نہیں ہیں‘‘۔قرآن فرقان (کسوٹی) ہے تو اس میں کے **81-27,6-90** آیتوں سے اور **5-48,5-68** آیتوں سے اس کسوٹی پر گھس کران لوگوں کی باتوں میں کی علم اور جہالت کو ظاہر کئے۔یہ چار آیتوں سے یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کے باتوں میں صرف **مذہب** نام کی جہالت ہے مگر اللہ نام کی علم نہیں ہے۔اس واقع سے یہ معلوم ہو گیا کہ جیسے اللہ نے کہا کہ ویسے **’قرآن، حق اور باطل میں فرق کر کے فیصلہ کرنے والی فرقان ہے‘**۔اللہ کی یہ بات اس واقعے سے سابت ہوگئی۔قرآن کو ہی فرقان کی طرح استمال کر کے ان لوگوں کی جہالت کو ظاہر کیا جو قرآن گرنتھ کو اعلی کہتے ہوئے اس کے آڈھ میں **مذہب** کو پھیلا نا چار ہے ہیں۔اس سے یہ سابت ہو گیا کہ **قرآن فرقان ہے**۔

بھگوت گیتا یا تورات کو ہی آج ہم ’اوّل اللہ کی گرنتھ‘ کہہ رہے ہیں۔وہ گرنتھ کی علم ہی باقی دو گرنتھوں کی طرح آئی ہیں۔اللہ نے جو علم کہا وہ ایک ہی ہے لیکن وہ علم تین گرنتھوں کی طرح تیار ہوئی۔تین گرنتھوں کو آڈھے رکھ کے تین **مذاہب** تیار ہوئے۔تین گرنتھوں کی سائے میں تین **مذاہب** بننے پر بھی،ان میں سے ایک **مذہب** بھی گرنتھ کے مطابق نہیں چلے۔ان کے **مذہب** کے بڑوں نے

جیسا کہا ویسا چل رہے ہیں مگر گرنتھ میں اللہ نے جو علم کہا اس کے مطابق نہیں چل رہے ہیں۔تین مذاہب والے اپنے اپنے مذاہبوں کو develope کرنے کے کام میں مصروف ہو گئے لیکن علم کے مطابق کوئی نہیں عمل کر رہا ہے۔تین مذاہبوں میں جو جہالت ہے اس کو ان کی مذہبی گرنتھوں کو ہی فرقان کی طرح استمال کر کے انہیں ان کے اندر بسی ہوئی جہالت اور علم کو طول کر بتانا ہی پڑے گا۔اگر ایک ہندوں جہالت سے بات کیا تو اسے اسکی کتاب بھگوت گیتا کو فرقان کی طرح بنا کر ان میں کتنا علم ہے اور کتنا لاعلم ہے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔جس مذہب کے شخص کو اسکی مذہب کی کتاب کو ہی فرقان کی طرح استمال کرنا ہوگا۔ہندوؤں کے لئے بھگوت گیتا کو فرقان بنانا چاہئے لیکن بائبل یا قرآن کے ذریعے نہیں بتانا چاہئے۔اس لئے اللہ تین مذاہبوں کی جہالت کو ظاہر کرنے کے لئے تین گرنتھوں کو فرقانوں کی طرح دیا ہے۔

مثال کے طور پر ہم نے دیکھا کہ قرآن کیسے فرقان کی طرح استمال ہوئی اور وہ کس طرح اپنے آیتوں سے مذہب کہنے والوں کی منہ بند کروائی ہے۔اسی طریقہ سے کسی بھی مذہب کی جہالت کو بھی اس مذہب کی گرنتھ سے ہی ان کی مذہبی گرنتھ کے جملوں سے ہی فیصلہ کر کے بتا سکتے ہیں۔تین مذہبی کتابیں تین فرقانوں کی طرح ہیں۔اس لئے ہر جگہ یہ تین کتابوں سے ہی ان مذاہبوں کی جہالت کو اور علم کو ظاہر کر سکتے ہے۔اب تک مذہب کو پھیلانا،خود کی مذہب سے لگاؤ یا پیار،دوسرے مذاہبوں سے حسد وغیرہ اس طرح کے جہالت کو فیصلہ کر کے دیکھ چکے۔اسی طرح انسان کی ہر ایک عمل کو یا انسان کی ہر ایک کام کو بھی پرکھ کے بتا سکتے ہیں۔اب ہم انسان جو دھیان یا نماج یا دعا کرتا ہے ان میں کتنا علم اور کتنا جہالت ہے جاننے کے لئے تین مذاہب والوں کے لئے تین کتابیں استمال کر کے دیکھتے ہیں۔فرقان کو استمال کر کے دیکھنے کے بعد،فرقان کو استمال کر کے فیصلہ کرنے کے بعد،ان ان

مذاہب والوں کے لئے ان کی مذہبی کتاب کو ہی فرقان بنا کر،علم اور جہالت کا فیصلہ کرنے کے بعد بھی، جو لوگ فرقان کی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی علم کو ہی سچ سمجھتے ہیں اور اپنی عمل کو ہی صحیح عمل سمجھتے ہیں ویسے لوگوں کو ذ ڈی لوگ کہہ سکتے ہیں۔ ویسے لوگوں کو اللہ کی کتابیں اعلی نہیں دکھتے مگر انکے بڑوں (علما،استاد،گرو) کی باتیں ہی عظیم دکھتے ہیں۔ دِکھاوے کے واستے اللہ کو بڑا کہتے ہوئے اللہ کی باتوں کو حساب نہ کرتے ہوئے انسانوں کی باتوں کو یعنی انکے بڑوں کی باتوں کو سننے والے اللہ کو بڑا کہنا دھوکا دہی نہیں ہے کیا!

سوال: صورتِ حال آیا ہے اسی لئے پوچھ رہا ہوں کہ اللہ کی دی ہوئی کتاب کو چھوڑ کر انسانوں نے لکھی ہوئی کتابوں کو اعلی کہہ سکتے ہے کیا؟ بعض لوگ ایک طرف اللہ کی کتاب کو اعلی کہتے ہوئے، اس کے برابر ان کے بڑوں نے لکھی ہوئی کتابوں کو بھی پڑھتے ہوئے، اللہ کی کتاب کی باتیں چھوڑ کر، انسانی کتابوں کی باتوں کو عمل کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانوں کو اللہ کے برابر نہیں دیکھنا چاہئے، اس طرح کے باتیں کہتے ہوئے وہ خود اللہ کے باتوں کو چھوڑ کر انسانوں کی باتوں پر زیادہ عمل کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنا غلت نہیں ہے کیا؟ اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے، پردے کے پیچھے سے اور وحی کے ذریعہ علم کو بتایا تو اس کو بھی ہیزاک (hijack) کر کے اپنے قابو میں لیکر، انہوں نے جیسا کہا ویسا ناٹک کرنے والے بھی ہیں۔ اگر فرقان کو استمال کر کے دیکھیں تو فرقان کے مطابق ایسے لوگوں کو کیا کہنا چاہئے؟

جواب: یہ معاملہ ایک مذہب میں ہی نہیں بلکہ ہر مذہب میں بھی یہی حال ہیں لیکن بعض جگہ باہر نظر آئے جیسا ہے۔ بعض جگہ مطلب بعض مذاہبوں میں باہر نظر آئے بغیر ہے۔ ہندو مذہب میں ہندوؤں کی کتاب بھگوت گیتا کہتے ہیں لیکن صرف وہ باتیں تک ہی رہ گئی ہے۔ بھگوت گیتا کو نہیں پڑھنا چاہئے

کہنے والے بھی آج سچے ہندوؤں کی طرح سماج میں نام پائے ہیں۔بھگوت گیتا کوگھر میں نہیں رکھنا چاہئے کہنے والے بھی ہندوسماج میں بڑے مقام پر ہیں۔بھگوت گیتا تو ہندوؤں کی کتاب ہی نہیں ہے اس طرح کہنے والے ہندو مذہب کے بزرگ بن کر ہیں۔اس طرح آج ہندوسماج یہ حالت میں ہے کہ ان کو یہ تک نہیں معلوم کہ ان کی اصل کتاب بھگوت گیتا ہے۔ ہندوؤں میں آدھے سے اوپر لوگوں کو بھگوت گیتا کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہے۔اگر کوئی عقیدت مند بندہ ہوتو وہ راماین، بھارت پڑھا ہوگا لیکن بھگوت گیتا کو پڑھا نہیں ہوگا۔اس طرح اللہ نے دی ہوئی کتاب کو چھوڑ کر باقی کتابوں کی طرف رجوع ہونے والے بھی ہے۔رامائن سے لیکر کئی کتابیں، پران، ویداور اُپنشد پڑھنے سے اصلی اللہ کو چھوڑ کر دیوتاؤ کو(جنّات کی) جو اللہ نہیں ہیں انکی عبادت کرنا شروع کئے تھے۔اگر اس بات کو پرکھنے کے لئے بھگوت گیا کوفرقان بنا کر دیکھیں تو اس کتاب میں کئی جگہ یہ کہا گیا کہ شرک (غیر اللہ کی عبادت)نہیں کرنا چاہئے۔شرک کے وجہ سے انسان گمراہ ہورہا ہے بول کر راج ودیا راجگہیا یوگ میں ۲۳،۲۴،۲۵ شلوکوں میں کہا گیا۔اگر ان شلوکوں کوفرقان بنا کر دیکھیں تو انسان کی غلطی معلوم ہورہی ہے یعنی یہ معلوم ہورہا کہ شرک یا غیر اللہ کی عبادت کرنا جہالت ہے۔

شلوک ۲۳: ے پیانیا دیوتا بھکتا یج نتے شرڈہ یا نوتاہ ۱

تے پِ ماميو کونتے یا ! یجے نتیا ودھ پوروکم ۱۱

مطلب:''جو شخص عقیدت کے ساتھ دوسرے دیوتاؤ کی عبادت کررہا ہے وہ شخص ہر جگہ پھیلا ہوا میری ہی عبادت کئے جیسا ہوگا لیکن وہ راہ سے ہٹ کر چل رہا ہے اور وہ عبادت غیر مناسب طریقہ سے ہے،اسی وجہ سے اس کی بھکتی مجھ تک نہیں پہنچتی''۔

شلوک ۲۴: احم حِ سروا یگنا نام بھوکتاچ پرابھوریوچ ۱

نتوما مبھی جانتتی تتوینا تسچے ونت تے ۱۱

مطلب: تمام دیوتاؤں کو کیئے جانے والی عبادتوں میں اور یگنوں میں، میں ہی ہوں اور مالک بھی میں ہی ہوں۔ جو مجھے حقیقی حالت میں نہیں جانتے وہ سب کو سکھ (جنت) ملے گا بعد میں وہ ختم ہو جاتے ہی دکھ (دوزخ) ملے گا لیکن نجات (آخرت) نہیں ملے گی۔

شلوک ۲۵: یانتی دیوورتان دیوان، پترون یانتِ پتروورتا ۱
بھوتانی یانت بھوتیجیاہ یانتِ مدیاجِ نوپِ مام ۱۱

مطلب: جو دیوتاؤ کا عبادت کرے گا وہ دیوتاؤ کو پائے گا (یعنی ان میں داخل ہوگا)۔ جو پتر اور دیوتا وٗں کی عبادت کرے گا وہ انہی کو پائے گا۔ اگر درختوں کو، سانپوں کو اور جانور وغیرہ مخلوقات کے عبادت کرے گا تو وہ اسی میں جائے گا۔ جو میری عبادت کرے گا وہ صرف مجھے پائے گا مطلب بنا جنم (پیدائش) کو جائے بغیر نجات پائے گا (مجھ میں ہی رہے گا)۔

اس طرح اللہ اپنی کتاب میں کہی ہوئی باتوں کے مطابق یہ معلوم ہو رہا کہ جس کو عبادت کرینگے اسی میں جائے نگے۔ اگر اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرے تو پھر سے (جنم) پیدا ہونا پڑے گا۔ یہ صرف ایک ہندوؤں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو (جو انسان ہے) کہی گئی بات ہے۔ کوئی بھی اللہ کی کتاب ہو تمام انسانوں پر لاگو ہوتی ہے۔ صرف سمجھانے کے لئے ہندوؤں کو بھگوت گیتا سے بتائے تو جلدی سمجھ سکتے ہیں اسی لئے فرقان کی طرح یہاں پر بھگوت گیتا کو لیکر بتایا گیا ہے۔ تین اللہ کے کتاب بھی ایک ہی فرقان کے طرح ہے۔ اسلئے ایک اللہ کی کتاب سے بھی سارے مذاہب کے لوگوں کی جہالت کو دکھا سکتے ہے۔ اگر اس طریقے سے بتائیں گے تو ان کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ 'یہ تو ہماری کتاب نہیں ہے نا! تو ہم کیوں سنے، اگر ہماری کتاب کی بات ہوتی تو ہم ضرور سنتے'۔ اس طرح بول کر چُکا لنے والے بھی ہونے سے انسان جو مذہب میں موجود ہے، جس کتاب پر وہ ایمان رکھتا ہے، اسی کتاب (فرقان) کی تعلیم کو دکھانا پڑے گا (تب ہی وہ مانے گا)۔ اس

کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ بھگوت گیتا کے سوا کوئی اور کتاب سے ہندوں کو بتا نہیں سکتے۔ ایسا کچھ نہیں ہے بے شک بتا سکتے ہیں اگر اس چیز سے تعلق رکھنے والی تعلیم بھگوت گیتا میں نہیں ہے تو جب باقی اللہ کے گرنتھ سے بھی بتا سکتے ہے۔

اگر عسائیوں کی بات کرے تو ان میں دو قسم کے تعلیمات نظر آتے ہیں۔ ایک، وہ تعلیم ہے جو اللہ نے انسانی شکل میں کہا۔ دوسرا، وہ تعلیم جو انسانوں نے اللہ کے بارے میں کہا۔ جو کتاب درمیانی اللہ کی گرنتھ نام پائی ہے وہ انجیل ہے۔ انجیل کی معنی یہ ہے کہ زندی یا اپنے اندر جان رکھنے والی ہے یا زندگی دینے والی۔ یہ گرنتھ میں **زندہ، پانی** (جیو جل) یعنی روحانیت کے مطابق **'علم یا گیان'** سمجھنا چاہئے۔ کہہ سکتے ہے کہ اس طرح سمجھنا یہ گرنتھ میں ہی ہے۔ اللہ قرآن میں ۴۲:۵۱ میں کہا کہ وہ اپنی علم کو تین طریقوں سے بتائے گا۔ اس میں ایک طریقہ یہ ہے کہ "اللہ اپنے رسول کو بھیج کر اپنی علم بلوائے گا۔" یہ تین طریقوں میں سے دو طریقے الگ ہے تو اور یک طریقہ میں اپنے رسول کو انسان کی صورت میں انسانوں کے پاس بھیج کر اس کے ذریعے علم کو کہلوائے گا۔ یہ اللہ کی کلام کا ایک طریقہ ہونے پر بھی آیا ہوا شخص اللہ کا نمائندہ (representative) ہونے سے، وہ الگ اور اللہ الگ نہیں ہوتے یعنی دونوں ایک ہی ہے کہنے کا موقع ہے۔ وہ بعد کی بات ہے تو جس کو اللہ نے بھیجا اس کو اللہ کا ہم شکل یا اللہ کا نمائندہ کہنے سے اس کو اللہ ہی سمجھنا چاہئے۔ اگر سچ بولے تو اللہ کی ہم شکل ہی انسان کی صورت میں آئی ہے سمجھنا چاہئے۔ وہ عام انسان کی طرح دکھتا ہے لیکن وہ انسان نہیں ہے۔ اسی لئے ان کو ایک خاص نام رکھ کے بلا رہے ہیں وہ نام ہی 'خدا' (خود اُتر کر آنے والا) یا بھگوان (جان سے پیدا ہونے والا) ہے۔ اللہ یعنی نظر نہ آنے والی طاقت ہے۔ خدا یعنی نظر آنے والی طاقت ہے۔ یہ کہنا ہوا کہ **"اللہ کا علم سوائے اللہ کے کسی کو بھی نہیں معلوم"** یہ بات آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں 3-7 میں کہا گیا۔

اس طرح اللہ کا اوتار یا اللہ کا نزول یا اللہ کا نمائندہ بن کر جو شخص آیا ہے وہ عیسیٰ یا یسوع ہے۔عیسیٰ جیسا آیا ہوا اللہ کا نمائندہ اپنی ذندگی گزارتے ہوئے کسی کو یہ معلوم نہیں ہونے دیتا کہ وہ اللہ کا اوتار ہے اور جس مقصد سے وہ آیا ہے یعنی صرف وہ لوگوں کو علم بتانے کے لئے آیا ہے وہ چُپ چاپ علم بتا کر چلا جائے گا۔اسی طرح عیسیٰ جیسا آیا ہوا اللہ ایسی ذندگی گزارا کہ اس کو کوئی پہچان نہ سکے۔پھر وہ اپنی ذندگی میں جو علم لوگوں کو بتانا تھا وہ بتا کر چلا گیا۔وہ لوگوں کے درمیان تین سال ہی رہا۔وہ تین سالوں میں تھوڑا علم بتا کر مر گئے جیسا ناٹک کر کے لوگوں کے بیچ سے ہٹکر،کہیں دور آ کر اپنی ذندگی کے وقت کو پورا کیا۔وہ انسان کے شکل میں آیا ہوا اللہ ہو کر بھی اللہ کے بارے میں تعلیمات دیا تھا۔اللہ کا علم صرف اللہ کو ہی معلوم ہے پس اس نے اپنی علم کو لوگوں کو آسانی سے بتانا ہوا۔انسان کی شکل میں رہکر انہوں نے جو تعلیمات دئے وہ چار خوشخبروں کی شکل میں موجود ہے۔پوری بائبل میں ۶۶ سبقاں ہیں۔اس میں چار خوشخبروں سے پہلے ۳۹ سبقاں اور پیچھے ۲۳ سبقاں ہے۔درمیان میں چار سبقاں خاص رہتے ہوئے ’**خوشخبریں**‘ کہلانے والے خاص نام سے ہے۔چار خوشخبروں کو اللہ نے کہا تو انسانوں نے لکھا ہے۔باقی ۶۲ سبقاں انسانوں نے اللہ کے بارے میں لکھے ہیں تو اس میں چند سچ ہے اور چند جھوٹ، دونوں **ملکر** ہے۔لیکن چار خوشخبریں خود اللہ نے **ہم شکل** میں رہکر کہنے سے اس میں پورا علم ہی ہے۔جو انسانوں نے لکھا اس میں اللہ کی علم کی باتیں ہی ہونے پر بھی وہ انسانوں نے کہا تھا اسلئے اس میں سچ اور جھوٹ مل کر ہے۔

بائبل تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔پہلے کے ۳۹ سبقوں کو پرانی عہدنامہ کہہ رہے ہیں۔بعد میں ’نئی ایدنامہ‘ نام سے ۲۷ سبقاں ہیں۔سب لوگ بائبل دو حصّوں میں ہے کہتے کہہ رہے ہیں وہ ایک پرانی عہدنامہ دوسری نئی عہدنامہ۔لیکن ہم خوشخبروں کے نام سے جو چار سبقاں ہیں ان کو ان میں نہ

ملاتے ہوئے خاص کر کہہ رہے ہیں کہ بائبل تین حصّوں میں ہیں۔ بائبل کو دو حصّے کہنے سے بھی تین حصّے کہنا ہی انصاف ہے کیوں کہ! اللہ کی کلام کو اور انسان کی کلام کو الگ کر کے بتائے تو بائبل تین حصّے ہوتی ہیں۔ اللہ انسان جیسے رہنے پر بھی اللہ اپنے جگہ اللہ ہی ہے۔ اگر انسانوں کی باتوں کو اللہ کے باتوں میں نہ ملاتے ہوئے الگ سے کہیں تو ایسا ہوگا کہہ ہم نے اللہ کی بات کو عزت دی ہو۔ ورنہ انسانوں کی باتوں سے اللہ کی باتوں کو ملائے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہم نے اللہ کو نہیں پہچانا اور اللہ کو عزّت نہیں دئے۔ درحقیقت انسان کی صورت میں آیا ہوا اللہ کو، اس کی موجودگی کی وقت میں، اس کو کوئی پہچان نہیں پائے گا۔ وہ چلے جانے کے بعد اس نے جو علم کہا تھا وہ علم کے مطابق اللہ کو پہچان سکتے ہے۔ تو اس نے جو کہا اسی کے باتوں کو کتاب جیسا لکھتے ہوئے، اسی کی علم کو پہچانے بغیر انسانوں کی باتوں سے ملانا اور اللہ کی باتوں کو، انسان کی باتوں میں ملا کر پڑھنا دیکھ رہے ہیں تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی علم کو انسان زرا بھی پہچان نہیں پایا ہے۔ جب عیسیٰ انسان کی طرح تھا تب صرف تین سال ہی تعلیم دیا تھا۔ وہ تین سالوں میں جو بھی باتیں اس نے بتایا وہ سارے باتیں اللہ کی علم سے بھرے ہوئے تھے۔ اگر وہ باتوں کو انسان سمجھ لیا تو وہ مکمل علم پا سکتا ہے۔ انسان جنموں سے چھوٹ کارا پا کر اللہ تک پہنچنے کے لئے جو علم ضروری ہے وہ سارا علم اللہ نے جب عیسیٰ کے شکل میں تھا تب ہی بتا دیا۔ لیکن انسان جب ہو یا اس کے بعد کے زمانہ میں ہو اللہ کی علم کو نہیں پہچان سکے۔ اسلئے انسانوں کہی ہوئی باتوں کو اور اللہ نے کہی ہوئی باتوں کو ملا کر پڑھ رہے ہیں۔ حقیقت میں اللہ کی کتاب یا اللہ کی گرنتھ اسے کہتے ہیں جس میں صرف اللہ نے جو کہا وہی علم ہو (انسانوں کی باتیں بلکل نہ ہو)۔ لیکن تین اللہ کے گرنتھوں میں بھی اللہ نے کہی ہوئی باتوں کے علاوہ انسانوں نے کہی ہوئی باتیں بھی مل کر رہتے ہیں۔ اگر ہم بائبل کو غور کرے تو اللہ نے جو کہا وہ صرف چار سبقاں ہی ہے تو انسانوں نے جو کہا ہے وہ

۶۲ سبقاں ہیں۔ ایسا ہی بھگوت گیتا میں ۷۰۰ شلوک ہے تو چند دس کے عدد میں فرضی شلوک (ملائے ہوئے شلوک) ہیں۔ اگر قرآن کی بات کرے تو سب کچھ اللہ کہیں جیسا رہنے پر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ سب اللہ کا ہی علم ہے۔ ہر کتاب میں بھی انسانوں نے کی باتیں تھوڑا بہت مل کر رہتے ہیں۔ اللہ نے ہی اس طرح رہے جیسا فیصلہ کیا ہے۔ گرنتھ میں اللہ کے چند باتیں اور انسان کے چند باتیں رہنے سے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اس کو علم کی طرف اور جس کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے اس کو جہالت (مایا یا شیطان) دکھے جیسا اللہ نے ہی اپنے کتابوں میں انسانوں نے بنا کے لکھی ہوئی جہالت کو تھوڑا رہے جیسا کیا۔ اللہ کو معلوم ہوئے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر اللہ کے کتابوں میں جہالت جگہ بنالیا مطلب وہ اللہ کی مرضی سے ہی رہتا ہے، ورنہ نہیں رہتا۔

انسان کی شردھا کے مطابق کتابوں کی علم ملتا ہے۔ جب اللہ انسان کی شکل میں رہکر جو تعلیم دیتا ہے وہ خالص علم ہوتی ہیں۔ بعد میں جب وہ علم کتاب کی شکل میں بدلتی ہے تو اس کو انسانوں کو ہی لکھنا پڑے گا۔ اس وقت گرنتھ نا خالص (میلا) ہونے کا موقع ہے یعنی انسان کے خیالات داخل ہونے کا موقع ہے۔ پہلے ویاس نے کرشن نے جو کہا اسی علم کو بھگوت گیتا جیسا لکھا تھا۔ بعد میں بعض لوگ اپنے خیالات کو شلوکوں کی شکل میں بنا کر بھگوت گیتا میں داخل کئے۔ اگر بائبل کی بات کرے تو براہ راست دکھے جیسا عیسیٰ نے چار خوشخبروں کو بتائے تو انسانوں نے ۶۲ سبقاں لکھ لئے۔ اگر قرآن کی بات کرے تو اس کے بارے میں صاف نہیں کہہ سکتے لیکن اللہ نے ہی کہا کہ ''میں خود انسانوں کو غلت راہ پکڑاؤں گا''۔ اس کے لئے اللہ کو معلوم ہوکر ہی تھوڑا تو میل ملا ہوا ہوگا سمجھ رہے ہیں۔

اللہ نے اپنے گرنتھ کے جملوں کو ہی فرقان بنا کر اس لئے رکھا تا کہ عقیدت منداور عقل مند بندہ صحیح علم جانکر نا خالص علم کے طرف نہ جائے اور کونسا علم سچ ہے اور کونسا علم جھوٹ ہے جاننے

کے لئے۔اس لئے انسانوں نے علم کواور اللہ کی علم کوآسانی سے پہچان سکتے ہے۔اب اللہ نے قرآن کو فرقان کہا اس لئے اس فرقان سے بائبل میں ہو یا قرآن میں ہوانسانوں کی ملاوٹی علم کوآسانی سے پہچان سکتے ہیں۔ہم نے کہا تھا کہ بائبل میں۶۲ سبقاں میلے(polluted) ہیں۔اوراس میں کتنا علم ہے؟ اور کتنا لاعلم ہے؟اور کتنا حق ہے؟اور کتنا باطل ہے؟ یہ فرقان سے معلوم کر سکتے ہے۔بائبل کے لئے ہو یا قرآن کیلئے ہوقرآن میں جو فرقان کے جملے ہیں انکو استمال کر کے حق اور باطل کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔بائبل کے چار خوشخبروں کے جملوں میں جو باتیں نہیں ہے ان کو اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا میں ہو یا آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں ہو دیکھ سکتے ہے۔

'دعا یا عبادت' کے معاملے میں بھگوت گیتا کی فرقان کو تین شلوکوں میں بتا کر اوران کو استمال کر کے دیکھ کے غلتی کو معلوم کیئے تھے۔اب وہی دعا کا معاملہ عیسائیوں میں دیکھے تو عیسائیاں ایک اللہ کو ہی دعا کرتے ہے لیکن انکی دعا علانیہ طور پر (Publicly) ہوتا ہے۔ہندوؤں کی غیر اللہ کی عبادت کو کاٹ کر ایک ہی اللہ کے طرف رُجو ہوئے جیسا راج ودیا راج گہیا یوگ کے تین شلوکوں کے ذریعے معلوم کر لئے۔اب دعا کے معاملہ میں حق اور باطل کو جاننے کے لئے خوشخبروں میں کی فرقان کو استمال کر کے دیکھتے ہیں۔یہ چیز کے بارے میں متّی خوشخبری میں چاپٹر ٦ میں جملہ ٥ سے ٨ تک دیکھئے۔

(متّی 5:6،6،7،8)''جب تم دعا کرو تو ریاکاروں کی مانند مت بنو،وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہوکر دعا کرنا پسند کرتے ہے تاکہ لوگ انہیں دیکھیں۔میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ جو اجر(پھل)انہیں ملنا چاہیئے تھا وہ انکو مل چکا۔جب تو دعا کرے تو اپنے کمرے میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو راز(پوشیدگی)میں ہے اس کو دعا کر تب

تیراباپ جوراز میں دیکھتا ہے تجھے اجر دیگا۔اور جب تم دعا کروتو غیرلوگوں کی طرح بیکار جملے ہی نہ دوہراتے رہا کرو‘۔وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انکے بہت بولنے کے باعث ان کی سنی جائے گی۔ان کے مانندمت بنوکیوں کہ تمہاراباپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی تمہاری ضرورتوں سے واقف ہے۔‘

یہ جملہ اوپر سے دِکھنے میں تو ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ سمجھ میں آ گیا لیکن اس میں سمجھنے والی بات بہت کچھ ہے۔ یہ جملے ظاہر چیزیں نہیں بلکہ باطن چیزوں کے بارے میں بیان کررہا ہے۔ یہ جملہ میں ’تم جب دعا کروگے تب تمہارے کمرے میں جا کر دروازہ بند کرکے‘ یہاں تک سب کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ وہ ظاہری چیز ہے۔ بعد میں کہا کہ **اپنے باپ سے جوراز (پوشیدگی) میں ہے اس کو دعا کرتب تیرا باپ جو راز میں دیکھتا ہے تجھے اجر دیگا۔** لکھی گئی یہ بات باطن سے ہے۔ یہاں پر’اپنے باپ سے دعا کرو جوراز میں ہے‘ کہا گیا۔’تمہارے باپ کودعا کرو‘ کہتے ہوئے یہ بھی کہا کہ’جوراز میں ہے۔‘یہاں پر بہت ہی مخفی چیز یہ ہے کہ’**باپ اور راز**‘۔راز یعنی کیا؟اور باپ یعنی کون؟ان سوالوں کا جواب معلوم ہونا چاہیئے۔بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہے کہ نظر نہ آنے والا اللہ ہی ہے۔اس لئے اللہ کو دعا کرنے کے بارے میں یہا کہا گیا۔لیکن یہاں پر کہا کہ’**راز میں دیکھنے والا تیراباپ تجھے اجر دیگا**۔‘جو باپ ہے وہ راز میں دیکھ رہا ہے مطلب کہاں سے دیکھ رہا ہے؟۔اور وہاں سے کیسے دیکھ رہا ہے؟اس طرح سوال کر کے،ان سوالوں کا جواب معلوم کرنا چاہیئے۔اور یہ سوال بھی کرنا چاہیئے کہ کیا وہاں پر جسے باپ کہا گیا وہ اللہ ہی ہے؟ جملے میں یہ ہے کہ’پوشیدگی میں دیکھنے والا‘۔’پوشیدگی میں دیکھنے والا تیرا باپ کہہ کر ہنا!تو پوشیدگی میں کس کو دیکھ رہا ہے؟اگر یہ سوال کرے تو جواب ملے گا کہ تم کو ہی دیکھ رہا ہے۔جب اور ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تو پھر’کیا تم بھی پوشیدگی میں

ہو؟ یہی نہیں بلکہ یہ بھی سونچنا پڑیگا کہ ' دعا کے لئے کمرے میں جا کر دروازے بند کر کے' اس طرح کہنے میں کیا مطلب ہے؟ ایسے بہت سے لوگ ہے جنکو کمرے نہیں ہوتے، اگر کمرے ہے تو بھی انکو دروازے نہیں ہوتے جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے لوگوں کو دعا کرنے کا موقع نہیں؟ ایک گھر میں ذیادہ لوگ رہنے والے بھی ہے اور بعض گھروں میں کمرے ہی نہیں ہوتے۔ ویسے لوگ دعا کیسے کرنا چاہئے؟ اصل یہ کمرے سے کیا مراد ہے؟ اگر تم کمرے میں جا کر دروازہ بند کرو گے تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ تم راز میں کسی کو نظر نہیں آتے۔ اصل میں وہ کمرا کیسے رہتا ہے؟ کیا ظاہر سے ہے؟ یا باطن سے؟ کیا وہ کمرا تیرے جسم کو؟ یا تجھ کو؟ اگر تمہیں ہو تو کیا تم کمرے میں ہو؟ یا جسم میں ہو؟ اس طرح سوال کر لے تو جب ان سارے سوالوں کا جواب ملے گا تب ہی تمہاری دعا صحیح ہے۔ جس طرح اللہ نے دعا کرنے کے لئے کہا اس طرح دعا کئے جیسا ہوگا (ورنہ دعا کر کے بھی کچھ فائدہ نہیں ہے)۔ ان سوالوں کا جواب معلوم کئے بغیر دعا کرے تو وہ دعا نہیں کہلاتی ہے۔ تب اللہ تجھ سے اس طرح سوال کرے گا کہ میں نے تمہیں کیا کہا (کس طرح دعا کرنے کے لئے کہا)؟ اور تم نے کیا کیا؟

عیسائیاں آج بھی ہو یا پچھلے بھی ہو جتنی گہرائی سے ہم نے اب کہا اتنی گہرائی سے نہیں سونچ رہے ہیں۔ دعا کے معاملہ میں ہی نہیں بلکہ باقی چیزوں میں بھی گہرائی سے نہیں سونچ رہے ہیں۔ یہ سونچے بغیر کہ یسوع نے کیا کہا وہ سمجھ رہے ہیں کہ جو ہم کو سمجھ میں آیا اور جو ہم کو صحیح لگ رہا ہے وہی عیسیٰ نے کہا۔ اس طرح بائبل کو ٹھیک سے نہ سمجھنے سے بائبل کی سبقاں ایک بھی صحیح سے سمجھ میں نہیں آئے۔ اگر فرقان کو استمال کر کے فرق کریں تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ انسان نے جو سمجھا اس میں کتنا علم ہے اور کتنا لاعلم۔ ہم آپکو یہ کہہ رہے ہیں کہ بائبل میں تم لوگوں نے جو سمجھا اس علم کو عیسیٰ نے کہی ہوئی

'علم' سے جوفرقان ہےتول (ٹیسٹ کرکے) کر دیکھ لو۔ اگرتم نے جوسمجھا وہ فرقان کے مطابق صحیح علم ہےتو کوئی بات نہیں ہے۔لیکن جہالت ہےتو ٹھیک سے سوچ کرصحیح علم کو حاصل کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔

اب تک دو مذاہبوں کے دعا کے معاملے کے بارے میں معلوم کئے تھے۔اللہ کو چھوڑ کر اللہ کون ہے یہ بھی نہ جانے ہوئے اللہ الگ ہے اور دیوتائے الگ ہے اس بات سے بھی انجان ہوکر ہندوکئی دیوتاؤ کی عبادت کر رہے ہیں تو ان کی یہ جہالت کو بھگوت گیتا میں کی فرقان سے ظاہر کرنا ہوا۔بعد میں عیسایئوں میں دعا کا طریقہ دیکھیں تو وہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کرنے پر بھی ان کو دعا کرنے کا طریقہ نہ معلوم ہونے سے وہ لوگ جو دعا کا طریقہ عمل کر رہے ہیں اس میں علم اور جہالت کو بائبل کی متّی خوشخبری میں کی فرقان سے تول کرحق اور باطل کو بتائے۔فرقان کے ذریعے یہ بتائے کہ علمی طریقہ سے دعا کے بارے میں کیسے سونچنا چاہئے۔ایسے کہنے سے وہ دعا کے معاملہ میں احتیات سے پیش آنے کا موقع ہے۔اب آگے دیکھتے ہے کہ آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں دعا کے بارے میں کیا کہا گیا۔

یہ کہہ سکتے ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرنے والوں میں پہلے مسلمان ہی ہے۔اور یہ بھی کہہ سکتے ہے کہ ساری دنیا میں ذیادہ اللہ کی عبادت اور دعا کرنے والے بھی مسلمان ہی ہے۔ بنا حسد کے اگر سچ کہیں تو انکے جیسا عبادت کرنے والے دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے کہہ سکتے ہے۔ذیادہ تر دعائے کرنے والے مسلمان ہی ہے۔وہ باہر زندگی میں کیسے بھی ہو اگر بات اللہ کی آئی تو اللہ کی عبادت اور دعا میں بہت سنبھال کر پیش آتے ہیں۔عبادت کے بارے میں جیسے ان کے بڑوں نے کہا ویسے ضرور عمل کرتے ہیں۔اللہ کی معاملے میں زرا سی بھی لا پرواہی ہو یا سستی ہو ان میں نظر نہیں آتی

ہیں۔عبادت کے معاملے میں سب ایک ہی نیت رکھنا ہی نہیں بلکہ دنیوی چیزوں سے بھی زیادہ ترجیح اللہ کی عبادت کو دیتے ہیں۔آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں ان کی عبادت کو'نماز' کہا گیا۔ان کے بڑے لوگ جوقرآن پڑھے ہوئے ((عالم) ہے وہ لوگ جیسے نماز ادا کرتے ہیں بلکل اسی طرح باقی مسلمان بھی عمل کرر ہے ہیں۔عبادت میں پہلے مسلمان رہنے پر بھی یہ ضرور دیکھنا پڑے گا کہ قرآن میں عبادت کے بارے میں اللہ نے کیا کہا۔اللہ اپنی علم کو ایک ہی کتاب جیسا دیا لیکن آخر میں وہ تین کتابیں بن گئی۔اللہ پہلے اپنی علم کو فرقان کی صورت میں دیا پھر وہی آج ہمارے سامنے تین کتابیوں جیسا ہے۔لہذا، یہ معلوم ہور ہا ہے کہ آخر میں بنی ہوئی قرآن بھی حق اور باطل کو فرق کرنے والی فرقان کی طرح ہے۔یہی بات قرآن میں سورح ۲ آیت ۵۳ میں اور سورح ۲۵ آیت ۱ میں کہا گیا۔

(۲:۵۳) ''ہم نے موسیٰ کو توراۃ اور فرقان عطا فرمائے تا کہ تم ہدایت پاؤ''

(۱:۵۲)''بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔''

آخری اللہ کی گرنتھ بھی فرقان جیسی ہے اس بات کی دلیل اللہ نے کہی ہوئی اوپر کے آیتیں ہی ہے۔فرقان مطلب حق اور باطل کا فیصلہ کرنے والی کے ہے۔ہم نے اس اللہ کی کتاب کو ہی فرقان کی طرح استمال کر کے کتاب میں جو جملے موجود ہے انہی کو فرقان بنا کر انسان اللہ کے راہ میں جو فعل (کام یا عبادتیں) کرر ہے ہیں، کیا وہ صحیح ہے یا غلت؟ اس کا فیصلہ کر کے بتائے تھے۔اب قرآن میں اللہ نے جو فرقان کو دیا اس کو استمال کر کے مسلمان جو عبادت کرر ہے ہیں اس میں کتنی سچائی ہے ؟ اور کتنا جھوٹ ہے؟ تول کر دیکھتے ہیں۔اگر اللہ نے جو دعا کا طریقہ کہا وہ انسانوں کو ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آئی تو بھی فرقان سے ان عیبوں (غلتیوں) کو صحیح کر کے آگے بڑھنے کا موقع پا سکتے ہے۔ہر

ایک کوفرقان کی پیروی کرنا پڑیگا کیونکہ فرقان انسانوں کی ارادوں (خیالات) کونہیں بلکہ اللہ کی ارادہ (مقصد) کوعلم کی صورت میں بتاتی ہے۔اب دعا کے معاملے میں فرقان کواستمال کر کےحق اور باطل کوجانیں گے۔

اللہ کے معاملہ میں' دعا' بہت اہم ہے۔لہذا، کتاب کے شروع میں ہی اس کے بارے میں تھوڑا کہا گیا۔'اہم چیز کی طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں'۔اللہ سے دنیوی چیزیں طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سب اعمال نامہ کے مطابق ملتے ہے۔**ہمیں اس چیز کوطلب کرنا چاہیئے جوعمل سے تعلق نہیں رکھتی اور جواللہ سے تعلق رکھتی ہے۔سب سے اہم طلب یا مانگ یہ ہے کہ خودکواس (اللہ) کے پاس بولالیں**۔اس لئے نجات کو مانگنا ہی دعا ہے۔تین مذاہبوں میں دعا اس لئے بنایا گیا تا کہ لوگ نجات کی طلب کرے۔تو جہالت کی وجہ سے دعا راہ بدل کر دنیوی چیزوں کی طلب بن گیی۔ہم نے کہا تھا کہ مسلم مذہب میں دعا خاص ہےاور دعاعمل کرنے میں مسلمان ہی پہلے ہےاس معاملے میں مسلمانوں کے بعد ہی باقی لوگ ہے۔تو ہم نے یہ حساب کر کے دیکھے تھے کہ مسلمان دعا کے بارے میں جتنا پختہ یقین رکھتے ہے کیا اتنا فائدہ وہ پارہے ہیں؟

اب تین مذاہبوں میں فائدے کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ہندو مذہب میں دعا ہے۔سب لوگ نہیں کیئےتو بھی بعض لوگ کرتے ہیں۔ہذار میں ایک کوبھی اللہ کے بارے میں ہو یا صحیح اللہ کون ہےنہیں معلوم۔کئی ہذارلوگوں میں ایک شخص معلوم کرے گا کہ جنات اورانسانوں کو بنانے والا الگ ہےتب وہ اس اللہ کودعا کرے گا لیکن وہ دعا دھیان کی صورت میں یا تپسیا(زکر) کی صورت میں ہوتی ہے۔اج کے زمانے میں دعا کو ایک نیا نام بھی رکھا گیا وہ ہے 'میڑ ٹیشن' (Meditation)۔ہندوؤں میں ہذار کوایک کے حساب سے اصلی اللہ کو پہچان کر جنات (دیوتاؤں) کو

چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر بھی کیا وہ دعا صحیح ہے؟ اگر یہ سوال کرے تو یعنی فرقان کو استمال کر کے دیکھیں تو یہ معلوم ہو رہا کہ جو دعا کا طریقہ اللہ نے بتایا اسے انسان صحیح سے سمجھ نہیں پایا۔ فرقان سے تول کر دیکھنے پر یہ معلوم ہو رہا کہ اللہ نے کہی ہوئی دین کو چھوڑ کر وہ بے دینی کے مطابق دعائے کر رہے ہیں۔ بے دینی دعاؤں سے اللہ کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ اللہ کو دعا کرنا کا مطلب یہ ہے کہ نجات دینے والی یا اللہ کے پاس پہنچانے والی، بنا جنم کے آخرت کو پانا ہے۔ آخرت یعنی اللہ کو پانا ہے۔ نجات سے مراد بنا دوسرے جنم لئے اللہ میں مل جانا ہے۔ **نجات، موکش، اللہ کو پانا، آخرت کو پانا، بنا جنم کے رہنا** یہ سب باتیں ایک ہی ہے۔ اسی کو **نجات، مکتی، ومکتی** کہتے ہیں۔ عمل سے چھوٹکارا پانا ہی '**نجات**' ہے۔ عمل کی بندش سے بنا جنم لئے اللہ میں مل جانا ہی **نجات یا مکتی** ہے۔ یہ سارے الفاظوں کو ہندو تھوڑا جانتے ہیں لیکن مسلمانوں کو تو بلکل نئے ہیں۔ قرآن میں بہت جگہ **آخرت** لفظ کا استمال ہوا پھر بھی اس کا صحیح مطلب نہیں معلوم ہے۔ اس کو شہر یا ملک جیسا ایک جگہ سمجھتے ہے۔ بعض **جنت** کو ہی آخرت سمجھ رہے ہیں۔ بہرحال، اس کے بارے میں غلت سمجھ کر لئے ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہے کہ اللہ نے جو آخرت قرآن میں فرمایا اس کو بھی ٹھیک سے سمجھ نہیں پائے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہم یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ '**نماز**' لفظ کو بھی صحیح سے سمجھ نہیں پائے۔ اللہ نے ایک کہا تو انسان نے اور ایک سمجھا ہے۔ یہ سب دوسروں کو کم تر کرنے یا میں عظیم ہوں کہلوانے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ سب میرے جیسا علم کی راہ میں آگے بڑھنے کی مقصد سے کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوئی بھی اِس بات کو غلت مت سمجھئے۔ پہلے نجات یا مکتی پر یقین رکھنے والے ہندوں ہی کس طرح دعا کے بارے میں غلت سمجھ لئے معلوم ہوا تو باقی مذہبوں کی بات آسانی سے سمجھ آجائے گی۔ لہذا، یہاں پر سب کو کہا گیا اس لئے احتیات سے جانئے۔ اللہ کی راہ کو آسان کرنے کے لئے اللہ نے دی ہوئی فرقان کو استمال کر کے یہ

بتانا ہی پڑا کہ کس میں کتنا جہالت چھا گیا۔

کرتا یوگ، تریتا یوگ ،دواپر یوگ ،کل یوگ سے زمین پر چار ادھرم(بے دین) ہی ہیں۔ادھرموں کے برخلاف تین دھرم(دین) بھی ہیں۔ادھرم شیطان (مایا) سے تعلق رکھتے ہیں اور دھرم اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔دھرموں سے اللہ معلوم ہوگا۔شیطان کے جانب صرف دنیاداری چیزیں ہوتے ہیں۔17,28,000 سال کرتا یوگ گزرا۔12,96,000 سال تریتا یوگ گزرا۔8,64,000 سال دواپر یوگ گزرا۔اب کل یوگ تقریباً 5160 کےاوپر چل رہا ہے۔کلّ طور پر سمجھتے ہے کہ اب تک 38,93,160 سال گزر چکے۔صرف یہ ایک حساب ہے!ایسے کتنے یوگ گزرے یہ تو صرف اللہ کو ہی معلوم۔اب تک جو زمانہ گزر چکا اس میں جب جب یہ چار ادھرم بھڑک اٹھتے تھے تب پھر سے اللہ واپس تین دھرموں کو قائم کرتا تھا۔اب بھی وہی کام کے مقصد سے ادھرموں کو مٹا کر دھرموں کو قائم کرنے کے لئے ہی یہ تین اللہ کے گرنتھ بتائے گئے۔تین اللہ کے کتابوں میں بھی دھرموں کو عمل کرنے کے لئے اورادھرموں کوروک لگانے کے لئے کہا گیا۔انسانوں کے من میں ادھرم آسانی سے پھیل جاتی ہیں۔من قدرت سے بنی ہے۔لہذا، قدرت سے بنی ہوئی شیطان ،قدرت سے بنی ہوئی من میں آسانی سے جگہ بنالیتی ہے۔اس لئے انسانوں کوادھرم آسانی سے سمجھ میں آتے ہیں۔جیسے ادھرم سمجھ میں آرہے ہیں ویسے دھرم سمجھ میں نہیں آرہے ہیں۔پہلے سے یعنی تین یوگ سے علم جانے ہوئے ہندوں تھے۔ایک ہی ہندوقوم ہی تین یوگوں (Yug) سے تھی۔حال ہی میں ابھی ابھی کل یوگ میں ۲۰۰۰ سال سے 'مذہب' کہلانے والی چیز پیدا ہوئی۔مذہب ایک ادھرم جیسی بن گئی۔اسسے پہلے چار ادھرم تھے تو اب انکے جوڑی میں مذہب نام کی نئی ادھرم آگئی۔کل یوگ میں پانچ ادھرم ہوئے۔ادھرم کی تعداد بڑھ گئی۔ جو ادھرم اب آئی ہے اس کے بغیر پچھلے کے چار

ادھرموں کو کہیں تو اس طرح ہیں۔ا) یگن(Yag karna) ۲) **دان(خیرات یا صدقہ)** ۳) **ویدادھیاین(ویدوں کو پڑھنا)** ۴) **تپسیا(زکر کرنا)**۔بھگوت گیتا میں بتایا گیا کہ چار ادھرموں سے اللہ معلوم نہیں ہوگا۔اللہ کی جانکاری نہ دینے والے یہ چار ادھرموں کو چھوڑ کر،اللہ کو حاصل کرنے کے **تین یوگ** بتائے گئے۔وہ تین یوگ یہ ہے کہ ۔ا)**برحم یوگ**(Brahma Yog) ۲) **کرما یوگ** (Karma Yog) ۳) **بھکتی یوگ**(Bhakti Yog)ہے۔اللہ نے فرمایا کہ ہم اللہ سے **ویوگ**(Viyog) ہے یعنی اللہ سے الگ ہے اس لئے اللہ میں ملنے کے لئے **یوگ** کرنا چاہئے۔'یوگ' کا مطلب ملاپ، اللہ سے ملاپ' ہوتا ہے۔انسان اللہ میں مل کرر ہنے کو'نجات یا یوگ' کہہ سکتے ہے۔جیسے اللہ میں مل کرر ہنے کو یوگ کہتے ہے ویسا ہی معنی تلگو میں ہی رہے جیسا '**نماز**' کہہ رہے ہیں۔'نماز' کا مطلب اللہ میں مل کر رہنا ہی ہے۔ جیسے یوگ معنی اللہ میں مل جانا ہے ویسا ہی نماز معنی اللہ میں مل جانا ہے۔یوگ حاصل کرنے کے لئے یعنی اللہ میں مل جانے کے لئے یوگ کو ہی عمل کرنا چاہئے۔لہذا، یوگ کو دھرم یا دین کہہ رہے ہیں۔ویسا ہی اللہ تک پہنچنے کو'نماز' بھی کہتے ہیں۔یوگ کا اور نماز کا ایک ہی مطلب ہے۔یوگ کو پانے کے لئے یوگ کو عمل کرنا ہے۔ایسا ہی نماز کو پانے کے لئے نماز کو ہی عمل کرنا پڑیگا۔اس کو عمل کرنے سے اللہ میں شامل ہو سکتے ہے۔ایسا ہی نماز اللہ کا دین (دھرم) ہے۔اس کو عمل کرنے سے اللہ میں مل سکتے ہے۔یوگ مطلب عمل سے چھوٹ کارا پا کر بنا جنم کے اللہ میں مل جانا ہے۔ویسا ہی نماز کا معنی بنا جنم کے اللہ میں مل جانا ہوتا ہے۔نماز لفظ کو الگ کر کے دیکھیں تو ن+م+ز(ج)= نماز کہہ سکتے ہے۔

یہاں نماز کے تین حرفوں کا مطلب کہیں تو اس طرح ہے۔'ن' کا یعنی نہیں، 'م' کا مطلب مجھے، 'ج یا ز' یعنی جنم ہے۔''**مجھے جنم نہیں چاہئے**'' یہ مطلب کو بتانے والی ہی نماز

ہے۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ ابتدا سے نماز لفظ ہے اور وہ تلگو لفظ ہی ہے۔ انسان اللہ کی علم پر توجّہ رکھ کر، علم کو جاننے کے بعد، اس علم کے مطابق یوگ کو عمل کریں تو یوگ کی وقت میں اسے جو **علم کی آگ** حاصل ہوتی ہے اس آگ سے اسکے سارے عمل جل جاینگے۔ اب اسکے عمل باقی نہ رہنے سے، وہ شخص جنم لئے بغیر نجات پا کر اللہ میں مل جاتا ہے۔ جنم کی وجہ اعمال ہے، اب وہ اعمال ہی باقی نہ رہنے سے، اعمال ختم ہوجاتے ہی فوراً وہ ایک سیکنڑ (Second) بھی دیری نہ کرتے ہوئے اللہ میں مل جائے گا۔ یہی بات کو قرآن میں سورح ۷ آیت ۳۴ میں کہا گیا۔

(7-34)'' اور ہر امّت کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ مقرر وقت آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہے اور نہ جلدی ہی کر سکتے ہے۔'' یہاں اس جملہ میں 'ہر امّت کو' کہا گیا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ **'ہر قوم کے مخلوقات کو'**۔ نجات یا آزاد ہونا کہلانے والی ایک وقت ہے۔ جب عمل ختم ہوجاتے ہے وہی ان کی مقرر وقت ہے۔ کہا گیا کہ جب ان کی مقرر وقت آتی ہے یعنی جب عمل ختم ہوجاتا ہے تب ایک پل بھی آگے ہو یا ایک پل پیچھے ہو نہ ہوتے ہوئے نجات کو پائیں گے۔ بعض لوگ ہندوؤں میں نجات پانے کے لئے یعنی اللہ میں مائل ہوجانے کے لئے، یوگ کا بھی عمل کرنے والے نہایت ہی کم لوگ ہیں۔ ان کو چھوڑ کے باقی لوگوں کی بات کرے تو بہت سے لوگوں کو نجات پانے کا ارادہ تو ہے لیکن وہ اپنے دعا کو یوگ جیسا نہیں کر رہے ہیں۔ بعض لوگ یوگ کیسے کرنا ہے یہ نہ جانتے ہوئے مرشدوں کے پاس یا علم والوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انکے پاس گئے تو وہ اُپدیش (نصیحت یا updesh) کر رہے ہیں۔ مرشد کے اُپدیش کی تعلیم میں یوگ کو بتائے بغیر، کچھ ایک منتر (Mantra)، یا منظر (manzar) کو بتا رہے ہیں۔ انہوں نے اس طرح کانوں سے سنی ہوئی منتر کو یا آنکھوں سے دیکھی ہوئی منظر کا زکر کرتے ہوئے دھیان کر ہے ہیں۔ اس طرح حواسوں سے جڑی

ہوئی منتر یا منظر کو' تپسیا' (Tapasya) کہتے ہیں۔ دنیوی تعلقی دھیان کو تپسیا کہہ سکتے ہے۔ تپسیا سے اللہ کو حاصل نہیں کر سکتے ہے۔ تپ سے اللہ کو معلوم کرنا ممکن نہیں ہے۔ تپسیا سے حاصل نہ ہونے والا اللہ یوگ سے حاصل ہوتا ہے۔ لہذا، بھگوت گیتا جو فرقان ہے اس میں آتما سمیم یوگ میں ۴۶، ۴۷ میں فرمایا کہ

آتما سم یم یوگ ۴۶، ۴۷

شلوک ۴۶: تپسوِبھیودھِکو یوگی گیانبھیوپی متودھکا ا

کرمبھیا شچادھکو یوگی تسمادیوگی بھوارجنا اا

مطلب: ریاضت کشتوں یعنی تپسیا کرنے والوں سے یوگی (نماز ادا کرنے والا) افضل ہے۔ عالموں سے بھی افضل مانا گیا ہے۔ کام کر کے اعمال کمالے نے والوں سے بھی یوگی افضل ہے۔ اس لئے تم یوگی بنو! ۔اس کے مطابق پوری طرح سے یوگی افضل ہے۔ یہ معلوم ہونے سے ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ یوگ سے ہی اللہ کو پا سکتے ہے۔ یہی بات کو نیچے والے شلوک میں دیکھتے ہیں۔

شلوک ۴۷: یوگنا مپ سروشام مدگتے نانت راتمنا ا

شردھاوان بھجتے یومام سمے یوکتمو مت ہ اا

مطلب'': تمام یوگی حضرات میں مکمل طور پر باطن (روح) میں، میری ہی پناہ میں آ کر، عقیدت سے جو بھی مجھے ہمیشہ یاد کرے گا، میں سمجھتا ہوں کی وہ شخص مجھ میں مل کر ہے'' ۔اس طرح اللہ نے خود شلوک میں کہا تھا۔ یہاں فرقان میں کہی گئی دو شلوکوں سے یہ معلوم ہوا کہ یوگ (نماز) کرنے سے اللہ میں مل سکتے ہے۔ اشارے کے طور پر معلوم ہو گیا کہ یوگ کیا ہے۔ حواسوں کے خیالات رہنا ہی تپسیا کہا جا رہا ہے۔ مرشدوں کے اُپدیش کو ہو یا علم والوں نے جو منتر سکھائے ان منتر کو دو کانوں سے سنتے ہے۔ ایسا ہی کتابوں کے جملوں کو یا شلوکوں کو آنکھوں سے دیکھتے ہے۔ اب اصل بات پر آتے ہے۔ جو حواسی

تعلقی چیزیں یعنی چاہے وہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی ہو یا کانوں سے سنی ہوئی ہو، ہندوان چیزوں کو من میں رکھ کر اللہ کے لئے دھیان کرتے ہے وہ دھیان یا زکر تپسیا کہلاتا ہے لیکن یوگ نہیں کہلاتا۔اس کے مطابق ہندو جو جپ (زکر) کر رہے ہیں وہ سارے تپسیا(tapasya) کے نیچے جمع ہے۔بلکل ویسا ہی عیسائیوں کے دعائے سارے جو منہ(Mouth) سے کہہ رہے ہیں وہ سب تپسیا کے نیچے جمع ہے۔ان کو یوگ کہنے کا موقع نہیں ہے۔اب مسلمان جو نماز پڑھ رہے ہیں اس نماز کو ان کے بڑے ہی آگاہ کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ وہ مکمل نماز نہیں ہے۔انکا کہنے کا مطلب ہے کہ وہ بھی تپسیا میں جمع ہے۔

ظاہری دنیا میں ایمان رکھنے والے لوگوں کے لئے فرض کے طور پر نماز ادا کرنے کے لئے وقت کی پابندی لگائی گئی۔وقت کے طور پر یعنی اللہ پر ڈر سے کئے جانے والی نماز ایک طرح سے پابند کی گئی نماز کہلاتی ہے۔اس لئے اس خامی کو پورا کرنے کے لئے یہاں پر تعلیم دی گئی کی چاہے کھڑے ہو یا بیٹھے ہو یا لیٹے بھی ہوئے ہر وقت اللہ کی زکر یا فکر کریں۔اس کے بارے میں سورح ۴ آیت ۱۰۳ میں اس طرح کہا گیا دیکھئے۔(4-103) **''پھر جب تم نماز کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ کا زکر کرتے رہو اور جب اطمینان پاؤ تو نماز قائم کرو! یقیناً نماز مومنوں پر فرض کیا گیا۔''** اس آیت میں کہا گیا کہ ''نماز ہونے کے بعد کہیں بھی ہو، کیسے بھی ہو بیٹھے ہو، لیٹے ہو، یا ٹہرے ہو اللہ کا ہی زکر (یعنی خیال) کرو۔'' ایسے کیوں کہا گیا؟ پوچھنے پر ان کے بڑے ہی کہہ رہ ہیں کہ اس کا مطلب جمعات میں اور وقت کے پابند کئے جانے والی نماز، آزادی سے کی ہوئی نماز نہیں ہے۔وہ وقت کو اور ماشعرے پر پابندی لگائی گئی نماز ہے۔یہ آیت کی معنی کے بارے میں بڑوں نے نیچے جو تفصیل کی اس میں یہی بتایا گیا۔اور یک جگہ پہلے ہی سورح فاتحہ کے بارے میں اپنی رائے بتاتے ہوئے بعض مسلم عالموں نے اس طرح کہا تھا۔

توحیدے الوحیت کا مطلب ایسا ہے۔تمام طرح کے عبادتوں کا اورطلبوں کا حقدار صرف اللہ ہے۔اگر کوئی ایک خاص شخص کی رضا پانے کے لئے ہو یا اگر عبادت نہیں کرے تو اللہ کی عذاب چکنا پڑے گا اس طرح کی ڈر سے کیا جانے والا ہر کام کو بھی عبادت جیسا سب لوگ سمجھنے پر بھی، ظاہری طور پر سب اس کو عبادت سمجھے تو بھی، اللہ کی نظر میں وہ عبادت نہیں کہلائے گی۔اسی لئے صرف نماز، روزہ، حج، زکاۃ ہی عبادت نہیں کہلاتے۔ایک خاص وجود(بلا شکل والے) کے سامنے طلب کرنا ہی صحیح طلب ہے۔اسی طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں۔وجود کے سامنے بنا conditons کے ، بنا وقت کے پابند ہو کر، کئے جانے والی عبادت ہی اصلی عبادت ہے۔وقت کے پابند کئے جانے والی عبادت تو وقت میں دبی ہوئی عبادت ہے اور شرطوں سے باندھی ہوئی عبادت ہے کہہ سکتے ہے۔اگر ان کو عبادت جیسا کہنے پر بھی، وہ عبادت جیسے دکھنے پر بھی، یہ کہنا ہی پڑیگا کہ حقیقت میں وہ عبادت نہیں ہیں۔

اس طرح کے عبادت تپسیا(زکر) کے نیچے جمع کئے جانے سے وہ تپسیا کہلائینگے۔ایسا نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ کے لئے تپسیا کرنا یا بے قرار ہونا اچھی بات ہے۔اگر ایک بات سے ہو یا نات سے ہو یا منتر (آیت) سے باندھی گئی الفاظوں کا زکر بھی تپسیا ہی ہوتا ہے۔وقت، مسلمانوں کے دعا میں بہت اہم ہے ان کا ایک Condition ہے کہ فلان وقت میں ہی نماز ادا کرنا چاہئے۔بعض بڑے علما یہ کہہ رہے ہیں کہ اس طرح وقت کے Condition پر پابند کی گئی نماز کو پابند نماز یا کم کی گئی نماز کہتے ہیں۔اس کی توڑ میں ''**توحیدے الوحیت**'' کو بتائے تھے۔اس کے مطابق مسلم قوم کے بڑے کہہ رہے ہیں کہ صرف نماز، روزہ، حج، زکاۃ، صرف یہ کام ہی عبادت نہیں ہے۔''**ایک خاص وجود کے سامنے طلب کرنا ہی اصلی عبادت ہے**''۔یہ بات قرآن میں 'سورح فاتحہ' کے بارے میں جنھوں نے لکھا انہوں

نے خود کہا تھا۔اگر ہم سے پوچھا جائے تو 'نماز' لفظ کا مطلب یہ ہے کہ 'مجھے جنم نہیں چاہئے' کہہ کر اللہ سے طلب کرنا یا ارادہ کرنا ہی نماز کا صحیح معنی ہے۔اس طرح طلب کرنے کے لئے مسجد میں وقت کے پابند جو نماز کئے جاتی ہے اس پابند نماز کو ادا کرنے کے بعد جہاں بھی ہو، جیسے بھی ہو، نماز لفظ کا جو مطلب اوپر بتایا گیا اس ارادہ کو اللہ کے سامنے ظاہر کرتے ہوئے اللہ کو یاد (زکر یا خیال) کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔اس طرح دعا کرے اور یہی صحیح عبادت ہے بول کر سورح ۴ آیت ۱۰۳ میں بھی کہا گیا۔

ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ سماج کیلئے اور ایمان والوں کے لئے وقت سے پابند کی گئی نماز کو ادا کرنے میں کچھ غلتی نہیں ہے۔اس طرح کرنے سے دوسروں میں بھی اللہ پر ایمان بڑھائے جیسا ہو گا۔اس طرح کی جمعات کی نماز ختم ہونے کے بعد ''تنہا نماز'' (اکیلے نماز ادا) کرنا چاہئے۔وہی اصلی نماز ہونے سے بعض مسلم جو بڑے لوگ ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ مسجد میں دعا کے بعد امام صاحب جو جملے پڑھتے ہے ان جملوں کو سونے جیسا ناٹک کرتے ہوئے آپ اپنے من ہی من میں، باطن میں پوشدگی میں جو اللہ (روح) ہے اسے دعا کیجئے۔وہ بزرگ جو بتائے بتائی ہے ان باتوں کو سننا ہی پڑے گا۔یہی نہیں بلکہ سورح ۴ آیت ۱۰۳ میں '**مسجدوں میں نماز ہونے کے بعد ٹھہرے تو بھی، بیٹھے تو بھی اور لیٹے تو بھی اللہ کا ہی خیال (زکر) کیجئے**' اس طرح کہنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ نے بھی نماز کے بعد تنہا میں باطن سے (اندرونی) کئے جانے والی نماز ہی عظیم ہے کہا۔اس لئے اِدھر بڑوں کی بات اور اُدھر ۴:۱۰۳ کے مطابق اللہ کی بات کی قدر کرنا چاہئے۔بڑوں نے کہی ہوئی (توحیدے الوحیت) جملے کے مطابق اور ۴:۱۰۳ آیت کے مطابق معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمان نماز سمجھ کر، جس نماز کو ادا کر رہے ہیں وہ اصلی دعا نہیں ہے اور وہ صرف نام کی دعا ہے، اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

سوال:اگر عبادت خانوں میں کئے جانے والے دعایں صرف نام کے واستے کے دعایں ہیں تو آپنے جو کہا وہی اصلی دعا ہے تو ،اب تک اللہ نے اس کے بارے میں قرآن میں صرف ایک آیت کے علاوہ باقی آیتوں میں کہیں بھی نہیں کہا نا! صرف ایک ۴:۱۰۳ آیت میں کہنے سے ہم کو ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آیا۔کیا اس نے کہیں اور جگہ بھی کہا ہے؟

جواب: آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں بہت سے متشابہات (باطن) آیتیں ہیں۔ بہت سے مسلمان باطن چیزوں کو بھی ظاہری چیز کے جیسا تفصیل کرنے سے اللہ کا مقصد نہیں جان پائے۔اور یہ کہہ رہے ہیں کہ غیب کی باتیں صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی انسان وہ غیب کی باتیں نہیں بتا سکتا۔اس طرح کہتے ہوئے صحیح علم رکھنے والے انسانوں کی بات کو بھی نہ سننے سے بہت سے چیزیں مسلمان نہیں جان پائے۔قرآن میں سورح **۳ : ۷ آیت میں اللہ نے کہا کہ اس کتاب میں بہت سے متشابہات (غیب کی باتیں) آیتیں ہے**۔ یہ بات مسلمانوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ انکے کتاب میں بہت سے باطن باتیں ہیں جو انسان کو سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ یہ بات جانتے ہوئے بھی کوئی بھی یہ نہیں سوچ رہا ہے کہ آخر وہ متشابہات آیتیں کون سے ہے؟ اور ان کا راز کیا ہے؟ یہ آیتوں کی تفسیر کو علم والوں سے جاننے کی کوشش تک نہیں کر رہے ہیں۔وہ باتیں صرف اللہ کو ہی معلوم انسانوں کو نہیں معلوم کہتے ہیں۔ان کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ انسان کی صورت میں ہی بتائے گا۔ یہ بات کو تو وہ لوگ مانتے ہی نہیں کہ اللہ انسان کی شکل میں آئے گا۔وہ یقین کرے یا نہ کرے اللہ تو بہت سے شک وشبہ کا جواب انسانوں سے ہی دیتا ہے۔ اللہ نے انسانوں کے قلبوں سے جو جواب دئے ان جوابوں کے ذریعے میں کئی چیزیں جان پایا ہوں۔مسلمان اس بات کو مانے یا نہ مانے ، میں تو صرف صحیح جواب دوں گا۔ سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔

سوال: قرآن میں ۳: ۷ میں لکھا گیا کہ اللہ کا علم صرف اللہ کو معلوم ہے اللہ کے سوا کسی انسان کو نہیں معلوم۔تو پھر تجھے کیسے معلوم ہوا؟

جواب: آپ کے سوال کے جواب میں، سورح ۲ آیت ۱۸۶ سے دیکھ سکتے ہے۔

(2-186)''جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو کہہ دو کہ میں ان کے بہت ہی قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے گا میں اس کے پکار سن کر جواب دیتا ہوں ۔اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کرے اور مجھ پر ایمان رکھیں ''۔ یہ آیت کو غور کریں تو اس میں کہا گیا کہ'' مجھے پوچھنے والے لوگ خاص ہے۔ جب بھی وہ پوچھ تے ہے تو ان کی باتوں کو سن کر میں انکو جواب دوں گا۔'' اللہ نے خود کہا کہ میری بات کو سن کر وہ ہدایت پا سکتا ہے۔تو جب ان باطن چیزوں کی حقیقی معنی کو دوسروں سے کیوں نہیں جان سکتے۔اللہ خود کہہ رہا ہے کہ' میں' جواب دونگا' اس کے باوجود بھی نہ سننے والے کو کبھی کچھ معلوم نہیں ہوگا۔اس لئے یہ بات کو جن لوگوں نے سمجھ کرلیا وہ عارف بندے ان عارف بندوں کے ذریعے بعض باطن چیزیں معلوم کرینگے جنہوں نے اللہ سے پوچھ کر معلوم کیا۔

سورح ۲ آیت ۳ میں اس طرح ہے دیکھئے۔**(2-3)''جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے میں سے ہمارے راہ میں خرچ کرتے ہیں۔**''باطن چیزوں کو دوسرے کہنے پر بھی ہم نہیں سنیں گے کہنا مسلمانوں میں عام ہو گیا ہے۔لیکن یہ آیت میں' جو لوگ غیبی چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں' کہا گیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ' جو لوگ نماز قائم کرتے ہے' اور یہ بھی کہا گیا کہ' ہمارے دئے ہوئے میں سے ہمارے راہ میں خرچ کرتے ہیں'؟ یہاپر کہی گئی سارے چیزیں باطن ہے۔اگر ہم اس آیت کو ظاہر سے مطلب نکالے تو اللہ کا مقصد سمجھ میں

نہیں آیگا۔اس لئے یہ باتوں کو باطن سے ہی بتانا پڑے گا۔ پہلے'ہم نے جوآپ کوعطا کیا اس میں سے ہماری راہ میں جو خرچ کرتا ہے'اس جملہ کا مطلب ظاہر اور باطن دونوں طریقوں سے بتا سکتے ہے۔ظاہری مطلب تو صاف نظر آرہا ہے۔اگر باطن سے اس کا مطلب دیکھیں تو اس طرح ہے۔بائبل میں یہ کہا کہ'اللہ نے انسان کو جیوجل دیا ہے'، جیوجل سے مراد زندہ رکھنے والی پانی ہے یعنی 'اللہ کا علم' ہے۔اگر اس مطلب سے ہم آیت کو دیکھیں تو'' اللہ نے زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیں جوعطا کیا وہ علم ہے سمجھنا چاہئے۔ جولوگ اللہ نے دی ہوئی علم کو اللہ کے راہ میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے استمال کرتا ہے''اس ارادے کے ساتھ اللہ نے اس بات کواس طرح کہا کہ'میں نے جوتمہیں عطا فرمایا اس کو میرے راہ میں جوخرچ کرتے ہیں'۔'میری راہ' کا مطلب'اللہ کا راہ' سمجھنا چاہئے۔' غیب کی چیزیں' کا مطلب'نظر نہ آنے والے باطن چیزیں' سمجھنا چاہئے۔' جو نماز قائم کرتا ہے' کا مطلب جوشخص'مجھے جنم نہیں چاہئے'اس مقصد سے دعا مانگنے والا شخص۔

'پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے' یعنی'**وہ عقیدت مند بندہ، جومجھ پر یقین رکھ کر ،جواب کے لئے مجھ سے طلب کرتا ہے ویسے بندہ کی آواز سن کر میں اسکا جواب دوں گا**'۔یہ بات (۱۸۶:۲) میں کہا گیا۔آیت میں کہا گیا کہ'میں اس کے بہت قریب ہوں' یہ بھی باطن سے سمجھنے والی بات ہے۔اس کو ظاہر سے نہیں سمجھنا چاہئے۔ روح بہت قریب رہنے پر بھی نظر نہیں آتا ہے۔اللہ کسی سے بھی بات نہیں کرتا ہے۔وہ صرف گواہی کی طرح رہتا ہے۔ بات کرنے والا اور اللہ کے کاموں کواور نفس کے کاموں کو کرنے والا روح ہی ہے۔روح مکمل طور پر اللہ کی علم جانتی ہے۔اس لئے اللہ کے راہ میں صحیح طریقے سے چلنا چاہتے ہوتو روح کی بات سننا ہی پڑے گا۔اس لئے روح نے کہا کے ہدایت (صحیح راہ) پانے کے لئے'میرا حکم یا بات ماننا ہی پڑے گا' یہی نہیں بلکہ جیسے اللہ پر

ایمان رکھتے ہے ویسا ہی روح پر بھی ایمان رکھنا پڑے گا۔اللہ تو کچھ نہیں کرنے والا ہے۔سب کچھ کرنے والا اور سب کچھ بتانے والا روح ہی ہے۔اس بات کو یقین کرنے کے لئے کہا تھا۔اس آیت کے مطابق جب ہم غیبی روح کو یقین کرتے ہے تو تب قرآن کی معرفت یا کوئی بھی باطن چیز کو آسانی سے سمجھ سکتے ہے۔یہ کہہ سکتے ہے کہ جو شخص غیبی باتیں صرف اللہ کو معلوم ہے سمجھ کر اس باطن چیزوں کو چھوڑ دیگا اور جو شخص ان کی مطلب جاننے کی کوشش نہیں کرے گا،وہ دوسرے عارف بندوں سے علم پانے کا موقع کو کھودئے ہے۔(۱۸۶:۲) آیت کے مطابق اس کے اندر اور اس کے قریب جو روح ہے وہ روح ہی سارے راز کی آیتوں کا مطلب بتا سکتا ہے۔

پیدائش اور موت ، یہ چیزیں غیب ہے۔ان کے بارے میں کسی بھی انسان کو نہیں معلوم۔'انسان مر جانے کے بعد پھر سے پیدا ہوتا ہے یہ بات پرتو مسلمان بلکل یقین نہیں کرتے۔کیوں کہ پہلے سے ان کے بڑوں نے ان کو ویسے تعلیم دی۔اس لئے وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ انسان مر کر پھر سے پیدا ہوگا۔لیکن درمیانی اللہ کی گرنتھ میں یوحنّا خوشخبری میں چاپٹر۳ ، جملہ ۷،۸ میں اس طرح کہا گیا دیکھئے۔یوحنّا باب 3 ورس 7،8 ''**(7) حیران نہ ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ تم سب کو نئے سرے سے پیدا ہونا لازمی ہے۔(8) ہوا جدھر چلنا چاہتی ہے ادھر چلتی ہے تو اسکی آواز تو سنتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتی ہے اور کہاں جاتی ہے۔روح سے پیدا ہونے والے ہر شخص کا حال بھی ایسا ہی ہے۔**'' دوسری اللہ کی کتاب کے یہ جملے جنم کی موجودگی کی تصدیق کرتے ہیں یا اس بات کو سچ کہتے ہیں کہ 'جنم موجود ہے'۔عیسیٰ کہہ رہے ہیں کہ جیسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہوا کدھر سے آرہا ہے اور کدھر جارہا ہے اور جس طرح صرف ہوا کی آواز کو سننے والے،ہوا کی موجودگی کو جان سکتے ہے لیکن اس کی آنے جانے کی خبر نہیں رکھتے ٹھیک اسی طرح انسان جانتا ہے کہ وہ

پیدا ہوا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آ کر پیدا ہوا اور کہاں جا رہا ہے (اس کی زندگی کی مقصد کیا ہے)۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اسی لئے بہت سے لوگ اس بات کو یقین نہیں کرتے ہیں۔ روح سے پیدا ہونے والے ہر شخص ایسا ہی ہے (جنم لیتے رہتا ہے) کہتے ہوئے، یہ کہا کہ **"میں سچ کہتا ہوں کے تم لوگ میری گواہی کو نہیں مانتے۔ میں نے تم سے زمین کی باتیں کہیں اور تم نے یقین نہ کیا تو اگر میں تم سے آسمان کی باتیں کہوں تو تم کیسے یقین کروگے؟۔"** اس طرح ۱۱،۱۲ جملوں میں کہا گیا۔ یہ جملوں کو دیکھنے کے بعد یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو دوسری پیدائش یا دوسری جنم کو نہیں مانتے۔

جو شخص نظر نہ آنے والی غیبی چیزوں کو یقین کرتا ہے صرف وہ شخص ہی میں جو نظر نہ آنے والی نماز کو کہہ رہا ہوں اس نماز کو یقین کرے گا۔ وہ یہ جان جائے گا کہ 'مجھے جنم نہیں ہے' اس حال پر پہنچنا ہی نماز ہے۔ اگر مجھے بلا جنم والے شخص کی طرح رہنا ہے تو اب پیدا ہو کر جو میں ہوں اس حال سے مجھے نماز تک پہنچنا چاہئے۔ جو شخص یہی نماز ہے کہہ کر بتاتے ہوئے، اُس تک پہنچنے کی عمل کو دکھاتا ہے وہی زمین پر نماز کو قائم کئے جیسا ہے۔ جب تک زمین پر نماز کا نام ہونے پر بھی ایسا ہی ہے کہ اس کی قیام اور اس کا عمل زمین پر نہیں ہے۔ جب اس کا مقصد ہی نہیں ہے یعنی مجھے بنا جنم کی مقام چاہئے یہ کہلانے والا نماز کا مقصد ہی جب انسانوں میں نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ اس کو قائم کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے! تو جب یہی ہوا نا کہ اس ارادے کا نماز (دعا) انسانوں کے قلب میں نہیں ہے۔ اب میں سیدھے سیدھے انسان سے سوال کر رہا ہوں۔ "اے انسان! کیا تو جانتا ہے کہ نماز کیا ہے؟ اے انسان! کیا تو نے اپنی زندگی میں ایک بار تو کم از کم نماز کیا؟ (وہ نماز نہیں جو تم اپنی مرضی اور اپنے بڑوں کی مرضی کے لئے کرتے ہو جو نماز اللہ نے کرنے کے لئے کہا وہ کر رہے ہو کیا

؟)۔تو جو نماز کہہ رہا ہے اور تو جو نماز عمل کرر ہا ہے کیا وہ نماز تیرے رب اللہ تک تجھے پہنچاتی ہے؟ کیا تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہا! پہنچا یگی ؟۔تم دعا کے نام سے اللہ کی حمد یا تعریف بیان کرر ہے ہو، کیا اللہ کو نہیں معلوم کہ اللہ کتنا عظیم ترین ہے اور وہ کتنا بڑا ؟ کیا تمہاری تعریف سے ہی اس کو معلوم ہوگا کہ وہ کتنا عظمت والا ہے؟ کیا اللہ نے اس کی تعریف بیان کرنے کے لئے کہا ہے؟ کیا اس کی اپنی سلطنت میں کرسی مانگنے کے لئے کہا؟ یا کیا تم اللہ کی قربت حاصل کرنے کی دعا کر رہے ہو کیا ؟ نہیں، تمہیں ہی یہ صاف ظاہر ہور ہا کہ تم اللہ کی تعریف بیان کرر ہے ہو۔**اللہ تعریفوں سے سمجھوتا کرنے والا نہیں ہے۔اگر تم اللہ سے اسکی قربت پانے کی دعا کرو تو اس کی قربت کو وہ تمہیں دے سکتا ہے لیکن جو تعریف کرتا ہے اس کو وہ یقین نہیں کرتا ہے۔**

قرآن میں بہت مرتبہ اللہ نے کہا کہ نماز کو قائم کرو۔اس کے مطابق اس کا مطلب یہی ہوا کہ فی الحال ’نماز‘ کہلانے والی چیز نہیں ہے۔گھر کی تعمیر کرو یا گھر کو بناؤ کا مطلب یہی ہوتا ہے نا کہ گھر نہیں ہے اس لئے گھر کو تیار کرو۔تو اللہ خود کہہ رہا ہے کہ نماز کو قائم کرو تو اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ زمین پر نماز نہیں ہے اسکو قائم کیجئے۔تو یہ معلوم ہور ہا ہے کہ آج نماز کے نام سے جو دعا کرر ہے ہیں، وہ اللہ میں مل جانے کے لئے نہیں کرر ہے ہیں اور یہ نماز کی عمل بھی ہندوؤ کی تپسیا کے مانند ہے اور اس طرح کی نماز سے جنت حاصل ہوسکتا ہے لیکن آخرت (نجات) حاصل نہیں کی جاسکتی ہے۔نماز میں آخرت یا نجات یا اللہ میں شامل ہونے کا طریقہ، طلب ہی نہیں کرر ہے ہیں۔ ہر ایک جو نماز ادا کرر ہے ہیں ان کے دعا میں یہ مقصد یا ارادہ تک نہیں ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائے یا دوبارہ جنم نہ لے۔لہذا ،انسان جو دعا کر رہے ہیں وہ دعا کہلانے پر بھی ،حقیقی مطلب والی نماز نہیں کہلاتی ہے۔سارے طریقوں سے تین مذہبوں میں کئے جانے والے عبادتوں میں دعا کا موضوع (subject) تو ہے لیکن وہ

مکمل فایدہ حاصل کرنے کی مقصد سے ہو یا اللہ میں داخل ہوکر پھر سے پیدا نہ ہونے کی مقصد سے نہیں کی جارہی ہے۔اس لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ ہر انسان کواور ہر ایک مذہبی کو اپنے دعا کے موضوع میں دوبارہ check کرنا چاہیئے۔ میرا مقصد ہے کہ آپ اللہ کے راہ میں آگے بڑھیں۔اسلئے تم لوگوں کو ناراض کرتے ہوئے ،تم لوگوں کے دل کو تکلیف پہنچاتے ہوئے کہنا پڑا۔ بڑوں کی ایک تلگو کہاوت ہے کہ 'سبق سکھانے والا سخت سے پیش آتا ہے'یعنی اگر مقصد شخص کو اچھا کرنا ہوتو مار کر بھی اسے سیدھا کرے گا۔اس لئے آپ کو اچھائی بتانے کے لئے میں برا بنا تو بھی کوئی بات نہیں ایسا سمجھ کر ہی یہ سب کہنا ہوا۔

ہمارا گرنتھ بڑا

سوال: ہم نے مسلمانوں سے چند روحانیت کے معاملے گفتگو کی تھی۔تو جب انہوں نے اس کو سنے بغیر ہمارا گرنتھ آخری اللہ کی گرنتھ ہے۔ جب یہ نہیں تھی تب پہلے والے گرنتھوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ آنے کے بعد اب پرانے گرنتھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی آخری گرنتھ ہے اس لئے سب کو اسی کے مطابق ہی چلنا چاہیئے۔اللہ یہ آخری گرنتھ کو اسلئے بھیجا تا کہ ان گرنتھوں کو چھوڑ دیں۔اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی یہ آخری کتاب کے مطابق ہی سب کو چلنا چاہیئے۔اس معاملہ کے بارے میں وہ جو بول رہے ہیں کیا وہ بات سچ ہے؟ آپ کیا کہیں گے؟

جواب: ہم نے بھی بہت جگہ یہی بات کو سنا تھا۔مسلمانوں میں جو استاد ہیں وہی اس طرح بول رہے ہیں تو عام مسلمان تو انہی کی بات پر چل رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ قرآن کو آخری اللہ کی گرنتھ نام آیا ۔چنانچہ ہم قرآن کو زیادہ تر آخری اللہ کی گرنتھ نام سے ہی پکارتے ہیں۔اللہ نے قرآن میں ہو یا باقی دو گرنتھوں میں ہو یہ کہی نہیں کہا کہ پہلے آئی ہوئی دوگرنتھوں کو ترک کر کے صرف یہ گرنتھ کو ہی

دیکھیں۔یہی بات قرآن میں سورح 5 آیات 48 میں اس طرح ہے کہ**(5-48)''ہم نے تمہارے طرف حق کے ساتھ یہ قرآن گرنتھ کو نازل فرمائی ہے۔جو اپنے سے اگلی گرنتھوں کی تصدیق کرتی ہے اس لئے تیرے پاس آئی ہوئی حق کو چھوڑکر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو''**اس آیت کو غور کرے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے مسلمانوں نے کہا کہ قرآن گرنتھ ہی سب گرنتھوں سے عظیم (بڑی) ہے ویسے تو قرآن گرنتھ میں کہیں نہیں ہے۔اس کے باوجود بھی وہ اس طرح کیوں کہہ رہے ہیں؟ تو اس کی ایک ہی وجہ ہے وہ ہے مذہب۔'میرا مذہب' یہی اتنا بڑا جھوٹ کہلوا رہی ہے۔اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ ایسے لوگ ضرور تیار ہوں گے اس لئے اس نے پہلے ہی اپنے قرآن میں 5-48 آیت کو کہا تھا۔اس آیت میں خاص کر کہا گیا کہ '**قرآن سے پہلے آئے ہوئے گرنتھوں کو سچ بول کر تصدیق کرتی ہے۔**'اللہ کی اس بات کو انکار کر کے کہہ رہے ہیں کہ قرآن کے سامنے بھگوت گیتا ہو یا بائبل ہو کچھ کام کے نہیں ہے۔جب یہ گرنتھ نہیں آئی تھی تب ان گرنتھو کی ضرورت تھی۔اب یہ آ گئی ہے تو ان گرنتھوں سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔آخری اللہ کی گرنتھ قرآن آنے کے بعد پہلے آئے ہوئے دو گرنتھ اس کے نیچے گر گئے ہے۔ان دو گرنتھوں سے بھی اعلی علم اللہ نے اِس گرنتھ میں دیا ہے۔اسی لئے سب کا سحارا قرآن گرنتھ ہی ہے کہہ رہے ہیں۔اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ سب کو قرآن کے مطابق ہی چلنا ہوگا۔یہ بات کو سچ سمجھ کر،ان کی باتوں کو یقین کر کے، بہت سے لوگ اپنے مذہب کو چھوڑ کر اسلام مذہب میں داخل ہوئے۔اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سارے باتیں صرف مذہب پھیلانے کے لئے ہی ہے۔جو کچھ انہوں نے کہا ان میں سے ایک بات بھی قرآن میں موجود نہیں ہے۔قرآن، بے شک اللہ کی کتاب ہے(وہ تمام انسانوں کے لئے ہے)،ویسی گرنتھ میں ایسے باتیں بلکل بھی نہیں ہے جو مذہب سے متعلق ہو۔جملہ 5-48 میں اللہ نے فرمایا کہ '**قرآن اپنے سے پہلے آئے ہوئے**

گرنتھوں کو سچ بول کر قبول کر رہی ہے یعنی تصدیق کر رہی ہے اور وہ اس بات کی گواہی بھی دے رہی ہے۔'ایسا قرآن بتا رہی ہے تو یہ لوگ جو بول رہے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہے کیا!۔لہذا، یہ آیت کے آخر میں اس طرح کہا کہ**''جوحق تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیوری مت کرو''**۔جوحق تمہارے پاس آئی کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ہندو ہوتو یہ بات یادرکھو کہ تمہارے پاس آئی ہوئی حق **اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا** ہے،اگر تم عسائی ہوتو،اللہ نے جو کتاب تجھے دی وہ (درمیانی) **دوسری اللہ کی گرنتھ بائبل** ہے۔اگر تو مسلمان ہے تو تیرا گرنتھ **آخری اللہ کی گرنتھ قرآن** ہے۔تم یہ بات یادرکھو کہ یہ تین تم جس مذہب میں ہو اس کے مطابق تمہارے پاس آئی ہوئی حق ہے اور حق کی کتابیں ہیں۔ چاہے تم کون سے بھی مذہب والے کیوں نہ ہو تمہاری کتاب کونسی ہے تمہیں معلوم ہے نا!۔تو ایسی صورت میں جب کوئی دوسرے مت والے تیرے پاس آ کر 'تیرے پاس آئی ہوئی حق والی کتاب کی انکار کر کے،ان کے پاس جو کتاب ہے،اسی کو حق' کہیں گے تو ویسے لوگوں کی باتیں تم مت سنو، یہ کہتے ہوئے خود اللہ نے ہی فرمایا کہ تیرے پاس آئی ہوئی حق کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیوری نہ کرو''۔

اگر اللہ تمام انسانوں کو ایک ہی مذہب میں پیدا کرنا چاہتا تو وہ بلکل ویسے ہی پیدا کرتا تھا۔لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔جس کے مذہب میں اس کو رہنے کے لئے انکو کتاب (یعنی دینی قانون یا دھرم شاستر) دیکر اسی کے مطابق زندگی جینے کے لئے کہا تھا۔اس کا یے مطلب نہیں ہے کہ دین (دھرم) الگ الگ ہے۔**اللہ ایک ہی ہے اور (اس کا) دین بھی ایک ہی ہے**۔سب مذاہبوں میں ایک ہی دین ہونے پر بھی،اس دین کو اللہ نے الگ الگ اندازوں (طریقہ) میں بتانے کی وجہ سے،انسانوں نے ایسا سمجھا کہ وہ ایک الگ ہی مذہبی دین ہے۔ ایک ہی دھرم کو تین

قسم (طریقوں) سے بتا سکتے ہیں۔تو کیااس کا مطلب یہ ہے؟ کہ وہ دھرم تین الگ الگ مذاہبوں کا ہے؟ (بلکل نہیں وہ دھرم سب کا ہے بس صرف اتنا فرق ہے کہ وہ الگ انداز یا طریقے سے بتایا گیا)۔ایک ہی بات کو تین قسم سے کہہ سکتے ہے۔تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات الگ الگ قوموں کے ہیں؟ (بلکل نہیں وہ بات تو سب انسان کے لئے ہے صرف اتنا فرق ہے کہ بتایا گیا طریقہ الگ ہے)۔ایک ہی بات میں الفاظوں کو آگے پیچھے بدلا کر کہہ سکتے ہے۔ ویسا ہی مطلب (Intention) کو الگ باتوں میں بھی بتا سکتے ہے۔الفاظوں کو آگے پیچھے کر کے ہو یا اس بات میں جو مقصد بتانا چاہتے ہیں وہ مطلب (Intention) کو الگ باتوں میں باتائے ،دونوں ایک ہی بات ہوئے نا!۔مثلاً ایک ہی مطلب کے تین قسم کے باتوں کو یہاں پر دیکھتے ہیں۔

میری صحت بہت اچھی ہے۔

بہت اچھی ہے میری صحت۔

مجھے کچھ بھی بیماری نہیں۔

یہ تین باتیں الگ الگ دِکھنے پر بھی تین بھی ایک ہی مقصد (مطلب) کو بتا رہے ہیں۔لیکن ایسا نہیں کہہ سکتے کہ یہ تین جملے تین مذاہبوں کے تین الگ الگ جملے ہیں۔اسی طرح اللہ کا دین بھی تین قسم سے بتایا گیا لیکن وہ سب کا مقصد ایک ہی ہے۔مقصد (مطلب) میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک ہی دین کو تین قسم سے بتانے پر بھی اللہ ایک ہی ہے اور اس کا دین بھی ایک ہی ہے۔ جولوگ یہ بات نہیں جانتے ہیں وہ اس طرح کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب کا دین الگ ہے اور دوسروں کا مذہب کا دین الگ ہے، باقی سب مذہبی دھرموں سے ہمارا مذہب کا دین ہی اعلی ہے۔ اب تک ہم نے یہ دیکھا کہ قرآن میں کہا گیا کہ ایسے لوگوں کے باتوں کو یقین نہ کریں۔

(5-48)اس آیت میں اور بھی تھوڑا لکھا ہے کہ **"تم میں سے ہر ایک امّت کے لئے ہم نے ایک دستور (دینی قانون) اور ایک (زندگی جینے کا) راہ مقرر کر دی ہے۔ اگر منظورِ اللہ ہوتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ) اس کی چاہت ہے کہ جو (دھرم) تمہیں دیا گیا ہے اسی سے تمہیں آزمانے (کے لئے ایسا کیا) ۔ نیکیوں کے طرف جلدی کرو۔تم سب کا رُجو اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتا دیگا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو"**۔ اس طرح جملے میں ہے۔تین مذاہبوں میں جس مذہب میں تمہیں پیدا کرنا تھا اسی مذہب میں اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اگر اللہ بغیر تین مذاہبوں کے ایک ہی مذہب میں سب کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ زمین پر مذہب کے نام ونشان ہی مٹا دیتا۔لیکن اس نے تمہیں جو مذہبی دین دیا ہے اسی دین کے ساتھ تم زندگی بسر کرنے کا ایک راہ فرہم کیا۔ جو دین تمہیں دیا گیا اسی میں رہنے کے لئے کہا تھا۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے زندگی گزارے بغیر جو شخص اختلاف کرتا ہے وہ شخص جب اللہ کے پاس جائے گا اس کی غلتی کو وہاں دکھایا جائے گا۔ (اتنا سب کچھ کہنے کے بعد بھی) جو شخص اب مذاہبوں کے درمیان اختلاف کرے گا اسے ضرور اللہ کے فیصلہ میں سخت سزا(punishment) ہوگی۔ یہ بات کو کھلے طریقہ سے(openly) 5-48 آیت میں کہنے کے باوجود، وہ بھی قرآن گرنتھ میں کہنے کے باوجود بھی مسلمان ہماری آخری قرآن ہی باقی گرنتھوں میں سب سے اعلی ہے، ہمارا مذہب ہی اعلی مذہب ہے، اس لئے آپ کے مذہب کو چھوڑ کر ہمارے مذہب میں داخل ہو جایئے کہہ رہے ہیں۔اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہ لوگ جسے اپنی گرنتھ کہتے ہیں اس قرآن کو پڑھا ہی نہیں ہیں۔ اگر وہ قرآن گرنتھ کو پڑھیں ہوتے تو اس طرح ہماری گرنتھ بڑی ہے، ہمارا مذہب بڑا ہے نہیں کہتے۔ جن لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ مرنے کا بعد اللہ کا فیصلہ بہت ہی سخت ہوتا ہے صرف وہ لوگ ہی اس طرح کی

باتیں کہتے ہیں۔ جولوگ اس طرح باتیں کرتے ہیں ان سے کہئے کہ ان کی اپنی گرنتھ قرآن میں سورح 5-48 آیت کو پڑھیں۔

معراج کا سفر

سوال: مسلمان پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ سب لوگ نہیں پڑھیں تو بھی بعض لوگ لازمی طور پر پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ اوروہ کہتے ہیں کہ نماز پانچوں وقت پڑھنا چاہئے۔ کیااس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

جواب: ہندوؤں میں پران (Mythology) ہوتے ہیں اوران کہانیوں میں کہتے ہیں کہ کئی دیوتائے ہوتے ہیں اوروہ دیوتائے بخشش یالعنت دیتے ہیں۔ ان دیوتاؤں کے لعنت سے چھٹکارا پانے کے لئے یگن (Yagna) کرنا پڑتا ہے یا بخشش پانے کے لئے اتنے دن تپسیا (penance or tapasya) کرنا پڑتا ہے۔ ویساہی جن پرلعنت ہوئی ہے وہ لوگ لعنتوں کوختم کرنے کے لئے جیسے یگن (یاگ) کرتے ہے اورنعمتیں پانے کے لئے تپسیا کرتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں بھی پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی ایک پران جیسی کہانی فرمائے تھے۔ اسے محمد نبیؐ کے ''آسمانی سفر'' یا ''معراج'' کا نام رکھ کے فرمائے تھے۔

حضرت محمدؐ کو نبی ہوکر ۱۰ سال گزر چکے۔ یہ ۱۰ سال بھی انہوں نے اسلام کی تبلیغ ہی کی۔ بہت سے رکاوٹوں کے باوجود بھی ہمت سے ان کا سامنا کر کے آگے بڑھے۔ لیکن جناب ابوطالب اور بی بی خدیجہؓ کے وفات حضورؐ کو بہت اُداس کئے۔ اور طائف کے لوگوں کے تکلیفوں سے انکا دُکھ اور بھی بڑھتا تھا۔ جناب ابوطالب اور بی بی خدیجہؓ کے وفات کے سال کو امُل حزن (year of Sorrow) کہتے تھے۔

اسی سال ایک مبارک رات میں محمدؐ اللہ کے زکر کے بعد کابعہ کے پاس آرام فرمائے۔

جب ان کو نیند بھی ٹھیک سے نہیں لگی، اتنے میں حضرت جبرائیل جنت کی سواری 'براق' کیساتھ حاضر ہوکر اللہ کی خوش آمدید کو پہنچایا۔ پھر محمدؐ کو زم زم کنوے کے پاس لے جا کر، وہاں لٹا کر ان کے سینہ کو چیر کر، قلب کو پاک کر کے اس میں علم کی نور کو بھر کے، پھر سے واپس اس کی جگہ رکھ دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل نے آپؐ سے عرض کیا کہ براق پر سوار ہو کر ان کے ساتھ آئے۔ محمدؐ براق پر سوار ہو کر 'یروشلم' روانہ ہوئے۔ راستہ میں 'یثرب'، 'مدین'، 'سنائی' میں تھوڑی دیر رُکتے ہوئے 'یروشلم' میں 'بیت المقدّس' پہنچے۔

وہاں پر ایک بڑی جماعت نبیؐ کی انتظار کر رہی تھی۔ آپؐ کے آتے ہی فوراً وہ تمام جماعت کھڑی ہوگئی۔ حضرت جبرائیل نے آپؐ سے عرض کیا کہ امام کے مقام پر ٹھہر کے آپ سب کو نماز پڑھائے۔ حضرت محمدؐ نے ویسا ہی کیا۔ آپؐ کے امامت میں سب لوگوں نے نماز پڑھا۔ بعد میں جبرائیل نے پوچھا کہ ''اے رسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھے تھے وہ کون ہے؟۔ پھر جبرائیل نے فرمایا کہ یہ سب پچھلے کے تمام انبیا ہیں۔ آج ان سب کے امام آپ ہوئے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے ہی اللہ نے یہ پورا انتظام کیا''۔ یہ سن کر نبیؐ بہت خوش ہوئے۔ بعد میں آپؐ براق پر سوار ہو کر آسمانی سفر میں آگے بڑھے۔

سفر بہت ہی تیزی سے ہو رہا تھا۔ آسمانی سفر میں ایک جگہ پر خوب سجی ہوئی ایک خوب صورت عورت سامنے آ کر، نبیؐ کو اپنے طرف آنے کا اشارہ کیا۔ لیکن انہوں نے اس عورت کے طرف دیکھے بغیر آگے بڑھے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل نے مسکراتے فرمایا کہ ''اے رسول اللہ! یہ اچھا ہوا کہ آپ نے اس عورت کے طرف نہیں دیکھا ورنہ آپ کی تمام امّت اس عورت کے طرف مائل ہو جاتے تھے۔'' یہ باتیں سن کر نبیؐ نے سوال کیا کہ ''یہ عورت کون تھی؟'' جبرائیل نے فرمایا کہ ''وہ عورت دنیا کی

ایک نشانی ہے تمام انسانوں کو اپنے طرف مائل کرنے کی کیفیت رکھتی ہے۔ جولوگ اس کے طرف مائل نہیں ہوتے وہ کامیاب یا خوش نصیب ہیں"۔ ایسے اور تھوڑے دور جانے کے بعد لکڑی کے سہارے چلتی ہوئی ایک بوڑھی عورت آپؐ کو اپنے طرف آنے کے لئے بُلا رہی تھی۔ لیکن آپؐ نے اس بڑھیا کے آواز کو پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ نبیؐ نے سوال کیا کہ "اے جبرائیل! یہ بڑھیا کون تھی؟" اس کے جواب میں جبرائیل نے فرمایا کہ "یہ بھی دنیا کے لئے اور ایک نشانی ہے، اس کی عمر سے یہ اندازہ لگا سکتے ہے کہ دنیا کی عمر اور کتنا باقی ہے"۔ اور تھوڑے دور کے بعد ایک جوان لڑکا سامنے آکر اپنے پاس آنے کے لئے عرض کیا لیکن نبیؐ نے اس کے طرف دیکھے بغیر اپنا سفر جاری رکھا۔ آپ نے جبرائیل سے سوال کیا کہ "وہ لڑکا کون تھا؟" جبرائیل نے جواب میں فرمایا کہ "یہ تمام انسانوں کو گمراہ کرنے والا شیطان ہے"۔

سفر بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ دونوں پہلی آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت جبرائیل نے دربان سے عرض کیا کہ آسمانی دروازہ کھولا جائے۔ دروازہ کھلا اور نبیؐ نے پہلی آسمان پر تشریف لائے۔ فوراً ان کی نظر سامنے بیٹھے ہوئے عظیم انسان پر پڑی۔ ان کا چہرا نور سے چمک رہا تھا۔ ان کے دونوں طرف بڑی جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور انہوں نے اپنی دائیں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر خوش اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر دکھ ہو رہے تھے۔ یہ چیز غور کئے ہوئے حضورؐ نے سوال کیا کہ "اے جبرائیل! کون ہے یہ عظیم انسان؟ اور یہ کیسی عجیب منظر ہے؟" جبرائیل فرمائے کہ "یارسول اللہ! یہ آپ کے والد 'حضرت آدمؑ' ہے اور ان کے دونوں طرف جو بیٹھے ہیں وہ ان کے امّتی ہیں۔ انکے دائیں طرف نیک لوگ اور بائیں طرف بدکار بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی امت کے جنّتی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور دوزخ کو دیکھ کر دُکھی ہو رہے ہیں۔" اس کے بعد وہ دونوں آدمؑ کے پاس

پہنچے۔ جبرائیل نے نبیؐ کو آدم سے ملاقات کروایا۔ نبیؐ کو دیکھ کر حضرت آدمؑ نے خوش آمدید کہا۔

وہاں سے دوسرے آسمان کے طرف سفر کیئے۔ دوسرے آسمان پر تشریف لائے اور وہاں ' حضرت عیسیٰؑ' اور 'حضرت یحییٰؑ' کو ملے تھے۔

اس کے بعد تیسرے آسمان پہنچے۔ وہاں نبیؐ نے 'حضرت یوسفؑ' کو دیکھ کر سلام کیا، انہو ں نے سلام کا جواب دیا پھر آپؐ سے کہا کہ صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

اس کے بعد چوتھے آسمان پہنچے۔ وہاں پر' حضرت ادریسؑ' کو سلام کیا۔ جواب میں ادریسؑ نے سلام کیا پھر آپؐ کو خوش آمدید کرتے ہوئے کہا کہ صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

بعد میں پانچوی آسمان پر تشریف لائے اور وہاں پر' حضرت ہارونؑ' کو دیکھا، ان کو سلام کیا۔ جواب میں انہوں نے سلام کیا۔ پھر آپؐ کو خوش آمدید کرتے ہوئے کہا کہ صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ حضرت محمدؐ چھٹوی آسمان پر تشریف لائے۔ وہاں پر انہوں نے' حضرت موسیٰؑ' کو دیکھا اور آپؐ انکو سلام کیا۔ انہوں نے بھی جواب میں سلام کیا اور مرحبا کہتے ہوئے کہا کہ صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔ لیکن جب وہ آگے بڑھے، تو موسیٰؑ رو پڑے۔ نبیؐ نے پوچھا کہ' آپ کیوں رو رہے ہیں؟' تو انہوں نے فرمایا کہ'' میرے بعد ایک نوجوان مبعوث ہوئے، میری امّت سے بھی ان کی امّت کے لوگ زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔'' اتنے میں حضرت جبرائیل پر حکم ہوا کہ حضرت محمدؐ کو جنت اور دوزخ دکھائے۔ تو اسی حکم کے مطابق جبرائیل نے پہلے نبیؐ کو دوزخ دکھانے لیکر گئے اور وہاں بدکار عذاب پا رہے تھے، ان کو دیکھ کر آپ بہت دُکھی ہوئے۔ بعد میں جنت کو لیکر گئے، وہاں نیک لوگ سکون پا رہے ہیں، ان کو دیکھ کے نبؐ خوش ہوئے۔

اس کے بعد وہاں سے 'سدرۃ المنتہیٰ' کے سرحد تک پہنچ گئے ۔اور حضرت جبرائیل نے سر حد کے پاس رُک کرفرمایا کہ'یارسال اللہ! یہاں سے میں آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ مجھے اتنی طاقت نہیں ۔اصل میں اب تک یہ سرحد کسی نے بھی پار نہیں کیا۔اللہ نے وہ طاقت صرف آپ ایک کو ہی عطا کیا۔اب یہاں سے آپ آگے جا سکتے ہے۔' حضرت محمدؐ 'سدرۃ المنتہیٰ' سے 'رف رف' پر سوار ہو کر اللہ کے عرش تک پہنچ گئے ۔سارے کائنات کا مالک اللہ نے اپنے نبی کو سلام کیا اور کئی عجائبات دکھا کر انہیں خوش کیا۔اس حال میں اللہ نے چند احکام فرمائے ۔اس صورت حال میں ہی 50 وقت کا نماز بھی فرض کیا۔اس کے بعد بڑی خوشی سے نبیؐ نے اللہ سے اجازت لیکر واپس کا سفر طے کئے تھے۔

واپس آتے ہوئے، جب حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے تو وہ عرض گزار ہوئے کہ آپ کے رب نے آپ کے امّت پر کیا فرض فرمایا؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ۵۰ نمازیں،اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ'' واپس اپنے رب کے پاس جائیے اور اس سے کم کرنے کے لئے عرض کیجئے ، کیونکہ آپ کی امّت سے یہ نہیں ہو سکے گا، میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھ لیا ہیں اور اس کا تجربہ کر لیا ہے''۔چنانچہ آپ واپس رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ'' اے میرے رب! میری امّت پر تخفیف فرما، اللہ نے نبی کے عرض کے مطابق نماز کی تعداد کو آدھا کیا''۔آپؐ واپس موسیٰ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ۲۵ نمازیں کم کر دی۔حضرت موسیٰ نے پھر وہی عرض کیا کہ آپ کی امّت سے یہ نہیں ہو سکے گا، واپس اپنے رب کے پاس جا کر اور بھی کم کروا لیجئے ۔اس طرح چند مرتبہ ہوا۔آخر میں پانچ نمازیں ہی فرض کئے گئے اور یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ ہر نماز ادا کرنے پر دس گنا سواب ملے گا۔

پھر حضرت محمدؐ بڑی خوشی سے براق پر سوار ہو کر واپس مکّہ پہنچ گئے ۔یہ پورا واقعہ ایک رات میں ایک ہی

پل میں ہو گیا۔

صبح ہوتے ہی حضرت محمدؐ نے اپنی معراج کا سفر اپنے پیارے صحابیوں سے فرمایا۔صحابہ نے بنا شک کے صرف اس پر ایمان لانا ہی نہیں بلکہ نبیؐ کو معراج کی نعمت عطا فرمانے پر اللہ کا شکر ادا کئے۔

یہ مسلمانوں میں پھیلا ہوا قصہ ہے۔اس طرح یہ پورا واقعہ تقریباً آدھا گھنٹہ یا اس سے بھی کم وقت میں ایک دن،رات کے خواب (سپنے) میں ہوا لگتا ہے۔ہوش (جاگا ہوا ہو) میں ہو یا سپنے میں ہوا اگر اللہ کی حکم یاد ہو تو اس پر عمل کرنا ہی ہوگا۔لہذا،اللہ کی حکم کے مطابق آج ''پانچ وقت کی نماج (دُعا)'' کو عمل کرنا بہت بڑی بات ہی ہے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم پر کتنا ایمان رکھتے ہیں۔اس بات کی تعریف تو کرنا ہی پڑے گا کہ جو دُعا کا طریقہ باقی مذاہبوں میں نہیں ہے وہ اسلام میں ہیں لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف یہ ایک دعا کے معاملہ میں ہی دوسروں سے مسلمان اللہ کے راہ میں آگے ہیں۔باقی مسلمان جنہوں نے محمدؐ فرض کے طور پر پانچ مرتبہ عمل کرتے ہوئے دیکھتے تھے وہ بھی اسی طریقے سے عمل کیا کرتے تھے۔لیکن نبیؐ کے مطابق ہر دن نماز پانچ وقت ہی کیوں ادا کرنا چاہئے؟ اگر اس طرح سوال کریں تو اس کے جواب میں اوپر کا معراج کا قصہ سنا رہے ہیں۔

مسلمانوں سے پانچ نمازوں کی وجہ پوچھنے پر انہوں نے جو کہا یعنی نبیؐ کے معراج کے قصہ میں انہوں نے آسمانی سفر میں جو واقعات سنائے تھے اس میں **چار** شکوک و شباہت پیدا ہوئے۔**پہلا شک**،سات آسمانوں کے بارے میں آیا کیوں نکہ ہم نے خود بہت سے لوگوں کو دلیل کے ساتھ فرمایا کہ سات آسمان اوپر نہیں ہیں،وہ سات آسمان ہمارے جسم کے اندر ہی موجود ہیں۔یہی نہیں قرآن میں بھی سورہ 2 آیت 186 میں اللہ فرماتا ہے کہ ''**اللہ تیرے بہت قریب ہے اور وہ تیری کی**

ہوئی ہر بات کو سن رہا ہے"۔ جب اللہ خود کہہ رہا ہے کہ میں تیرے قریب ہوں تو اللہ کہیں اُور سات آسمان کے اوپر عرش پر ہے کہنے میں شک ہوا۔ **دوسرا،** دوسرے آسمان میں عیسیٰ (یسوع) ہے کہنے میں بھی شک ہوا کیوں کہ میں نے خود چند نشانیوں کے ساتھ کہا تھا کہ اللہ کے نزولوں (اوتاروں) میں عیسیٰ اللہ کے اوتاروں میں دوسرا اوتار ہے۔ **تیسرا**، ہم نے پڑھا کہ چھٹے آسمان میں موسیٰ ہے، صرف رہنا ہی نہیں بلکہ وہ محمدؐ کو دیکھ کر رو پڑے۔ تو مجھے اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ موسیٰ نے حسد کے باعث محمدؐ کو دیکھ کر رو پڑے۔ یہ بھی ایک شک ہے! کہ موسیٰ اعلیٰ علم رکھتے ہوئے بھی کیوں روئے؟ اب آخری **چوتھا شک**، میں نے پڑھا کہ اللہ سات وے آسمان پر رہنا اور اپنے نبیؐ کو دیکھ کر سلام کرنا۔ اب مجھے یہ شک ہوا کہ سارے کائنات کا مالک اللہ کو سب سلام کرنا چاہئے لیکن خود اللہ ہی سلام کرنا کیا؟ ہم نے فیصلہ کرلیا کہ یہ سارے شکوک و شباہت دور ہونے لئے ان سوالات کو اسلام کے بڑے مولویوں سے اور عالموں سے ہی پوچھوں گا۔

پھر ایک دن ہم نے جماعتِ اسلامی فرقہ کے ایک مولوی سے پوچھا تھا۔ معراج کو لیکر انہوں نے جو کہا ان باتوں سے مجھے تعجب لگا۔ انہوں نے کہا کہ **"معراج (آسمانی سفر) تو ہوا ہی نہیں اور اللہ نے اتنی مرتبہ نماز کو کم کر کے نہیں کہا تھا۔ اس طرح کہنا بھی غلت ہوگا کہ اللہ نے بات کیا کیوں کہ اللہ کسی انسان سے بات نہیں کرتا ہے۔ قرآن 7-3 میں فرمایا گیا کہ اللہ کسی انسان سے بات نہیں کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمان فرض کے طور پر پانچ نمازیں ادا کرنا چاہئے لیکن یہ اللہ نے نہیں کہا۔ جب جبرائیل قرآن کہہ رہے تھے تب انہوں نے ہی پانچ نمازوں کی بات کہی ہوگی۔ یہ بات نہ جانتے ہوئے پانچ نمازوں کے بارے میں ایک کہانی کی طرح بنا کر لکھا کہ نبیؐ نے آسمانی سفر کیا اور جبرائیل انہیں لیکر گئے تھے۔ یہ تو بنائی ہوئی کہانی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے۔ معراج کے معاملہ پر مجھے**

بھی شک ہے لیکن ہم اسلام مذہب میں رہتے ہوئے اس طرح کے شک کوظاہر نہیں کرنا چاہئے۔میں جو سچ جانتا ہوں وہ میں نے آپ سے کہا۔اس سے زیادہ مجھے بھی کچھ نہیں معلوم۔اگر آپ دوسرے مسلمانوں سے پوچھے لگے تو جو میں نے آپ کو بتایا وہ بھی نہیں بتائے لگے۔اور کہیں لگے کہ معراج کا قصہ ہی صحیح ہے۔'' اس طرح انہوں نے کہا تھا۔

یہ باتیں سن نے کے بعد مجھ میں حق کو جاننے کا شوخ اور بھی بڑھ گیا۔جب قرآن کریم میں سورح 2 کی آیت 186 میں اللہ کی فرمان یاد آئی۔''**اللہ تیرے بہت قریب ہے اور تیرے اندر کی ہر بات کو سن رہا ہے۔ایسا ہی اگر وہ پوچھے گا تو اسے جواب دوں گا۔**''اس آیت میں ایسا رہنے سے مجھے پورا یقین رہتا تھا کہ میرے سوال کا جواب ضرور ملے گا۔تو حال ہی میں ایک دن ایسے ہی میری ''**نگوڑھا تت وارتھا بودھینی** (Nigoodha Tatwartha bodhini)'' نام کی گرنتھ کو کھول کر دیکھنا ہوا۔اس گرنتھ کو کھولتے ہی ایک نظم (Poem) دِکھا۔ویمنا یوگی کی اس نظم کی تفصیل کو میں نے ہی اس طرح بیان کیا کہ آج تک کوئی بھی اس کی تفصیل ویسا نہیں کر پایا۔وہ نظم کو دیکھتے ہی ایک دم معراج کے سارے شک دور ہو گئے۔'کیا سوچ رہے ہو جیسے تم نے چاہا ویسے تیرے سوال کا جواب مل گیا نا!' کہے جیسا قرآن کی 186-2 آیت یاد آنا مجھے بہت تعجب لگا۔تب مجھے سمجھ میں آیا کہ اللہ انسانوں کو کیسے بھی ہو علم سمجھا تا ہے۔اس گرنتھ میں جو نظم مجھے دکھا اسکی معنی کے ساتھ یہاں پر پیش کر رہا ہوں دیکھئے۔

پانچ رنگ کی کل ‹تمام› معلوم ہوا تو
پانچ میں نجات بسی ہوئی ھے
وہ جوپانچ حصوں میں ھے، و ھی ھے جا، سب کچھ
وشو دابھی رام ونورا ویما۔

معنی: ہمارا جسم پانچ اناصروں (قدرت) سے تیار ہوا اور 'روح' تمام مخلوقات کا مالک ہے۔ہمیں اس

روح کی تلاش پانچ اناصروں (قدرت) سے بنی ہوئی اپنی جسم کے اندر ہی کرنا ہوگا۔ پانچ اناصروں سے بنی ہوئی اس جسم کو چھوڑ کر، باہر چاہے کتنا ڈھونڈنے پر بھی وہ روح نہیں ملے گی جو ساری مخلوقات کی وجہ ہے۔ اگر پانچ اناصروں سے بنی ہوئی یہ جسم میں اس اصلی پروش (purush) یعنی روح کو جان لئے تو جسم کے باہر دنیا میں جو پانچ اناصر ہے ان اناصروں میں زرّے زرّے میں پھیلا ہوا پر ماتما (اللہ) معلوم ہو جائے گا۔ لہذا، کہا کہ ''پانچ رنگ کہلانے والے کُل کو معلوم کئے تو پانچ میں ہی نجات بسی ہوئی ہے''

تمام جانداروں کی وجہ روح ہے اگر اس روح کو جسم کے اندر معلوم کر سکے تو جسم کے باہر پانچ حصّوں میں جو پانچ اناصر ہیں ان میں پھیلا ہوا اللہ معلوم ہوگا۔ باہر پانچ حصّوں میں بسا ہوا اللہ ہی یہ سب کی جڑ ہے۔ اس لئے کہا کہ 'وہ جو پانچ حصوں میں ہے وہی سب کچھ ہے'۔ یہاں پر پانچ رنگ سے مراد 'جسم کے اندر کے **پانچ اناصر**' ہے اور باقی پانچ حصوں سے مراد 'جسم کے **باہر والے پانچ اناصر**' ہے۔ جیسے موتیوں کے درمیان دھاگہ نہیں دِکھتا جو موتیوں کا سحارا یا بنیاد ہے ویسا ہی پانچ اناصروں میں نظر نہ آتے ہوئے جو پھیلا ہوا ہے اسی کو اللہ سمجھنا چاہئے۔

آپ نے نظم کو دیکھا نا! بہت پہلے میں نے خود یہ نظم کی اور ویمنا صحاب کے ایسے کئی نظموں کی تفصیل بیان کیا تھا۔ لیکن یہ کبھی نہیں سونچا کہ وہ آج اس طرح پانچ وقت کی نماج کے متعلق علم دیگی۔ اب صحیح وقت پر پانچ وقت کی نماج کے بارے میں علم پہنچائی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہم نے جو '**آتمالنگارتھ**' (Atma Lingarth) گرنتھ لکھا اس کی ایک اور نظم 'پانچ تتو کی پنچی کرن کئے بغیر' بھی یاد آئی تھی۔ یہ نظم بھی میرے سوالوں کی جواب ڈونڈنے میں مدد کی۔ نیچے وہ نظم کو اور اس کی معنی کو دیکھئے۔

پانچ تتوں کی علم نہ جانتے ہوئے
ہم بڑے علم والے〈عالم〉 ہیں کہنا
ٹوکری کے نیچے ھاتھی انڑے کو ڈالنے کے ماننده
تمام نفسوں〈جیوں〉 کا سنگ آتم لنگ۔

مطلب: تمام جسموں میں فنا ہونے والے نفس کے ساتھ رہنے والا (نواس کرنے والا) اور فنا نہ ہونے والا اے روح! سنو!۔ کس طرح سے پانچ اناصر یعنی آسمان، ہوا، آگ، پانی، مٹی بنائے گئے؟ وہ ایک ایک پانچ حصوں میں کیسے تقسیم کئے گئے؟ اور ایسے تقسیم کئے گئے ۲۵ حصے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کیسے جسم کے حصے تیار ہوئے؟ یہ سب رازیں (secrets) معلوم کرنا ہی سانکھیّ (saankhya) ہوتا ہے۔ یہ پانچ تتوں یعنی باہر کے پانچ اناصروں سے کیسے جسم بنائی گئی اور وہ کس طرح جسم کے اندر بس کر ہے یہ سانکھیا کو نہ جاننے والا اور جسم میں روح اپنی طاقت سے جسم کے حصوں سے کیسے کام کروا رہی ہے یہ سب چیزوں کی علم نہ جونتے ہوئے ہم بڑے علم والے (عالم) ہے سمجھنا اچھی بات نہیں ہے اور ان لوگوں کی مثال اس طرح دی گئی کہ ٹوکری کے نیچے ہاتھی انڈا دالے جیسا ہوگا۔ اگر ہاتھی کو جنجیروں سے باندھ کر ٹوکری کے نیچے ٹہرانے پر بھی وہ انڑا نہیں دیگی (کیوں کہ وہ بچہ جنتی ہے انڈے نہیں ڈالتی)۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھی ٹوکری کے نیچے انڈا ڈالنا کہنا سراسر جھوٹ ہے ایسا ہی جسم کے حصوں کے متعلق علم نہ جانتے ہوئے اپنے آپ کو 'میں بڑا عالم ہوں' کہنا بھی اتنا ہی جھوٹ ہے۔

اس طرح پانچ کے متعلق جو بھی روحانیت ہے وہ سب یاد آنے لگا۔ اس کے بعد بھگوت گیتا میں کشیتر کشیتر گنا وبھاگ یوگ (Kshetra-Kshetragna Vibhaga Yog) میں ۲۴ شلوک یاد آیا۔ اس سے مکمل طور پر نماج کے سارے شک وشبہ دور ہو گئے۔ نیچے شلوک کو دیکھے۔

شلوک ۲۴: ے ع وم ویتِ پ روش م پراکروتمچ گنے سّح ا

سروتھا ورتما نوپی نس بھویوبھی جایتے اا

مطلب: ’’پانچ اناصروں کے قدرت کے بارے میں اوروہ پُروش جوایک ہی ہے اس پُروش کے بارے میں پورا جان کر اور اگر قدرتی صفتوں کے بارے میں خوب معلوم کئے تو ہمیشہ رہنے والے کو اعمال(کرم)نہیں لگتے اور جسم نہیں رہتے‘‘۔

یہ شلوک اوراس کی معنی بھگوت گیتا میں فرقان کی طرح نظر آئی۔ چاہے کوئی بھی بات میں علم اور جہالت کو فرقان کے ذریعے پرکھ سکتے ہے۔اس طرح ایک کے بعد ایک پانچ کے متعلق یعنی قدرت سے متعلق سارا علم یاد آنے لگا تو آخر میں پنچاکشر(Panchakshar) ’’اوم (Om)‘‘ یاد آیا۔ پنچ (Pancha)یعنی پانچ حصّے والی قدرت ہے۔اوراکش ر(Akshar) یعنی فنا نہ ہونے والی روح ہے۔ پنچاکشری یعنی’ قدرت سے ناش (فنا) نہ ہونے والی‘ کے ہے۔ پانچ اناصروں سے جو ختم نہیں ہوتا وہ اکشر ہے۔ اکشر کو ہی آتما (روح) کہہ رہے ہیں۔ پانچ اناصر آسمان،آگ،ہوا،پانی،مٹی سے یہ نفس (جیواتما) ناش ہو رہا ہے۔اسی لئے نفس کو کشر(Kshar) کہتے ہیں۔ پانچ اناصروں سے ناش نہ ہونے والے کو اللہ کہہ سکتے ہیں یا روح بھی کہہ سکتے ہیں۔ پانچ حصوں میں رہنے والی قدرت ہی تمام مخلوقات کو موت و پیدائش دے رہی ہے۔تمام چیزوں کی وجہ اللہ ہے اوروہ گواہ کی طرح یہ سب کچھ دیکھتا رہتا ہے ۔اس بات کا زکر بھگوت گیتا میں وگنان یوگ میں ۶ شلوک میں اس طرح ہے دیکھئے۔ اللہ فرماتا ہے کہ

شلوک ۶: یعت دِیونی نِ بھوتانی سروانی تیو پ دھاریا ا

اھم کرتسن سیا جگتہ پربھوہ پرلے ست تھا اا

مطلب: ’’تمام مخلوقات کی پیدائش اس قدرت سے ہی ہو رہی ہیں۔ اورتمام مخلوقات کی پیدائش اور

موت کا وجہ میں ہوں۔وہ اللہ، فعل کے صورت میں پانچ حصوں کی قدرت جیسا ہے سمجھنا چاہئے۔ ''

پانچ اناصروں کی قدرت سے ناش نہ ہونے والے کے بارے میں یعنی روح کے یا اللہ کے نشان کے طور پر ''اوم'' حروف کو، جو آواز کی صورت میں ہے اسے نشان کے طور پر رکھ لئے۔ایسا ہی پانچ اناصروں کو بھی یعنی آسمان، ہوا، آگ، پانی، مٹی جو نفسوں کو ناش کرنے والی قدرت کے حصے ہیں ان پانچ اناصروں میں ایک ایک کو ایک ایک آواز کی حروف کو نشان کے طور رکھا گیا۔پانچ اناصروں کے پانچ نشانیاں ہیں۔وہ ترتیب سے

آسمان کو	ن
ہوا	م ہ
آگ	شِ
پانی	وا
زمین	ے

پانچ سے ناش نہ ہونے والا روح ہے۔اس روح (اکشر) کا نشان ''اوم'' ہے۔اس طرح پانچ سے ناش نہ ہونے والے کو پنچاکشری (Punchakshri) کہتے ہیں۔پنچ (Panch) + اکشری (Akshari) = '**پانچ سے ناش نہ ہونے والی روح**' کے ہے۔اسی کو ''**اوم ن م ہ شِ وا ے** (Om Namashivay)'' کہتے ہیں۔پانچ بھوتوں کو (اناصروں کو) تقسیم کر کے اس طرح کہہ رہے ہیں کہ آسمان سے ناش نہ ہونے والا روح ہے، اسی طرح ہوے سے ناش نہیں ہونے والا روح ہے۔اور ایسا ہی باقی تینوں سے بھی ناش نہ ہونے والا روح ہے اسے ہی میں دعا کر رہا ہوں کہہ رہے ہیں۔یہ عمل میں اس طرح کرتے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے ہی دعا شروع کر کے کہتے تھے کہ آسمان سے ناش نہ

ہونے والے سے یہی میری دعا ہے یا میں اسے دعا کرتا ہوں کہہ کر، بعد میں ہوے سے ناش نہ ہونے والے اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں کہہ کر دوسری دعا، اورآگ سے ناش نہ ہونے والے اس اللہ سے دعا کر رہا ہوں کہہ کر تیسری دعا، پانی سے ناش نہ ہونے والے روح سے دعا مانگ رہا ہوں کہہ کر چوتھی دعا، اور ایسا ہی زمین سے ناش نہ ہونے والے اکشر پروش(Akshar Purush)سے یہی میری دعا ہے کہہ کر پانچوی دعا کرنا پہلے کرتا یوگ میں ہی رہتا تھا۔ کرتا یوگ سے لیکر دواپر یوگ تک مذاہب نہیں تھے۔ایک اِندوقوم(Indu Samajh)ہی رہتی تھی۔ اِندوقوم میں کرتا یوگ کے ابتدا میں پانچ وقت کی دعایں ہوتی تھی۔اس وقت یگن، وید پڑھنا، اور تپسیا کرنا نہیں رہتے تھے۔ بلا آواز کے، بلا روپ کے، بلا احساس کے یکا گرتا (شعور) کے سوا کچھ نہیں رہتا تھا۔اس نیت کے ساتھ پانچ بار یکا گرتا سے (گنان یا ہوش میں) رہتے تھے کہ پانچ حصوں والی قدرت کے ذریعے اس اللہ کی عبادت کر رہا ہوں جو پانچ اناصروں سے پرے (الگ) ہے۔ایکا گرتا(Ekagrata) کو شعور بھی کہتے ہیں۔اگر ایکا گرتا کو الگ کر کے دیکھیں تو اس کی معنی اس طرح ہے کہ ایک+اگرتا=ایکا گرتا۔'ایک' سے مراد' ایک (One)' ہے اور' اگرتا' سے مراد 'ایک سے پہلے والی' یا 'ایک سے اوپر رہنے والی' یعنی 'صفر(zero)' یا 'عدم' یا 'شونیا(nothingness)' یا 'خالی پن' ہے۔من کو خالی رکھنا ہی اس زمانہ کی دعا تھی۔من میں کسی بھی طرح کا فکر یا خیال نہ رہنے کو ہی **ایکا گرتا دعا یا تنہا دعا یا مراقبہ** کہتے تھے۔سو، کرتا یوگ کی علم میں اس طرح دن میں پانچ بار تنہا دعا کرنا یا مراقبہ رہتا تھا۔لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ تنہا دعا، اور پانچوں وقت کی دعا پوشیدہ ہو گئے۔

ابتدا میں یعنی کرتا یوگ میں فجر کی دعا سے شروع ہو کر سورج ڈوبنے سے پہلے ہی پانچ دعایں ادا کرتے تھے۔ایک دعا تو صبح ہونے سے پہلے کیا کرتے تھے، بعد میں چار دعایں دن میں

کرتے تھے۔ یہ اُس زمانہ کے اِندوؤں کی دعائیں تھے۔ بعد میں وہ پوشیدہ ہوکر ان کے مقام پر یگن، دان، وید، اور تپسیا آ گئے۔تنہائی دعا کی نام ونشان تک نہیں رہا۔ یہ معلوم ہورہا ہے کہ کرتا یوگ کی پانچ عبادتیں سورج کے ذریعے ہی آئے تھے، اس سے پہلے وہ نہیں تھے۔ اُن دِنوں میں سادھارن انسان بھی پانچ وقت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ابتدا میں جو علم سورج نے منو سے کہا تھا اس میں **برحم یوگ**(Brahma Yog)، **کرمایوگ**(Karma Yog)اور **بھکتی یوگ**(Bhakti Yog)کے بارے میں کہا تھا۔ ان دنوں میں پہلی والی برحما یوگ ہی پانچ بار عمل کیا کرتے تھے۔ پانچ بیرونی باہیندرے (external senses) کوقابو میں رکھ کر، کئے جانے والی دعا کو برحم یوگ کہا گیا۔

کرتا یوگ میں پانچ حواسِ خمسہ سے تعلق نہ رکھتے ہوئے، کئے جانے والی یوگ کی عمل پانچ مرتبہ رہتا تھا۔ اُس وقت برحم یوگ کے بارے میں جس نے بتایا وہ سورج ہی تھا۔ پھر وہی سورج کل یوگ میں جبرائل کے نام سے محمدؐ کو علم بتانا ہوا۔ تب ابتدا میں اس نے جو برحم یوگ بتایا تھا وہی برحم یوگ کا زکر یہاں پر بھی کیا تھا۔ یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ابتدا میں پانچ بار ادا کرنے کے لئے جس نے کہا تھا وہ اب کا جبرائل ہی ہونے سے اب بھی اس نے وہی بات بتایا۔ تو آج پانچوں وقت کی دعا تو کر رہے ہیں مگر پانچ حواسِ خمسہ سے تعلق رکھے بغیر نہیں کر رہا ہے۔ اسی لئے دعا کی اصلیت ہو یا اسکی اصلی معنی ہوگُم ہوگیا۔ اسی لئے آج جو دعائیں کر رہے ہیں وہ تپسیا کے نیچے جمع کیا جارہے ہیں۔ یوگ کے نیچے جمع نہیں کیا گیا ہے۔ سورج نے ہی کرتا یوگ میں منو کو اور کل یوگ میں محمدؐ کو علم کہنا ہوا۔ تو یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ سورج ہی جبرائل ہے اور جبرائل ہی سورج ہے۔ میں پہلے سے ہی جانتا تھا کہ سورج اور جبرائل دونوں ایک ہی ہے۔ اس لئے معلوم ہوگیا کہ سورج نے ہی پانچ وقت کی نماج کی بات بتائی۔ لیکن ابتدا کی شعور آج کی دعا میں نہیں رہی۔ اتنا سب کچھ سننے کے بعد بھی بعض لوگ کہہ سکتے ہے کہ ہم

آ پکی بات نہیں سنیں گے۔تو میں نے یہ کب کہا کہ میری بات کوسنو!۔میں سمجھتا ہوں کہ جس کواللہ جتنا پہنچا تا ہےاس کو اتنا ہی سمجھ میں آئے گا۔

سوال: مان لیتے ہے کہ جب بے دینی بڑھ گیی ہوگی تب ابتدا میں جو پانچ عبادتیں رہتے تھے وہ پوشیدہ ہو گئےلیکن جب اللہ خدا کی صورت میں نزول ہوکر اپنے دین کو قائم کرنے کے بعد تو پورا علم ظاہر ہونا چاہئے نا!۔تو اُس وقت یہ پانچ عبادتیں بھی عمل میں آجانا چاہئے تھانا!۔لیکن جب کرشن خدا جیسا آکر چلے گئے یا جب عیسیٰ جیسا آئے تب تو ان پانچ عبادتوں کے بارے میں تو کچھ زکر نہیں کیا تھا!۔وہ دو بار آئے تھےلیکن دونوں بار بھی اس کا زکر نہیں کیا۔ایسا ہی اللہ کی گرنتھ تین آئے۔اُن تینوں میں بھی نہیں کہا۔تو وایسی صورت میں ابتدا کے عبادتوں کے بارے میں معلوم کیسے ہوگا؟

جواب: مکمل علم (سمپورن علم complete knowledge)اللہ کی تین اوتاروں میں کہے گا۔ایک اوتار میں جو کہا وہ دوسرے اوتار میں کہہ سکتا ہے یا نہیں بھی کہہ سکتا ہے۔اگر دونوں اوتاروں میں نہیں کہا تو تیسرے اوتار میں ضرور کہے گا۔اگر گرنتھوں کی بات کرے تو ایک گرنتھ میں جولکھا گیا وہ دوسرے گرنتھ میں ہوسکتا ہے یا نہیں بھی ہوسکتا ہے۔تو تین گرنتھوں میں کہیں بھی ایک جگہ ہوسکتا ہے۔اگر پانچ عباتوں کی بات کرے تو پہلے دو گرنتھوں میں نہیں کہا تو بھی اس کا زکر بعد کی گرنتھ قرآن میں کیا گیا نا !۔تو وہ نہ سمجھ میں آنے سے ہو یا اس سے نہ واقف ہونے سے ہو، دعا میں وہ شعور نہیں رہی۔نماج اپنی اصلی معنی کھوکر،تبدیلی ہوکر تپسیا جیسی ہے۔یہ گرنتھوں کی بات ہے تو اللہ خدا جیسا تین بار آنا ہوگا۔اب تک تو دو بار آچکا تھالیکن پانچ عبادتوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔چلئے سب مل کر امید رکھتے ہیں کہ آخر والی تینوی اوتار میں ضرور وہ ان پانچ عبادتوں کے بارے میں اور ان کے طریقوں کے بارے میں مکمل طور پر بتائے گا۔

قیامت کا فیصلہ

سوال: بہت سے مسلمان اس طرح کہتے ہیں کہ'' انسان کے مرنے کے بعد وہ اپنے قبر میں ہی رہے گا جس میں اسے دفنایا گیا تھا۔اسی طرح مرے ہوئے سب لوگ بھی اپنے اپنے قبروں میں رہے نگے۔ کسی نہ جسی دن جب قیامت برپا ہوگی تب اللہ سب کو اپنے قبروں میں سے اٹھائے گا۔اور اس دن انسان اپنے ذندگی میں جو عمال کیا تھا اس کا حساب کتاب لیکر اسی کے مطابق جس نے نیکی کی اس کو جنّت اور جس نے بدی کی اس کو دوزخ بھیجا جائے گا۔اس طرح قبروں سے سب کو اٹھا کر فیصلہ کرنے کا آخرت کا دن آئے گا۔'' کیا یہ بات سچ ہے؟

جواب: چاہے وہ کوئی بھی بات ہو اسے پرکھنے کیلئے یا ٹیسٹ کرنے کیلئے فرقان ہے۔اگر فرقان سے ٹیسٹ کر کے دیکھ لئے تو اس میں سچ اور جھوٹ کا پتا بہت ہی آسانی سے معلوم ہو جائے گا۔سچ یعنی علم ہے، جھوٹ یعنی جہالت یا لاعلم ہے۔اسی بات کو لیکر قرآن میں سورح 45 کی آیت 32 کو دیکھتے ہیں۔

''(45-32) جب کہا گیا کہ بے شک اللہ کا وادہ سچا ہے۔اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں، تو تم نے کہا کہ'' ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہم اسے وہم وگمان کے سوا کچھ نہیں سمجھتے اور ہم (اس پر) یقین کرنے والے نہیں ہیں۔'' یہ آیت کے مطابق اللہ نے کہی ہوئی 'قیامت' کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔اللہ کی بات تو حق ہے لیکن اس کو سمجھنے میں انسان جھوٹ میں ہیں۔اللہ نے قیامت کا دن کہا تھا۔اور بھی چند آیتوں میں فرمایا کہ'' قیامت کے دن زلزلہ ہوگا اور زمین پھٹ جائے گی۔قیامت کے دن زمیں اور آسمان میں زلزلہ ہوگا۔اس دن سے کوئی بچ نہیں پائے گا۔چاہے اس دن کتنا بھی گڑگڑا کر رونے پر بھی تمہارا سننے والا اور تمہیں بچانے والا کوئی بھی نہیں رہے گا۔اس دن اللہ

تمہیں قبر سے باہر نکالے گا۔قیامت کے دن تم نے تمہاری زندگی میں جو عمال (نیکی و بدی) کیا اس کا حساب کتاب لیا جائے گا۔اور اس حساب سے ہی تمہیں جنّت اور جہنّم طے کیا جائے گا۔اللہ کے فیصلہ سے اور قیامت کے دن سے کوئی نہیں بچ سکتا۔بچ نے کے لئے کوشش بھی کرنے کا موقع تک نہیں ملے گا۔پیدا ہوا ہر انسان کو اور ہر جاندار کو بھی قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔''

سوال: آپ کے جواب میں قرآن کی آیت ہے نا! اس میں اللہ نے جو قیامت کہا اس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔جب آپ نے اس کو حق کہا تو ''انہوں نے کہا کہ قیامت کے بارے میں ہم یقین نہیں کریں گے اور ہمیں یہ تک نہیں معلوم کہ وہ کیا ہے۔'' تو انہوں نے ایسا کیوں کہا؟

جواب: اللہ جو بھی کہتا ہے وہ سچ ہی ہوتا ہے۔لیکن اس کی بات کو سمجھنا ہی تھوڑا مشکل ہے۔انہوں نے جو کہا وہ بھی سچ ہی ہے۔وہ قیامت میں قبروں سے مرے ہوئے لوگوں کو اٹھایں گے کہنا جھوٹ اور غیر سائنسی (unscientific) ہے۔میں بھی ان کے بات کو support کرتا ہوں۔میں نے اس معاملے میں بہت سے مسلمانوں کو پوچھا تھا۔وہ سب ایک ہی بات کہہ رہے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ قبروں سے انسانوں کو اٹھائے گا تب تک مرے ہوئے سب لوگ قبروں میں ہی رہیں گے۔میں نے ان سے کئی سوال کیئے تھے۔لیکن وہ کسی بھی سوال کا صحیح جواب نہیں دے پا رہے ہیں۔پھر بھی آخر میں کہہ رہے کہ ہمارے بڑوں (علما، مرشد، باپ، دادا) کی بات ہی ہماری بات ہیں۔ایسا ہو جائے گا کہ اگر ان کے بزرگ گمراہ ہو گئے تو تمام مسلم سماج ہی غلت راہ پکڑے جیسا ہوگا۔ان سے ہم نے جو سوالات کیئے اور جس طرح انہوں نے جواب دیا، اس گفتگو کو ہم یہاں پر پیش کر رہے ہیں دیکھیئے۔

میں: اگر انسان مر گیا تو اس کو قبر میں دفنایا جا رہا ہے۔جسے دفنایا گیا کیا وہ مرا ہوا انسان کا جسم ہے؟ یا مرا ہوا انسان کو زندہ دفنا رہے ہیں؟

وہ: جوشخص مر گیا اس کے جسم کو قبر میں دفنا رہے ہیں مگر اسے زندہ دفنایا نہیں گیا۔

میں: جب مرا ہوا بے جان جسم کو دفنایا گیا تو پھر وہ قیامت میں زندہ کیوں اٹھ رہا ہے؟ کب کی مستقبل میں ہونے والی چیز کو آپ کیوں پہلے ہی اندازہ لگا کر کہہ رہے ہیں؟

وہ: ہمارے بڑوں نے ہمیں جو سکھایا اسی کو ہم بتا رہے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے کہا کہ جو کہا جاتا ہے صرف اس کو سنیں اور پھر واپس سوال نہ کریں۔اس لئے ہم نے کبھی بھی واپس سوال نہیں کیا۔ ہمارے رسم ورواج کے مطابق ہمارے بڑوں سے سوال نہیں کرنا چاہئے اور وہ جو کہیں گے اس کو ہی ہمیں سننا ہوگا۔ہم یقین کررہے ہیں کہ انہوں نے جو ہم سے کہا وہ سچ ہی ہے۔

میں: آپ ہی خود بتائیے کہ قبر میں دفنایا ہوا جسم چھ مہینوں میں سڑ جاتا ہے یا نہیں؟

وہ: ہاں! بے شک سڑ جاتا ہے۔لیکن سڑا ہوا جسم پھر سے زندہ اٹھتا ہے کیوں کہ وہ کام اللہ کا کرتا ہے انسانوں نے نہیں اٹھایا نا!۔ اللہ اٹھا رہا ہیں اسلئے ہمیں لگ رہا ہے کہ مرے ہوئے لوگ شاید زندہ اٹھیں گے۔

میں: اللہ بھی اپنے قانون کے خلاف کبھی کام نہیں کیا ہے۔اللہ اپنے قانون (اصولوں) کو بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ''ایک نفس جسم کو پہن کر چند وقت زندگی بسر کرتا ہے تو اس میں بچپنا، جوانی، کومار اور بڑھاپا بعد میں موت یہ سب حالات ایک کے بعد ایک ہوتے رہتے ہیں''۔ یہ سب ایک جسم میں ایک کے بعد ایک ہونے والے حالاتیں(stages) ہے۔اللہ کی اس بات کے مطابق یہ حالات ہر جسم کے ساتھ ہورہے ہیں۔ یہ تو کھلے عام سب جانتے ہیں۔ یہ بات پہلی اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا میں فرمایا گیا۔ اِسی کو فرقان کی طرح استمال کر کے اس (قیامت کے) معاملہ کی علم اور جہالت کا فیصہ کر کے بتا سکتے ہے۔بھگوت گیتا سانکھیا یوگ میں شلوک ۱۳ دیکھئے۔

شلوک: دیھی نوسمن یتھا دےھے کومارم یوونم زرا ।
تتھا دیھانترا پراپتی رتیرتھہ ستتران مح یتی ॥

مطلب: جس طرح نفس کو اس جسم میں بچپنا، جوانی، کومار، بڑھاپہ کی حالات ایک کے بعد ایک ترتیب کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح جسم کو چھوڑ کر جانا یعنی موت بھی ہو رہا ہے۔ ہمیشہ ہونے والی یہ کام کو دیکھ کر عالم (یعنی اللہ کا علم رکھنے والا) اس کی فکر نہیں کریگا۔ پھر اسی باب میں 27 شلوک میں ایسا فرمایا کہ جو شخص پیدا (جنم) ہوتا ہے یقیناً اس کی موت ہوتی ہے۔ ایسا ہی جو شخص مرجاتا ہے یقیناً وہ پیدا ہوگا۔

شلوک: جاتسیا حدرو و مروتیرترووم جنم مروتس یچہ ।
تسماد پرحاردیرتھے نتوم شوچتو مرحسی ॥

مطلب: ''پیدا ہونا یقیناً مرنے کے لئے ہی ہے، اور مرنا یقیناً پیدا ہونے کے لئے ہی ہے۔ ہمیشہ ہونے والی (نہ رُکائے جانے والی اس بات کو لیکر تم (کوئی بھی) فکر مت کرو۔

اول اللہ کی گرنتھ میں خود اللہ کہہ چکا کہ جو شخص مرگیا وہ ضرور پیدا ہوگا اور جو شخص پیدا ہوا وہ ضرور مرجائے گا اور کوئی بھی یہ کام کو روک نہیں سکتا۔ اس طرح اللہ نے فرمایا تو انسان کہہ رہا ہے کہ ''اللہ انسان کو اسی جسم سے ہی اٹھائے گا جس جسم سے اسے دفنایا گیا تھا'' اس طرح کہنا اللہ کو بھی جھوٹ باندھے جیسا ہوگا۔ قبروں میں تو کم از کم ہڈّ یاں بھی باقی نہیں رہتے۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ ایک جسم کو چھوڑا ہوا نفس دوسرے جسم سے پیدا ہوا ہو۔ اللہ نے بتایا کہ انسان اس بات کو لیکر غلط فہمی میں ہے اسی لئے اس بات کی حقیقت معلوم ہونے کے لئے جو شخص مرکر دوسری جگہ پیدا ہونے کے بعد اس کو پچھلے جنم کی خیال دے رہا ہے اس خیال سے ہی وہ کہہ پا رہا ہے کہ وہ پچھلے جنم میں فلانا شخص تھا۔ یہ سچ آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے تو قیامت میں زندہ اٹھایا جائے گا کہنا جھوٹ (جہالت) معلوم ہو رہا ہے۔

وہ: آپ کی بات کوغور کرنے سے لگ رہا ہے کہ آپ نے جو کہا وہ سچ ہی ہے۔ وہی قرآن میں سورح ۲۲ آیت ا میں لکھا گیا کہ" **(1-22) اے لوگوں اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہے**" (اور ایک قران کے ترجمہ میں ایسا ہے کہ The Holy Quran) "**(1-22) اے لوگوں! اپنے پرور دگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زل زلہ بہت ہی بڑی چیز ہے**"۔ تقریباً یہ دونوں آیتوں میں ایک ہی بات رہنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ قیامت میں جو زلزلہ ہوگا وہ بہت ہی بڑا اور بھیانک ہوگا۔ اس آیت کے مطابق جب زلزلہ ہوگا تب اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ سبھی کو قیامت کی گھڑی آگئی۔ اس کا مطلب یہی ہوا نا کہ قیامت میں ضرور زلزلہ ہوگا ہے۔ اس کا مطلب جب زلزلہ آئے گا تو سب کچھ ناش (فنا) ہو جائے گا۔ تب تو یہ بات یقین کر سکتے ہے نا کہ جب تک قبروں میں جو لوگ تھے وہ زلزلہ کے وقت یعنی قیامت کے وقت قبروں سے باہر آجائیں گے۔

میں: زمین کا زلزلہ لفظ سنتے ہی آپ کیوں ایسا سمجھ رہے ہیں کہ وہ باہر دِکھنے والی زمین پھٹ جائیگی اور سمندر بھڑک اٹھنگے، آگ کے پہاڑیں ٹوٹ پڑینگے؟۔ قرآن میں اللہ نے جو باتیں بتائی وہ پورا غور کرنے کے بعد، پھر اچھے سے سمجھ کر لینے کے بعد ہی ایک فیصلہ پر آنا چاہئے لیکن جو چیزیں ہوئے ہی نہیں ان کو ہوئے جیسا گمان کیوں کریں؟۔ اللہ نے صرف زلزلہ کہا تو تم اسے وہ زلزلہ کیوں سمجھ رہے ہو جو تم جانتے ہو (اللہ کے ارادے میں وہ زلزلہ کا معنی الگ ہوسکتا ایسا کیوں نہیں سوچ رہے ہو تم انسان)۔ اللہ نے سورح 3 آیت 7 میں فرمایا کہ قرآن میں بہت سے متشابہات (غیب سے متعلق باتیں یا باطن آیات) آیات ہیں۔ باطن کے آیتوں کو باطن سے ہی سمجھنا ہوگا۔ لیکن سب آیتوں کو ظاہر سے سمجھ نے کی وضہ سے ہی روحانیت میں انسان گمراہ ہو رہا ہے۔ بھگوت گیتا (تورات) گرنتھ میں تمام علم جسم کے اندر ہی بتایا تھا۔ تو بہت سے لوگ اس علم کو جسم کے اندر دیکھے بغیر جسم کے باہر دیکھ

نے سے بہت سے لوگوں کو بھگوت گیتا کی صحیح معنی سمجھ میں نہیں آئی۔اب یہاں پر ایک آیت سورح 30 میں آیت 8 دیکھتے ہیں۔اگراس آیت کو ظاہری طور پر لینا چاہتے ہیں تو لے سکتے ہیں مگر اللہ کے علم میں غلت خدم اٹھائے جیسا ہوگا۔اگر باطن سے (جسم کے اندر) سمجھ لئے تو اللہ کا مقصد یعنی وہ آیت سے اللہ ہم کو کیا بتانا چارہا ہے وہ بات ٹھیک سے سمجھ میں آئے گی۔پہلے آیت کو دیکھنے لگے۔

(30-8)''کیا؟ وہ لوگ اپنے پیدائش کے بارے میں گہرائی سے نہیں سوچ رہے ہیں؟ کہ اللہ نے آسمان اور زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔وہ مقرر وقت ختم ہونے کے بعد اپنے رب سے ملاقات کی بات بھول گئے''۔

یہ جملہ میں کہا کہ 'زمین اور آسمان اوران کے درمیان سب کچھ بہترین قرینہ سے پیدا کیا '۔یہ بات کو دنیا میں سب لوگ ظاہر سے ہی سمجھاتے رہتے ہے۔اس طرح ظاہر سے بیان کر لینے کی وجہ سے انسان اللہ کی علم کو صحیح سے سمجھ نہیں پایا۔اسی لئے اللہ نے پہلے ہی کہا کہ ''کیا؟ انسان اپنی پیدائیش کے بارے میں گہرائی سے نہیں سونچ رہا ہیں؟''۔زمیں اور آسمان کہتے ہی سب کی نظر باہر دکھنے والی زمین اور آسمان پر ہی جاتی ہے۔لیکن ہم تو اُس طریقے سے نہیں سمجھتے۔باطن والی (جسم کے اندر والی) آیت کو باطن سے ہی سمجھ رہے ہیں۔اس لئے زمین کہتے ہی ہم فوراً یہ سمجھ لے رہے ہیں کہ انسان کے جسم کے پیر اور تلوے ہیں۔آسمان کہتے ہی فوراً یہ سمجھ جاتے ہیں کہ انسان کے جسم کے اوپر جو سر ہے وہ ہی آسمان ہے۔آسمان اور زمین کہتے ہی فوراً سمجھ جاتے ہے کہ پیروں سے لیکر سر تک جو ہے یعنی **انسانی جسم** سمجھ رہے ہیں۔اور 'زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے' کہتے ہی فوراً یہ سمجھتے ہیں کہ سارے جسم کے تمام اعضاء (Human Organs) جو سر سے پیر تک ہے یعنی پورا جسم سمجھتے ہے۔ہر جسم کو اس طرح تیار کیا گیا کہ وہ ایک مقرر وقت تک (موت تک) ٹھیک سے کام کریں۔جب جسم

ٹھیک سے کام کرنا بند کرتا ہے تب اس کا یہ مطلب ہے کہ موت کہلانے والی مقرر وقت قریب آ گیا ہے۔انسان یہ بات بھول گیا ہے کہ مقرر وقت ختم ہونے کے بعد یعنی جسم سے زندگی گزارنے کی وقت ختم ہونے کے بعد، مرنے کے بعد اللہ میں شامل ہو جانا ہے، نجات پانا ہے۔اسی لئے واپس اپنے اعمال کے نتیجہ کی وجہ سے زمین پر ہی دوسرے جسم کو پہن رہے ہیں یعنی دوبارہ پیدا ہو رہے ہیں۔اسی لئے پہلا پیدا ہوتے ہی اپنے آپ کے بارے میں غور کرنا چاہئے۔اسی لئے اللہ آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’کیا اپنے پیدائیش کے بارے میں غور نہیں کیا؟‘ اگر یہ متشابہات آیت باطن سے سمجھ میں آئے تو ہی اس میں اللہ کی معرفت سمجھ میں آئے گی لیکن اگر اسے ظاہری طور پر سمجھ لئے تو زرا بھی علم سمجھ میں نہیں آئے گا۔

قرآن میں یہ بات بہت مرتبہ کہا گیا کہ ’زمین، آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے‘۔تو سب لوگ یہاں زمین کو زمین جیسا اور آسمان کو آسمان جیسا ہی سمجھ رہے ہیں۔اور ان کے درمیان جو کچھ ہے کہتے ہی سب کو یہ لگ رہا ہیں کہ وہ سب کچھ جو باہر والے زمین اور آسمان کے درمیان میں ہے ۔پیروں سے لیکر سر تک ہم لوگوں کے جسم کے طرف اشاراہ کرتے ہوئے اللہ نے ایسا کہ زمین، آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے ۔یہ نہیں جان پائے کہ **قیامت کا وقت** مطلب ! **موت کا وقت** ہے۔جب موت کے وقت میں موت پاتے ہی اس کے کئے ہوئے اعمال کے حساب سے دوسرا جنم طے کیا جاتا ہے۔اعمال کے مطابق ہی خوشی ہو (سکھ) یا گم ہو (دکھ کو) یہاں زمین پر ہی پانا ہوگا۔اس لئے لکھا گیا کہ اللہ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کریگا۔قیامت کے دن قبروں سے اٹھایا جائے گا ایسا کہنے کا یہ مطلب ہے کہ مرے ہوئے دن ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا بچہ کے جسم میں داخل ہو کر جاگ اٹھنے (awake) کو ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ قبروں (نئے جسم) سے باہر نکالا جائے گا (پیدا ہوگا)۔

ہرانسان کوموت کی گھڑی یاموت کا وقت ضرور آتی ہے۔اس لئے اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے گھڑی سے کوئی نہیں بچ سکتا۔مرنے کے بعد فوراً دوسرے جنم میں سوکھ پانا ہے یا دُکھ پانا ہے یا سوکھ اور دُکھ دونوں سے ملی ہوئی زندگی گزارنا ہے یہ فیصلہ کیا جائے گا اور ہمارے کرتوتوں (Deeds) کے حساب سے دوسری پیدائش کا عمل (karma) تیار ہوتا ہے یعنی جو ہمیں دوسرے جنم میں پانا ہوگا۔اسی کو قیامت کا فیصلہ کہا گیا۔یہ طریقہ تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے۔پس، کہا گیا کہ قیامت کے فیصلہ سے کوئی نہیں بچ سکتا۔مرتے وقت جسم بے حرکت کی حال میں آجاتی ہے۔اُس وقت سر سے لیکر پیر تک جسم کام نہ کرنے کی حال میں رہتی ہے تو اس حالات کو **قیامت** کہا گیا۔پچھلے جنم کے اعمال کے مطابق دوسرے جنم کی زندگی فیصلہ کیا جاتا ہے۔تمام لوگوں پر عمل ہونے کا طریقہ ایک ہی ہے۔ یہ سمجھنے کے بجائے کہ قیامت کا دن کب ہے؟ جب موت آتی ہے تو وہی قیامت ہے اس طرح سمجھ لئے تو برابر ہو جائے گا۔ہرانسان پاپ (paap) کو تکلیفوں کی صورت میں اور ثواب (Punya) کو خوشی کی صورت میں یہی اِسی زمین پر بھگت رہا ہے۔زمین پر بھگتنے والے تکلیفوں کو ہی جہنّم یا دوزخ کہہ رہے ہیں۔ویسا ہی زمین پر بھگتنے والے خوشیوں یا سوکھ کو ہی جنّت کہہ رہے ہیں۔زمین پر ہی، اپنے زندگی میں ہی ہر انسان ہمیشہ سکھ دوکھوں کو احساس کرنے کی وجہ سے یہ کہہ سکتے ہے کہ جنت اور دوذخ کو انسان یہی پارہا ہے۔یہ جان لیں کہ جنّت کی دنیا اور دوزخ کی دنیا الگ سے کہیں اور جگہ پہ نہیں ہے بلکہ وہ زمین پر ہی سوکھ دُکھوں کی صورت میں انسان پارہا ہیں۔اب تک ہم نے جو بھی کہا وہی اپنے باتوں میں اللہ نے کہا مگر کچھ الگ سے اللہ نے نہیں کہا۔

اللہ نے کہی ہوئی علمِ باطن کو نہ سمجھ پا کر انسان بے کار میں موت کی حالات کو اس طرح سمجھ بیٹھا کہ قیامت کے وقت باہر کی زمین و آسمان میں زلزلہ آئے گا یعنی پوری دنیا تباہ ہو جائے گی۔باہر کی

زمین وآسمان کوکبھی قیامت نہیں آئے گی۔نہ کائنات ناش ہوتی ہے نہ اللہ۔اللہ اور کائنات دونوں(prakruti aur purush) ہمیشہ رہنے والے ہی ہے مگر ناش ہونے والے نہیں ہے۔باہر کی دنیا جیسا ہمارا خود کا جسم بھی ایک دنیا کے مانند ہے۔قدرت کے پانچ عناصروں سے ہمارا جسم بنا ہے۔ زمین کی نشان کے طور پر ا پیر ہے اور آسمان کی نسان سر اور اس میں من،عقل،چت (طبعیت)، انا نیت (اہم) ہے۔ویسا ہی باقی ہوا،آگ، پانی کی نشان کے طور پر باقی پورا جسم ہے۔جس طرح اللہ نے پانچ عناصروں سے باہر کی دنیا بنائی ویسا ہی پانچ عناصروں سے ہی انسان کی جسم کو بھی اس نے بنایا۔اس طرح انسان کے جسم کے اندر ہونے والی تبدیلی کو،اللہ کرنے کے کاموں کو اور اعمال کے مطابق ڈالے جانے والے سزاؤں کے بارے میں اللہ نے بیان کیا تو انسان ان سب کے بارے میں ایسا گمان کرلیا کہ سکھ،دکھ کو جنت کی دنیا (یعنی ایک الگ دنیاں جہاں خوشیاں ہی خوشیاں ملتے ہیں سمجھ رہا ہے) اور دوزخ کی دنیا ہے(یعنی ایک الگ دنیاں جہاں ہمیشہ سزادیتے ہیں سمجھ رہا ہے) ۔اسی طرح زمین وآسمان یعنی پیر و سر سمجھے بغیر اس کو باہر والی زمین وآسمان سے کمپار(Compare) کرلیا۔اس طرح اللہ نے تمہارے جسم کے اندر کی باطن کو سمجھا یا تو انسان اس کو ظاہر سے (جسم کے باہر) سمجھ رہا ہے۔یعنی وہ چیزوں کے بارے میں سونچ رہا ہے جو خود سے تعلق نہیں رکھتے۔

جنت، دوزخ اور آخرت (سورگ لوک،نرک لوک، پرلوک)

وہ : آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں جنت کی دنیا اور دوزخ کی دنیا نہیں ہیں؟ کیا وہ دونوں کو ہم زمین پر ہی بھگت رہے ہیں؟ ٹھیک ہے تو پھر آخرت کیا چیز ہے؟

میں:اللہ نے انسان کو علم بتانے کے طریقے میں اس نے چند الفاظ استمال کئے۔لیکن انسان ان الفاظ

کواپنی مرضی کے مطابق سمجھ لیا۔ جنت (سورگ) یعنی 'سوکھ' یا 'خوشی' ہے۔ ایسا ہی دوزخ (نرک) یعنی 'دُکھ' یا 'تکلیف' ہے۔ ایسا ہی 'دنیا یا لوک یا جہاں' یعنی احساس کرنا یا بھگتنا یا پانا ہے۔ جنت کی دنیا (سورگ لوک) کا معنی 'خشیوں کا احساس کرنا' اتنا ہی ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فلانا جگہ میں ہی ہے۔ انسان جہاں پر خوشی کا احساس کرتا ہے وہی جگہ اس کے لئے جنت کی دنیا کہہ سکتے ہے۔ ویسا ہی دوزخ کی دنیا سے مراد تکلیفوں کو پانا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یہاں پر یا وہاں پر ہے۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ جہاں پر انسان تکلیفوں کو پار رہا ہے یا تکلیفوں کا احساس کرر ہا ہے وہی جگہ اس کے لئے دوزخ کی دنیا ہے۔ انسان کو صرف دو ہی احساسات ہیں وہ ایک سکھ، دوسرا دُکھ۔ یہ دونوں احساسات کے علاوہ باہر دنیا میں اور کچھ نہیں۔ یہ دونوں احساسات سے پرے (الگ) اور ایک احساس ہے۔ اس احساس کا بیان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اِس طرح سے ہی ہے۔ وہ احساس دکھ نہیں اور سکھ بھی نہیں ہے، دونوں سے بلکل الگ ہے۔ جو شخص اللہ میں شامل ہو گیا صرف وہ شخص ہی سکھ دکھوں سے پرے رہنے والی اس احساس کو پائے گا۔ وہ احساس سوکھ، دکھوں سے الگ ہونے کی وجہ سے اس احساس کو 'الگ' کہنے کے بدلے میں 'پرا' یا 'آخرت' کہا گیا۔ احساس کو 'دنیا' یا 'جہاں' یا 'لوک' کہتے ہیں۔ خوشی اور گم سے الگ رہنے والی احساس کو ''آخرت'' یا 'پرلوک' کہہ سکتے ہے۔ 'پرلوک' ہی آسمانی بادشاہیت ہے جسے عیسیٰ ذیادہ استمال کرتے تھے۔ آخرت سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات میں شامل ہونا یا نجات پانا کہہ سکتے ہے۔ اگر نجات پالیا یا مکتی پالیا یا اللہ کی مقام کو پالیا مطلب آخرت کو حاصل کرلیا۔ اور اس طرح بھی کہہ سکتے ہے کہ آسمان کی بادشاہیت حاصل کرلیا۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آخرت کے بارے میں یعنی اللہ تعلیٰ کو احساس کرنے کے بارے میں اللہ نے آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں کیا فرمایا۔ دیکھتے ہیں کہ سورح 6 آیت 32 میں کیا بتایا گیا

ہے۔

(6-32)''دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور مشگلہ ہی ہے۔ جو لوگ اللہ کا ڈر رکھتے ہیں ان کے لئے بہت اچھا گھر تو آخرت کا گھر ہی ہے، کیا تم نے نہیں سمجھا؟''

(12-109)''ہم تجھ سے پہلے وحی دے کر بھیجے ہوئے سب لوگ مرد ہی ہے۔ وہ بھی بستیوں میں رہنے والے ہی ہے۔ کیا تم نے زمین میں چل پھر کر دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ کیا؟ تم نے یہ نہیں سمجھا؟''

(29-64)''اور دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے، البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ کاش! یہ وہ جانتے ہوتے تو اچھا ہوتا''

(42-20)''جس کا ارادہ آخرت کا پھل ہو، ہم اسے اس کی پھل میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی پھل کی طلب رکھتا ہو، ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔'' اس طرح چند آیتوں میں آخرت کے بارے میں آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں کہنا ہوا۔ اس کے مطابق یہ جان لینا چاہئے کہ جنت کی دنیا الگ ہے، دوزخ کی دنیا الگ ہے اور آخرت الگ ہے۔

انسان جنت و دوزخ کو کہیں پہ بھی بھگت سکتا ہے۔ یعنی زمین پر ہی لیکن کہیں بھی بھگت سکتا ہے جہاں وہ بھگتے گا وہی جگہ اس کے لئے دنیا یا عالم ہوگا۔ ایسا ہی اللہ سارے کائنات میں زرے زرے میں پھیلا ہوا ہے۔ جو شخص اللہ میں شامل ہو گیا ہے وہ واپس جسم کو نہیں پہنے گا۔ یعنی اس کے جنم ختم ہو گئے۔ اگر جنم ہے مطلب وہ شخص جنت و دوزخ کو بھگتنے والا ہو کر رہنا چاہئے۔ جس کو بھگتنے کا کرم نہیں ہے اور جو شخص اللہ میں شامل ہوا وہ شخص بھی اللہ کے مانند ہر جگہ پھیل جائے گا۔ جب یہ کہنے کا موقع نہیں ہوگا کہ وہ شخص یہاں پر ہے یا وہاں پر ہے۔ ویسا شخص اللہ میں ہونے کی وجہ سے اللہ کے

مانند ہر جگہ رہتا ہے۔وہ شخص اللہ کومحسوس کررہاہے یا اس نے اللہ کو پالیا ہے۔اس لئے کہہ سکتے ہے کہ اس نے آخرت کو پالیا۔' دنیا یا لوک' کہتے ہی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک **ملک** جیسا ہوگا۔' دنیا' سے مراد 'احساس یا انوبھو(anubhav)' یا محسوس کرنا ہوتا ہے۔سارے محسوسوں میں سے اللہ کی محسوس الگ ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو آخرت (پرلوک) کہا گیا۔اور ایک بات بھولنا نہیں چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ کو محسوس کرنے کو آخرت کہہ رہے ہیں ہے نا!۔تو بعض لوگ اس طرح پوچھ سکتے ہے کہ کیا اللہ کومحسوس کرنا ممکن ہے؟اس سوال پر ہمارا جواب ہے کہ! جو اللہ میں شامل ہوگیا وہ اللہ سے الگ نہیں رہتا ہے۔اس لئے وہ خاص طور سے الگ رہتے ہوئے ،محسوس کرنے کا کچھ نہیں ہے۔وہ اللہ میں بس کر ہے۔یہی بات کو ہمیں سمجھنا چاہئے کہہ کر اس سے پہلے کہی گئی آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ' **کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے ہو'**۔اور ایک آیت کے آخر میں کہا تھا کہ' **کاش! وہ یہ بات جانتے ہوتے تو اچھا ہوتا'**۔اس لئے ہر بات کو ظاہری طور سے نہیں سمجھنا چاہئے۔باطن سے سمجھنا چاہئے۔تب ہی اللہ کی علم سمجھ میں آئیگی۔اللہ کا علم مخفی سے ہے یعنی غیبانہ ہے۔ایسا ہی دنیا کا پورا علم ظاہر سے ہے۔ظاہر یا **بھوتک(bhautik)** سے مراد آنکھوں کو نظر آنے والی کے ہے۔اورغیب یا **ابھوتک** (Abhautik) سے مراد آنکھو کو نظر نہ آنے والی کے ہے۔اللہ غیر مادی ہے یا غیب ہے اسلئے باطن سے ہی اسے سمجھ نا چاہئے۔

اللہ کا نشان یا اللہ کی مہر

نظر نہ آنے والے اللہ کو پہچان نے کے لئے اس نے نظر آنے والے نشان کو بنایا۔جیسے نظر نہ آنے والے بادشاہ کی انگوٹی کو مہر (RajMudra یا بادشاہ کا نشان) کہتے ہیں اور اس مہر کو دیکھ کر ایسی عزّت دیتے ہیں جیسے بادشاہ کو دیکھا ہو۔ٹھیک اسی طرح نظر نہ آنے والے اللہ کو نظر آنے والی نشان

سے پہچان کراس کی عزت کرنی چاہیئے ۔جس طرح بادشاہ کی انگوٹی کومہر کی طرح پہچان کر، بادشاہ کی مہر کو دیکھتے ہی بادشاہ کو دیکھے جیسا بادشاہ کی مہر کی عزت کر کے بادشاہ کے حکم کوعمل کرتے ہیں ۔اسی طرح اللہ بھی بادشاہ کی طرح نظر نہ آتے ہوئے ہیں ۔بادشاہ کے مہر کے مطابق ،جن کے پاس مہر ہوتی ہے وہ لوگ جیسے کہتے ہیں ویسے سنتے ہوئے ،بادشاہ کی حکم کی طرح انکی بات کوعزت دیتے ہیں ۔جتنا عزت بادشاہ کو دیتے ہیں اتنا ہی عزت مہر کو بھی دیتے ہیں ۔اللہ نظر نہیں آتا ہے ۔اس لئے ،اللہ کے چند کاموں کو دوسروں سے عمل کروانے کے لئے اللہ کا نشان تیار کرنا پڑا ۔بادشاہ اپنے ہاتھ کے انگلی کو پہنا ہوا انگوٹی ہونے سے ،بادشاہ کی انگوٹی کو اہمیت مل رہی ہے ۔اسی طرح **اللہ کا مہر اللہ کے علم سے بنی ہوئی** ہے ۔اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اللہ کا نشان کسی **مذہب** سے تعلق نہیں رکھتی ۔جیسا مہر عام انسانوں سے تعلق نہیں رکھتی ویسا ہی اللہ کا نشان **مذاہب** سے تعلق نہیں رکھتی ۔ بادشاہ کے حکومت سے بنی ہوئی اور حکومت کو اپنے اندر بسا کر رکھنے والی ،مہر ہوتی ہے ۔ویسا ہی اللہ کے حکومت یا اللہ کی قدرت سے بنی ہوئی اور اللہ کی طاقت کو اپنے اندر رکھنے والی ،اللہ کا نشان ہے ۔اللہ کا نشان مطلب اللہ کا حکومت یا اللہ کی طاقت یا اللہ کی مہر کہہ سکتے ہیں ۔ **سوال: یہ اللہ کا نشان یا اللہ کی مہر کیا ہے؟ نہ ہم نے کہیں سنا ۔نہ کہیں دیکھا ؟ یہ سب آپ کی بنی بنائی ہوئی کہانی لگ رہی ہے؟ ہم کیسے یہ یقین کریں کہ آپ کی بات سچ ہے؟ کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟**

جواب: اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا میں اکشر اپر برحم یوگ میں بتائے گئے چند شلوکوں کے معانی کو اِکٹھا کرنے سے 'اللہ کا نشان' اس طرح ہے کہہ سکتے ہے ۔بھگوت گیتا میں اللہ کی نشانی مخفی سے ،نظر نہ آتے ہوئے ہیں ۔وہ اکشر اپر برحم یوگ کے چند شلوکوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہے ۔

دوسری اللہ کی گرنتھ میں 'اللہ کے نشان' کے بارے میں ایک جملہ ہے ۔بھگوت گیتا میں چھپی ہوئی اللہ

کے نشان کو، بائبل میں کھلے طریقہ سے (openly) کہا گیا۔ بعد میں چند وقت کے بعد آئی ہوئی آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں 'اللہ کا نشان' لفظ کو دو، تین جگہ استمال کرنے پر بھی انسان اس سے واقف نہیں ہے۔ اوّل اللہ کی گرنتھ بھگوت گیتا میں اللہ کے نشان کے بارے میں اکشرا پر برحم یوگ میں ہے۔اور دوسری اللہ کی گرنتھ بائبل میں یوحنّا نے لکھی ہوئی پرکٹنا کتاب میں چاپٹر ۹ (chapter) ورس ۴ (verse) میں کہہ چکے ہیں۔ بعد میں آئی ہوئی قرآن گرنتھ میں سورح 22 آیت 32 میں کہا گیا کہ '' اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کریں وہ صرف اس کے دل کی پرہیز گاری کی وجہ سے ہی ہے۔'' اور باقی جگہ (2:158) میں، (5:2) میں بھی اللہ کے نشان کے بارے میں لکھا ہوا ہے لیکن یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہاں پر جو کہا گیا وہ صحیح مقصد سے نہیں ہے اور وہ جبرائیل کہی ہوئی آیت نہیں ہے۔جس طرح بھگوت گیتا میں اور بائبل میں سمجھ میں آ رہا ہے اس طرح قرآن میں سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

بھگوت گیتا گرنتھ میں اکشرا پر برحم یوگ میں اللہ کا نشان بہت ہی مخفی سے بتایا گیا۔ ۴۰ سال پہلے میں قرآن اور بائبل گرنتھ کو دیکھنے سے پہلے ہی اکشرا پر برحم یوگ میں مخفی سے چھپی ہوئی **'اللہ کا نشان'** کو باہر نکال کر ظاہری طور پر اپنے ہاتھوں سے اس کا تصویر بنا کر دکھائے تھیں۔ ہماری پہلی تحریر **'پرابودھا** (Prabodha)' میں اللہ کے نشان کی تصویر کو ۱۹۷۸ میں ہی لکھیں تھیں۔اور ۱۹۸۰ میں 'پربودھا' گرنتھ کو چھاپا تھا۔ ۴۰ سال پہلے ہی ہمارے ہاتھوں 'اللہ کا نشان'' کی شکل وصورت بنی ۔۱۹۷۸ میں ہمارے ذریعے اللہ کی نشان تیار ہوئی۔ جب سے ہم اس نشان کو اپنے پیشانی کے حصے پر پہن رہے ہیں۔ جب سے اللہ کا نشان بنا اور جب سے ہم اس کو پیشانی کے حصے میں پہننا شروع کیا تب سے **'ترائت شکم'** (Thraitha Shakam) نام آیا ہے۔ترائت شک کی شروعات ہو کر اب تک ۳۸ سال ہوئے۔ ہر سال یوگا دی (Yugaadi) کے عید کے دن سے ترائت شک کا نمبر بدلتا آ رہا ہے۔'

ترائت شک کیالینڈر'(thraithashak calender)، '**ترائت شک پنچانگ**'(thraithashak panchang)بھی تیار ہو رہے ہیں۔آنے والی یوگادی سے **ترائت شک ۳۹** میں بدل نے والی ہے۔جب سے ترائت شک شروع ہوا تب سے ہم ترائت سدھانت (Thraitha Siddhant) کی تعلیم دے رہے ہیں۔جس طرح مسلمان اپنے قرآن میں متشابہات آیات سمجھ نہیں پائے ویسا ہی ہندو بھی اپنی بھگوت گیتا کی علم کو سمجھ نہیں پائے۔اس لئے ہم بھگوت گیتا کی پروشوتّم پراپتی یوگ باب میں ۱۶، ۱۷ شلوکوں کے بنیاد پر ،ان شلوک میں جو **کشر(Kshara)، اکشر(Akshara)اور پروشوتّم (اعلی پرش**purushottam)ہے،ان تینوں پروشوں کے بنیاد پر'**ترائت سدھّانت**' کی اعلان کیا اور تب سے لیکر اب تک اسی کا تبلیغ کر رہے ہیں۔ ہندو مذہب میں اس سے پہلے ہی ادویت سدھّانت کرتا آدی شنکرا چاری ہے۔ ویسا ہی وِشِ سٹادویت سدھّانت کرتا رامانجا چاری ہے۔دویتا سدھات کرتا مدھوا چاری جی بھی ہے۔کیرلا علاقہ سے شنکرا چاری اپنا ادویت کو پراچار کیا اور تملناڑ سے رامانُجا چاری نے اپناوش سٹادویت سدھّانت کو پرچار کیا۔کرناٹکا میں اُڑپِی سے مدھ وا چاری نے اپنا دویت کو پرچار کئے۔توجب سارے ہندوؤں نے کہا کہ ہمارے سدھانت کرتا یں ہے کہہ کر بہت ہی اعلی بیان کرلئے۔ان کی پوجا کی۔آج ہم پچھلے ۳۸ سال سے **ترائت سدھّانت** کی تعلیم دے رہے ہیں۔

تو مجھے ہندوؤں نے ہندو ہی نہیں مانا۔'ترائت(Thraitham)' کہتے ہی سب عیسائیوں کا علم کہہ کر الزام لگا رہے ہیں۔یہ دیکھے بغیر ہی کہ ہمارا علم ہندوؤں کا ہے یا عیسائیوں کا ہے، اس علم کو جانچے بغیر ہی ہماری تحریر بھگوت گیتا کو ہندو کے پردے میں چھپی ہوئی بائبل کہا۔اندھے دھن (blindly) مجھے عیسائیوں کا استاد کہہ رہے ہیں۔چاہے کوئی کتنے بھی الزامات لگائے'ترائت سدّھانت' کا علم بہت تیزی سے دنیا میں پھیل رہا ہے۔جس طرح کنس(kamsa) کو معلوم ہوئے بغیر بگل والے

ریپلےؔ (Repalle) میں کرشن پلا تھا اسی طرح کئی سوامیوں کو معلوم ہوئے **بغیر ترائیت سدّھانت کا علم** پھیل رہا ہے۔اب تک سو، ہزار اور لاکھوں تعدات میں صفر کرتے ہوئے سو لاکھ تک پہنچنے والا ہے۔بعض لوگ جنہوں نے ہمیں عیسائی کہا انہیں اپنی غلتی کا احساس ہوکر، آخر میں کہا کہ ترائیت سدھّانت کا علم عظیم ہے۔اور جو ہماری علم کی نشان ہے وہ اللہ کی مہر کو پیشانی پر پہن رہے ہیں۔ترائیت سدھانت کی علم تریت شک سے تبلیغ کی جا رہی ہے۔ہم ہی نے ترائیت سدھانت کی تجویز (propose) کی۔اس لئے ہم ہی اس کی تبلیغ تیزی سے کر رہے ہیں۔جو لوگ ہماری علم کو جانتے ہیں وہ سب ہمارا علم **’ترائیت سدھانت‘** ہے اور ہماری نشان **’اللہ کا نشان‘** ہے۔اس طرح کہتے ہوئے اللہ کا نشان چہرے پر لگا رہے ہیں۔

’اللہ کا نشان‘ ایک مذہب سے متعلق نہیں ہے۔ہم پہلے بھگوت گیتا کا **اکشراپر برحم یوگ دیکھ کر، اللہ کے نشان کو اور بھگوت گیتا کی پروشوتّم پراپتی یوگ کو دیکھ کر ترائیت سدّھانت کو باہر بول پائے**۔پھر بھی کوئی اس کو دیکھ کے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ **ترائیت سدھانت** ہندو مذہب میں پیدا ہوئی ہے اور جو بولنے والا ہے وہ ایک ہندو ہے کیوں کہ یہ علم اور یہ نشان ایک مذہب کی محدود نہیں ہے۔ہم نے پہلے بھگوت گیتا پڑھے تھے۔جب پہلی بار دنیا میں کسی کو بھی سمجھ میں نہ آنے کی انداز میں مجھے بھگوت گیتا سمجھ میں آئی۔بعد میں، میں جو علم کہہ رہا ہوں اور میں جو جملے تعلیم دیتا ہوں وہی جملے قرآن میں اور بائبل میں جب ان گرنتھوں کو میں نے پڑھا تو ان میں نظر آئے۔میں جو علم کہہ رہا ہوں وہی علم دونوں گرنتھوں میں ہونے سے وہ دو گرنتھ مجھے بہت آسانی سے سمجھ میں آ گئے۔میں پچھلے ۴۰ سال سے تعلیم دیتے ہوئے کہتا تھا کہ ’’اللہ کا علم سوائے اللہ کے انسانوں کو نہیں معلوم اور جب اللہ خود اپنا علم بتائے گا تب ہی انسانوں کو علم معلوم ہوگا‘‘۔یہی بات قرآن گرنتھ میں سورح ۳ آیت ۷ میں دیکھ کر

مجھے تعجب لگا۔۴۰ سال پہلے ہی میں نے ایک جملہ لکھا تھا وہ یہ ہے کہ'' **اگر اللہ نے چاہا تو تجھے ایک ہی جگہ رکھ سکتا ہے۔اگر اللہ نے چاہا تو تجھے سب جگہ رکھ سکتا ہے۔**'' یہی بات قرآن میں اس طرح ہے کہ'' **اللہ نے چاہا تو تجھے علم کی راہ میں بھیج سکتا ہے۔اگر اللہ نے چاہا تو تجھے گمراہ بھی کر سکتا ہے**''۔اس طرح میرے کئی جملے بائبل میں اور قرآن میں رہنا دیکھ کر تعجب لگا۔میں ۱۹۸۰ میں '**جنن مرن سدّھانت**' (Janan Maran Siddhanth) کے نام سے ایک نئی علم کو لکھا تھا۔ان دنوں میں وہ علم بہت سے لوگوں کو سمجھ میں نہیں آیا تھا۔اور اس پر بہت سے ڑاکٹرز (doctors)، کئی عقل مند اعتراض کیئے۔اس کے باوجود میں نے کہا کہ میری علم سچ ہے۔وہی بات قرآن میں (6-95) میں رہنا دیکھ کر اس بات سے خوش ہوئے کہ میں نے جو علم کہا وہی علم وہاں پر ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ اس طرح کئی باتیں وہ دونوں گرنتھوں میں ہے۔

حال ہی میں تقریباً ۲ سال پہلے جب ہم قرآن گرنتھ کو دیکھ رہے تھے تب (22-32) میں ،اور (2-5) میں 'اللہ کا نشان' کا جملہ دکھا۔تب مجھے یہ معلوم ہوا کہ'' مجھے لگا کہ میں نے ۴۰ سال پہلے 'اللہ کا نشان' بول کر نیا نام لگایا لیکن وہ نیا نام نہیں ہے، پرانا نام ہی ہے۔''اس کے چند مہینوں کے بعد بائبل گرنتھ کو دیکھنا ہوا،اس میں یوحنا کے لکھی ہوئی پرکٹن گرنتھ (مکاشفہ) میں ۹ باب ۴ جملہ میں 'اللہ کی مہر کو پیشانی پر لگانا' رہنا دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا۔یہ جملہ کو بہت سے عیسائیوں نے بھی نہیں دیکھا۔ اصل میں اس جملہ کے بارے میں انہیں پتا تک نہیں ہے۔۴۰ سال سے ہم جو کام کر رہے ہیں اسی کو وہاں پر بولنا عجوبہ کی طرح لگا۔یوحنا مکاشفہ میں (4-9) اس طرح ہے کہ'' **اور انہیں حکم دیا گیا کہ زمین کی گھاس اور کسی ہرے پودے یا درقت کو ضرر نہ پہچانا سوائے ان لوگوں کہ جن کی پیشانیوں پر اللہ کی مہر نہیں ہے۔**''

اللہ کی مہر کوصرف ہم ہی نہیں بلکہ جو میری علم جانتے ہیں وہ سب لوگ پہن رہے ہیں۔ جو اللہ کا مہر نہیں پہنتے صرف انکو ہی تکلیف پہنچائے سوائے ان کے گھاس کو ہو، درخت کو ہو نقصان نہیں پہنچائے۔ یہ اللہ کا حکم ہونا دیکھ کر، جب سمجھ میں آیا کہ معلوم ہوئے بغیر ہی ہم اللہ کی مہر کو پیشانی پر پہننے سے، وہ کتنا فائدہ مند ہے تب جا کر پتا چلا۔ یہ جملہ سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کی مہر پہنے ہوئے لوگ بہت سے تکلیفوں سے بچ گئے۔ اس طرح ہمارا علم باقی دونوں کتابوں میں ہونے سے اور وہ نشان جو ہم سب پہن رہے ہیں وہ دونوں کتابوں میں بھی ہونے سے، یہ معلوم ہوا کہ یہ علم اور یہ نشانیاں ایک مذہب کی محدود نہیں ہے۔ تب یہ سمجھ میں آ گیا کہ ہمارا تمام ترائیت سدھانت (Thraitha Siddhanth) علم صرف ایک مذہب سے نہیں بلکہ تین مذاہب سے متعلق ہے۔ تب سے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری علم صرف ہندوؤں کو ہی نہیں بلکہ باقی مذاہبوں کے لوگوں کو بھی ضروری ہیں۔ ہم ۱۹۷۸ میں اللہ کی علم کے مطابق اکشر پر برحم یوگ میں جو رات دن، کرشن پکش، شکل پکش، اُتّرائن، دکشنا ینوں کی علم کے مطابق اور انسان کے اعمال کے مطابق، ویسا ہی انسانوں کی صفاتوں کی مطابق مکمل اللہ کی علم کے مطابق اللہ کی نشان کی نقشہ (Daigram) یا تصویر بنایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ نفس (جیواتما) کو روپ دیا۔ نفس کی شکل کے ساتھ ہم من، عقل اور چِت (طبعت) کے صورت وشکلوں کو آسانی سے بنا دیا۔

نظر نہ آنے والے (باطنی) من، عقل، چِت، اہم اور نفس کو شکل دیکر، اللہ کی مہر کی شکل کو بھی سب کو معلوم ہوئے جیسا تصویر بنا کر دکھائے۔ تب سے میرے تمام تعلیمات بہت مختلف اور خوصوصی لگنے لگے۔ اسی لئے ہم جو علم لکھتے ہے وہ تمام علم بلکل نیا اور سچلنا تمک (انقلابی علم) ہونے سے سب مجھے "(سچلنا تمک) انقلابی مصنف" کہا۔ جب سے لیکر اب تک میں نے ۸۰ گرنتھ لکھنا ہوا۔ یہ ۷۷ وی گرنتھ ہے۔ سمجھ رہا ہوں کہ بہت ہی جلد ۱۰۰ کتب لکھے جائیں گے۔ میں نے تمام گرنتھ

ترائیت سدّھانت'(Thraitha Siddhanth)علم کے بنیاد پر ہی لکھے تھے۔ ویسا ہی 'اللہ کی مہر' کو دکھاتے ہوئے کتابیں لکھے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ ترائت سدھانت بھگوت گیتا کی پروشوتّم پراپتی یوگ میں ہے اور ہم وہاں سے نکال کر دکھائے۔ تو ابتداء کائنات میں کہی گئی علم بھگوت گیتا ہے۔ اس کے بعد وہ اوّل اللہ کی گرنتھ کی صورت اختیار کی۔ پھر وہی علم یعنی ابتداء کائنات کا علم ہی بعد میں بتایا گیا۔ وہی علم بائبل اور قرآن جیسا تیار ہوئی۔ ہم شروع سے یہی کہہ رہے ہیں کہ تین گرنتھوں کا علم صرف ایک ہی اللہ کا علم ہے۔ **اللہ ایک ہے اور اللہ کا علم بھی ایک ہی ہے** ۔ایسی صورت میں ہمیں ایک سوچ آئی کہ جب بھگوت گیتا میں 'ترائیت سدّھانت' موجود ہے تو باقی دونوں گرنتھوں میں بھی 'ترائیت سدّھانت' ضرور ہونا چاہیئے۔ یہ تو ظاہر ہو گیا کہ بھگوت گیتا میں اکشر اپر برحم یوگ میں جو اللہ کی نشان ہے وہ باقی دونوں گرنتھوں میں بھی موجود ہے۔ تو ہمیں یہ لگا کہ بھگوت گیتا کا ترائیت سدّھانت یعنی کشر، اکشر اور پروشوتّم کا علم بھی باقی دونوں کتابوں میں ہونا چاہیئے۔ بھگوت گیتا میں پروشوتّم پراپتی یوگم میں ۱۶، ۱۷ شلوک میں ترائیت سدّھانت ہے۔

شلوک۱۶:   دواومو پوروشو لوکے کشر شچا کشر ے وچ   ۱
کشر سّروانی بھوتانی کوٹ ستھو کشر اُچے تے   ۱۱

مطلب:''دنیا میں دوقسم کے پُ رُش ہے ان میں سے ایک، کشرا(kshara)(فانی یعنی ناش ہونے والا)، دوسرا اکشر(Akshara)(لافانی، ناش نہ ہونے والا)۔ تمام جانداروں میں کشر نفس کی طرح ہے۔ اور اکشر (روح) بھی کشر (نفس) کے ساتھ جسم میں ہی موجود ہے۔ نفس کو فنا ہونے والے کشر جیسا کہا گیا۔ روح کو فنا نہ ہونے والی روح بتاتے ہوئے اکشر کہا گیا۔ کشر اور اکشر دونوں جسم کے اندر ہی ہے''۔

شلوک۱۷:   اتّمہ پُ رُش ستنے ہ پرماتمے تیو داھروت ہ ۱

یو لوک ترے ما وشے ببھرت ویے عیشورہ ۱۱

مطلب: ''کشر (نفس) اوراکشر (روح) پُرُشوں سے الگ تیسرے پُرُش کی طرح یہ جسم میں ہی ہے۔اسی کو پروشوتّم (اعلی پُرُش purushottam) کہا گیا۔اسی کو ہم پرماتما (اللہ) کہتے ہیں۔ پرماتما جسم میں بھی رہتے ہوئے تین عالموں میں بھی پیلا ہوا ہے۔اسی کواللہ کہتے ہیں''۔

کشرنفس ہے،اکشر روح ہےاور پروشوتّم اللہ ہے۔ یہ دونوں شلوک بھگوت گیتا میں رہنے کے باوجود بھی یہ کوئی جان نہیں پایا کہ اس میں ترائیت سدّ ھانت بسی ہوئی ہے۔ باقی دونوں کتابوں کو بھگوت گیتا بنیاد کی طرح ہےاور وہ دو کتابیں بھگوت گیتا کواس طرح تصدیق کر رہے ہیں کہ بھگوت گیتا سچی کتاب ہےاوراس میں اللہ کا علم ہے۔ بھگوت گیتا ایک نور ہےاور ہدایت ہے۔ایسا ہی باقی دونوں کتابوں میں دیکھتے ہی بتا سکتے ہے کہ وہ ان کتابوں میں بھی ایک نوراور ہدایت کی طرح ہے۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ جب تینوں کتابوں میں ایک ہی علم ہےتو 'ترائیت سدّ ھانت' بھی باقی دونوں کتابوں میں ضرور ہوگی سمجھ کر دونوں کتابوں میں ڈھونڑا تھا۔ پہلے متّی کی انجیل میں چاپٹر ۲۸ میں ورس ۱۹ میں تین روحوں کے بارے میں دیکھا تھا۔وہاں پراس طرح ہے۔(**متّی ۲۸:۱۹،۲۰**) **''اس لئے تم جاؤاور تمام لوگوں کوشاگرد بناؤاورانہیں باپ، بیٹے اور پاک روح کے نام سے بپتسمہ (baptism) دو،اورانہیں یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے اور دیکھو! میں یوگ کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں''**۔ یہاں باپ، بیٹا اور پاک روح بول کر، تھوڑا آگے ، پیچھے کر کے کہا تھا۔اگر بیٹے، باپ پاک روح کہتے تو سب کی نظر بھگوت گیتا کے 'کشر،اکشراور پروشوتّم' کہلانے والے تین روحوں کی طرف جاتی تھی۔تھوڑا بدلا کراس لئے کہا تا کہ یہ بات معلوم نہ ہو کہ بھگوت گیتا کا شلوک کا مطلب ہی یہاں کہا گیا۔اگر ہمیں یہ مالوم ہو جائے کہ باپ یعنی اکشر، بیٹا یعنی کشر،اور پاک روح جیسا پرماتما کو کہا گیا تو ہم کو سمجھ میں آجائے گا کہ بائبل میں بھی

''ترائیت سدّ ھانت'' ہے۔اب یہ معلوم ہوگیا کہ بائبل میں اور بھگوت گیتا میں بھی ایک ہی سدّ اھانت ہے۔میں بائبل کو دیکھنے نے سے پہلے ہی ،بھگوت گیتا دیکھ کر،اس میں کوئی بھی پہچان نہ سکنے والی ترائیت سدّ ھانت کو ہم نے شناخت کیا۔اس کے بعد بھگوت گیتا کے مطابق پیدا ہوئی اور بھگوت گیتا کا علم سے ہی بھری ہوئی بائبل میں تین روحوں کا علم ضرور ہوگا سمجھ کر ڈھونڑا تھا۔جیسے میں نے سوچا ویسا ہی مجھے ملا۔بعد میں مجھے لگا کہ قرآن میں بھی ترائیت سدّ ھانت ہوگا۔

پھر میں نے قرآن بھی دیکھنا شروع کیا۔تب جا کر معلوم ہوا کہ قرآن میں چند آیت بہت ہی مخفی سے ہے۔اگر سورح ۵ دیکھیں تو اس میں یہ لکھا ہوا میں نے دیکھا کہ 'تورات' کے اَنُسار قرآن اور بائبل ہے۔اس وقت تورات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ بھگوت گیتا ہی تورات ہے۔**قرآن گرنتھ میں۱۱۴ سورح اور ۶۲۳۶ آیتیں ہے۔**سارے آیتوں کو جانچنے کے بعد **سورح ۵۰ آیت ۲۱ میں 'ترائیت سدّ ھانت' کو میں نے پہچان لیا۔**جیسے بھگوت گیت میں کہا گیا ویسا ہی قرآن میں بھی ایک ہی کلیہ(Siddhant) بتایا گیا لیکن اس طرح بتایا کہ اسے پہچائے جانے کا موقع نہیں ہے۔جو قرآن میں ہے وہ بھی ترائیت سدّ ھانت کا ہی علم ہے لیکن بائبل،اور بھگوت گیتا سے بھی الگ قسم سے بتایا گیا تا کہ کوئی اس کو پہچان نہ پائے۔چاہے کیسے بھی بولیں میں نے جو علم

ترائیت سدّ ھانت نام سے کہا وہی علم تین کتابوں میں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔اب قرآن میں سورح ۵۰ اور آیت ۲۱ کو دیکھتے ہے،(۲۱:۵۰) **''اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ لانے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا''** اور ایک کتاب میں اس طرح ہے کہ **''اور ہر شخص اس حال میں آئے گا کہ ایک ہانکنے والا ہوگا اور ایک اس کے اعمال کی گواہی دینے والا۔''** یہ آیت دِکھنے میں تو بہت الگ نظر آرہی ہے لیکن معلوم ہوگیا کہ یہ ترائیت سدھانت کا جملہ ہی ہے۔یہاں پر ہر نفس یا شخص کہا

گیااس سے یہ معلوم ہورہا کہ وہ نفس کے بارے میں ہی کہا گیا۔نفس مطلب فنا ہونے والا کشر ہےاور ہانکنے والا یا چلانے والا سے مرادروح جواکشرپُرُش ہےاور گواہی دینے والا یا کچھ کام نہیں کرنے والا یعنی پروشوتّم یا پرماتما یا اللہ ہے۔تین جملوں کوتین کتابوں میں اتنامختلف قسم سے بتایا گیا کہ کوئی ان کو پہچان نہیں پائے گا کہ وہ تین ایک ہی ہے۔

اس طرح ترائیت سدّھانت(Thraitha Siddhanth) کے جملے تین گرنتھوں میں رہنا اور وہی تین گرنتھوں میں **اللہ کی مہر یا اللہ کا نشان** کے بارے میں بتایا جانا دیکھ کر، مجھے یہ سوچ آیا کہ کیا اللہ کی تعلیم کو میں نے کہا یا میری تعلیم کواللہ نے کہا!۔بہرحال، وہ اللہ کا نشان جوکسی کوبھی نہیں معلوم وہی چیز تین گرنتھوں میں کہنے سے مجھے حمت ملے جیسا ہوا۔**میرے ہاتھ سے بنی ہوئی اللہ کی مہر کو ہو یا اللہ کا نشان کو ہوکسی نے بھی نہیں سنااور کسی نے بھی نہیں دیکھا۔جو چیز کسی کوبھی نہیں معلوم وہ چیز تین اللہ کی گرنتھوں میں کہیں جانا دیکھنے کے بعد مجھے یہ یقین ہوگیا کہ میرے علم پراللہ کی نگاہ ہےاور بے شک میں اللہ کی علم میں ہی ہوں۔چاہے جوبھی ہواللہ کی گرنتھوں میں جواللہ کا نشان یااللہ کی مہر ہےاس کو بنانے والا میں ہی ہونے سےاور میرے ذریعے میری روح اس تصویرکو بنانے سے، میرے ذریعے تمام دنیا کواللہ کی مہر معلوم ہونا یا اللہ کا نشان دِکھنا، یہ تو میرے لئے تھوڑی خوشی کی بات ہی ہوئی نا!** اللہ کی نشان اللہ کے علم سے بھری ہوئی ہے۔یہی نہیں بلکہ ایک اور بات جوکسی

کوبھی نہیں معلوم اوروہ گرنتھوں میں بھی نہیں لکھی گئی۔وہ یہ ہے کہ! **ہرانسان کی پیشانی کے حصے پرسر کے اندراللہ کا نشان غیبی شکل میں موجود ہے۔میں نے جوشکل میں دکھائی تھی اسی شکل میں ہے۔آج جو لوگ اللہ کی مہر کی علم رکھتے ہیں وہ اللہ کی مہر کو پشانی پر پہن رہے ہیں توجولوگ اس کی علم نہیں رکھتے ہے وہ اس کونہیں پہن ہے ہیں لیکن نہ پہننے والوں کے سر کے بیچ کی حصہ میں، پشانی کے سامنے اللہ کی مہر یا اللہ کی نشانی غیب سے(نظر نہ آتے ہوئے)ہے۔ہرانسان میں، چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو، علمی ہو**

یالاعلمی ہو،عیسائی ہو،یا مسلم ہو،یا ہندو ہو،ہر ایک کے اندر کسی کو نظر نہ آتے ہوئے ،ان کے سر کے بیچ کے حصہ میں دِماغ کے اندر، پیشانی کے سامنے ،اندر غیب سے اللہ کا نشان موجود ہے۔تین مذاہبوں کے کتابوں میں بھی وہی اللہ کے نشان کے بارے میں لکھے تھے۔اوریک بات بھی ہے وہ یہ کہ!اللہ کی مہر انسانوں کی ذات میں ہی نہیں بلکہ باقی سب جانداروں کے جسم میں،سر کے اندر غیب سے ہے۔اس اللہ کی مہر کے بارے میں بھگوت گیتا میں پُ رُشوتم پراپتی یوگ میں پہلے والے شلوک میں ہی کہا گیا۔اس شلوک کو نیچے دیکھئے۔

شلوک ۱ : اورتھو مول مدھشّاقه مشوتّھم پراھو روے یم ۱

چھ ندامسی یسے پرنانی یستم وید س ویدوت ۱۱

مطلب:''اوپر جڑ اور نیچے شاخیں رکھنے والی،فنا نہ ہونے والی،جس کے پتّے وید(وید سے مراد صفت) ہے وہی اشورتھ ہے،یعنی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہتے ہوئے،اشورتھ نام کی اللہ کی نشانی یا اللہ کی مہر ہر انسان کے جسم میں موجود ہے''۔

اس شلوک کی مطلب کو اب تک ایسا سمجھا گیا کہ اشورتھ(Ashwarth Tree)نام کے درخت کو اوپر جڑ اور نیچے شاخیں ہوتے ہیں۔اس طرح اشورتھ کو درخت سیکمپار (Compare) کر لئے۔یہ جان لینا چاہئے کہ **جو درخت سے کمپار کیا گیا تھا وہی اللہ کی مہر ہے۔**وہی اللہ کی مہر بھگوت گیتا میں ہی نہیں بلکہ بائبل اور قرآن میں بھی اس کا زکر کیا گیا۔اتنی بلند یا عظمت والی اللہ کی مہر کو ہی ترائیت سدّھانت علم والے پیشانی پر پہن رہے ہیں۔جن لوگوں کو اسکی علم نہیں ہے وہ لوگ نہیں پہن رہے ہیں۔چاہے وہ ظاہری طور سے لگائے یا نہ لگائے، پھر بھی وہ ہر ایک جاندار کے جسم میں سر کے اندر اللہ کی مہر موجود ہے۔ جس انسان میں اللہ کی نشان ہوتی ہے صرف وہی ذندہ رہتا ہے۔جب اللہ کی مہر جسم سے باہر نکل جاتی ہے تو تب اس شخص کی جان بھی باہر نکل جاتی ہے۔اگر انسان ذندہ ہے اس کا

مطلب اس میں اللہ کی مہر موجود ہے اور اگر زندہ نہیں ہے مطلب اس کے جسم میں اللہ کی نشان نہیں ہے کہہ سکتے ہے۔سب کے ساتھ اتنی گہرای سے جوڑی ہوئی وہ اللہ کی نشان کو اور اس کی شکل کو اَب دیکھے لگے۔اللہ کی مہر کو ہم نے جو نام رکھا وہ یہ کہ برحم چکر(Brahma Chakra **اللہ کا چکر**)،**کال چکر**(kaal chakra**وقت کا چکر**)،کرم چکر(Karma chakra **اعمال کا چکر**)،گن چکر(Guna Chakra صفتوں چکر)

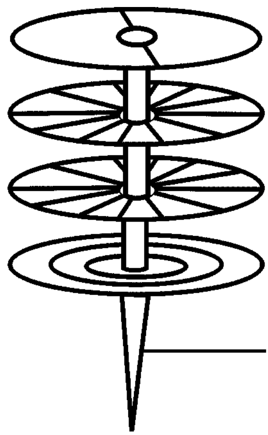

اب تک '**اللہ کا نشان**' یا '**اللہ کی مہر**' کے بارے میں بتائے تھے۔تین اللہ کی گرنتھوں کو فرقان کی طرح استمال کر کے،فرقان کے مطابق ہی اللہ کی مہر کے بارے میں معلوم کئے تھے۔فرقان کے عقاید کو استمال کر کے اللہ کی نشان کو سمجھایا تھا۔'**جو اپنے پیشانی پر اللہ کی مہر کو نہیں لگاتے سوائے ان کے باقی کسی کو کچھ مت کرنا،اس طرح اللہ نے اپنے فرشتوں سے کہا**' کہہ کر پرکٹن کتاب ۹:۴ میں لکھا ہے۔اللہ کے حکم کے مطابق فرشتے پانچ مہینوں تک ،جتنی تکلیف بچھو چابنے پر ہوتا ہے اتنی تکلیف فرشتے پہنچا سکتے ہے تو بغیر جان سے مارڈالے صرف تکلیف پہنچا سکتے ہیں لیکن جان سے مارنے کا حکم نہیں دیا گیا۔یہ چیز بھی اسی کتاب میں وہیں پر لکھا ہے۔'اس لئے اللہ کے نشان کو پہنے بغیر بے کار میں

فرشتوں سے تکلیف اٹھانے کی بجائے اللہ کی مہر کو پہن کے ان تکلیفوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

روزہ

(Note: روزہ کو تلگو زبان میں ُ اُپ واس ٗ (Upawas) کہا جاتا ہے ، روزہ کی اصلی معنی اور اس کی روحانیت کو اچھے سے سمجھانے کے لئے اپواس کا لفظ استمال کیا گیا۔ اس لئے آگے جہاں پر بھی اپ واس آتا ہے تو وہاں پر روزہ سمجھنا چاہئے۔)

سوال: اللہ کے عبادتیں بہت سے ہے۔ تین مذاہبوں میں تین مختلف طریقوں سے اللہ کی عبادتیں کر رہے ہیں۔ ہندو کے عبادتیں اس طرح ہے کہ ۱)۔ یگن ۲)۔ دان کرنا (خیرات یا صدقہ) ۳)۔ وید پڑھنا ۴)۔ تپسیا کرنا۔ اور عیسائی ہر اتیوار کے دن چرچ میں دعا کر رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں میں دیکھے تو ہندوؤں کی طرح ان کے بھی چار عبادتیں ہیں کہہ رہے ہیں۔ ان میں سے ۱)۔ نماز ۲)۔ زکوۃ ۳)۔ روزہ ۴)۔ حج ۔ یہ چار عبادتوں میں نماز یعنی اللہ سے دعا کرنا۔ زکوۃ یعنی اللہ کے راہ میں اللہ کے لئے اور اللہ کے علم کے لئے پیسا خرچ کرنا، دونوں بھی اللہ کے کام ہی ہیں۔ اسی طرح حج کرنے میں بھی بندگی نظر آتی ہے۔ لیکن پاک دنوں میں روزہ (اپ واس upwaas) رکھنا تو ایک پابند لگ رہا ہے مگر اس سے نہ اُدھر اللہ کو فائدہ ہے نہ اِدھر بندہ کو۔ بعض لوگ ایمان کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں تو بعض قانون کے ڈر سے روزہ رکھنے سے ، کسی کو بھی کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے۔ روزہ رکھنا صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہو سکتا ہے لیکن وہ عبادت کی طرح نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا روزہ رکھنا عبادت ہی ہے، عرض کرتے ہے کہ یہ شک وشبہ کو دور کریں؟

جواب: ہمارے حساب میں اللہ کے عبادتوں میں پہلے مقام پر نماز ہے اور دوسری مقام پر روزہ (اپ واس)، تیسرے مقام پر زکوۃ اور چوتھے مقام پر حج ہے۔ لیکن اور یک قسم سے، اس طرح بھی کہہ سکتے

ہے کہ نماز اور روزہ دونوں برابر ہے اور یہ دو فرض کے طور پر ضرور ادا کرنا چاہئے۔ یہ دونوں یعنی زکوۃ اور حج جس کے پاس پیسا ہے وہ کرتا ہے اور جو غریب ،اور جن کے پاس پیسا نہیں ہوتا وہ نہیں کر سکتے۔اس لئے وہ اتنے اہم نہیں ہے۔ پیسے والے کر سکتے ہیں۔جن کے پاس پیسا نہیں ہے وہ زکوۃ ادا نہیں کرے تو بھی چلے گا۔لیکن نماز اور روزہ (اپ واس) یہ دو سب کو ادا کرنا ہی پڑے گا۔تو آج مسلمان نماز اور روزہ ادا کر رہے ہیں۔لیکن جس طرح انکو ادا کرنا چاہئے اس طرح نہیں کر رہے ہیں۔راستہ پر چلنے والے اگر صحیح راستہ پر نہیں چلے تو وہ جہاں پر پہنچ نا ہے وہاں پر نہیں پہنچتے۔ایسا ہی اللہ کو پانے کی ارادہ سے نماز اور روزہ ادا کرنے پر بھی ،وہ صحیح طریقہ سے ادا نہ کرنے کی وجہ سے ،جس طرح گاؤں کو جانے والا اگر راستہ بھٹک کر چلا تو ،گاؤں جانے کا اس کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔وہ تو گاؤں کو جانے کے مقصد سے ہی چل رہا ہے لیکن راستہ بھٹک کر چلنے سے وہ جنگل پہنچ گیا۔اسی طرح اللہ کے پاس جانے کے مقصد سے ہی نماز اور روزہ (اپ واس) ادا کرنے پر بھی ،اس کی اصلی مطلب کو چھوڑ کر ،الگ طریقہ سے ادا کرنے سے ،اللہ کے پاس نہیں بلکہ مایا (شیطان یا ابلیس) کے پاس پہنچ رہے ہیں۔کم از کم اب تو اس راستہ سے مُڑ کر صحیح راہ پر چلنے کا موقع اللہ نے دیا ہے۔گرنتھ کے شروع میں ہی ہم نے زکر کیا تھا کہ دعا کیا ہے؟ اور اس موضوع میں ہم نے **'نماج'** آواز کا اصلی مطلب اور نماز کو اس کی اصلی مطلب کے مطابق کیسے ادا کرنا ہے بتائے تھے۔اس طرح سے عمل کریں تو اللہ سے اصلی دعا کئے جیسا ہوگا۔تب اس دعا سے اصلی فائدہ ہوگا۔اب بھی اسی طرح روزہ سے کیا مراد ہے؟ یہ جاننے کے بعد ،روزہ کو جس طرح ادا کرنا چاہئے اگر اس طرح ادا کریں تو روزہ کا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔رمضان اور روزہ کا انوکھا رشتہ ہے ،اسلئے رمضان مہینے میں ہی روزہ رکھا جاتا ہے۔رمضان کا جو مطلب ہے وہی روزہ کا بھی ہے لیکن آج قومِ مسلمان لفظوں کی اصلی معنی یا مطلب کو

چھوڑ دینے سے، انکو اندیکھا عمل کررہے ہیں لیکن اسکی حقیقت پہچان کر عمل نہیں کررہے ہیں۔

نماز کی معنی اوراس کی عمل دونوں کے بارے میں معلوم کیئے۔اب روزہ کے بارے میں دیکھے تو یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ تمام مسلمان رمضان کے پاک دنوں میں روزہ رکھتے ہیں۔جیسے نماز کو اسکی اصلی نیت (صحیح مطلب) سے نہیں کر پا رہے ہیں ویسے ہی روزہ کو بھی اصلی نیت سے نہیں کر پارہے ہیں۔اگر روزہ کو ٹھیک سے ادا کرنا ہے تو اس کے بارے میں مکمل طور پر علم ہونا چاہئے۔اسی پس منظر میں یہ کہہ رہے ہیں کہ رمضان اور روزہ کا ایک انوکھا رشتہ ہے۔خاص کر ہم ایک بات کو یاد رکھنا چاہئے۔وہ یہ ہے کہ اسلام مذہب ظاہر ہو کر تقریباً ۱۴۰۰ ہوا۔مسلمانوں کو یہ معلوم ہے کہ تب سے نماز اور روزہ موجود ہے۔لیکن یہ معلوم ہو رہا ہے کہ قدیم میں کرتا یوگ میں ہی نماز اور روزہ الفاظ موجود تھے۔کرتا یوگ میں ہی روزہ اور نماز لفظ اس لئے تھے کہ آنے والے زمانہ (یعنی مستقبل) میں بھی یہ (نماز اور روزہ) رہیں گے۔اور کرتا یوگ میں ہی صاف تلگو لفظوں کی طرح نماز اور روزہ الفاظ رہتے تھے۔**'نماز'** یعنی تلگو زبان میں تین حرفوں کا مطلب پہلے ہی معلوم کئے تھے۔بعد میں اللہ کی عبادتوں میں دوسرا لفظ 'روزہ' ہے۔**'روزہ'** سے مراد **'جنم ناش'** ہے۔اس کا ذکر پہلے کیا تھا کہ نماز لفظ میں مجھے جنم نہیں چاہئے، یا مجھے جنم نہیں ہے کا مطلب ہے۔روزہ لفظ بھی قریب قریب وہی مطلب دینے والا لفظ ہے۔

روزہ لفظ رمضان لفظ سے پیدا ہو رہی ہے۔اُن دنوں میں رمضان کا مہینہ ہو یا رمضان کی عمل ہو نہیں تھا۔پھر بھی رمضان کا لفظ تلگو زبان میں موجود تھا۔'رمضان' لفظ کا استمال ذیادہ تر روحانیت میں ہی کیا کرتے تھے۔اُس زمانہ میں دوسروں کو اللہ کی علم کی تعلیم دیتے ہوئے رمضان کہہ کر بلواتے تھے۔جو لوگ اللہ کی علم کو حاصل کرنے کی مقصد سے مرشدوں کے پاس جا کر علم سیکھنا

چاہتے تھے ان کو سب سے پہلے رمضان لکھ کے ان کے ہاتھ کو باندھا کرتے تھے۔جن لوگوں کے پاس رمضان کی نشانی ہوتی تھی ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ وہ اللہ کے علم جاننے والے یا سیکھنے والے ہیں۔اسی لئے انہیں عزت کیا کرتے تھے۔وہ زمانہ میں جولوگ اللہ کی علم جاننے کی طریقہ میں ہے اور جو روحانی علم کو سیکھنے والے طالبِ علم (Students) ہے وہ سب 'رمضان' نام کی تین لفظ لکھے ہوئے تانبے کی یا پیتل کی تخت کو اپنے ہاتھ میں باندھنا یا اپنے گلے میں پہننا کرتے تھے۔بعض کو میری ان باتوں پر شک ہوسکتا ہے۔وہ کہہ سکتے ہے کہ یہ سب باتیں بنا کر (اپنے خیال سے) بول رہے ہیں۔اگر آپ ویسے سمجھے تو بھی میں نے جو کہا وہ اچھا ہی کہا نا! برائی تو نہیں کہا! کہہ رہا ہوں کہ تم بھی عالم (اللہ کی علم رکھنے والا) بنو، اس کے سوا میں نے جہالت میں جانے کے لئے تو نہیں کہا نا!۔اور میں مذاہبوں کے بارے میں بھی نہیں کہہ رہا ہوں نا!۔قدیم میں جو حق تھا اسی کو کہہ رہا ہوں۔وہی جو آپ نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں۔اگر آپ اس طرح پوچھتے ہیں کہ جو کوئی بھی انسان نہیں جانتا اور جو چیزیں کب کا مٹ چکے، ان چیزوں کے بارے میں آپ کیسے کہہ پا رہے ہیں۔تو اس سوال پر میرا جواب دینے والا بھی میں نہیں ہوں۔ایسا سمجھو کہ جس اللہ کو تم دعا کر رہے ہو اور جس اللہ کو تم پانے کی تڑپ کر رہے ہو، جس اللہ کو تم اعلی بالا سمجھ رہے ہو، وہ اللہ ہی خود کہہ رہا ہے۔حق کو جاننے میں جھجکنا (Hesitate) مت۔

میں عام انسان ہی ہوں۔تو میرے اندر جو درمیانی روح (Madhya Atma) ہے وہ اپنی علم کو ظاہر کرنا چاہی تھی۔درمیانی روح تو سب میں ہوتی ہے لیکن میری روح خاص کر مجھے چن کر، میرے جسم کے ذریعے بہت سی علم کو ظاہر کرنا میری خوش نصیبی سمجھ رہا ہوں لیکن میرے دل میں اس طرح کا نیت ہو یا مقصد ہو نہیں ہے کہ یہ سب 'میں خود کہہ رہا ہوں'۔تو اب بہت اچھا وقت آیا ہے کہ تیرا اللہ ہی

خود تجھے علم بول رہا ہے۔ اگر اب بے کار خیال کر کے علم کو حاصل نہیں کیا تو پھر کبھی بھی حاصل نہیں کر پاؤ گے۔ اب کے سوا بعد میں بولنے والے بھی کوئی نہیں رہیں نگے۔ فی الحال ہم تو لفظِ رمضان کے بارے میں کہہ رہے تھے نا! جس کے پاس رمضان کی نشانی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص اللہ کی علم معلوم کر رہا ہے۔ اس طرح اُن دنوں میں لوگوں کو تعلیم دینے والے مرشد رمضان لفظ کو لکھ کر باندھتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ 'رمضان' کا لفظ تو آج کی اسلام میں ہے اور قرآنِ پاک رمضان مہینہ میں نازل ہوا۔ اسی لئے رمضان مہینہ پاک دنوں والی ہے اور اسی پاک دنوں میں ہم روزہ (اپ واس) رکھنے کو ہی روزہ کہہ رہے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ رمضان، روزہ اور نماز آج اسلام کے اندر موجود ہے۔ تو مجھے بہت اچھے سے یاد ہے کہ اُن دنوں (کرتا یوگ) میں بھی یہ الفاظ ہی تلگو زبان میں اچھی معنی رکھتے تھے۔ جس طرح آج اللہ کی علم میں یہ لفظیں ہیں ٹھیک اسی طرح اُن دنوں میں بھی اللہ کی علم کے لئے ہی یہ لفظ استمال کرتے تھے۔ جیسے 'نماز' کی تین اکشروں کی معنی ہے ویسا ہی 'رمضان' کے تین حروفوں کا بھی معنی ہے۔ 'رمضان' کے تین حروفوں سے ہی دو حروفوں کی 'روزہ' پیدا ہوئی۔ 'روزہ' کے بارے میں جاننے سے پہلے رمضان کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ سب سے پہلے زمین پر پیدا ہوئی زبان تلگو زبان ہے۔ تلگو زبان میں 'رم(ram)' کا مطلب فنا یا ناش ہونا ہے۔ رمضان لفظ میں رم + ضان (جان) = رمضان ہے۔ ہم شروع سے کہہ رہے ہیں کہ 'ج' (یا 'ز' یا 'ض') لفظ کا معنی '**پیدائش** یا جنم' ہے۔ تو اب **رمضان** کا مطلب یہ ہوا کہ **جنم ناش** ہے۔

جنم کو ناش کرنے والی رمضان ہے، اسی مطلب کو ظاہر کرنے کے واستے رمضان کا نشان کو لوگ پہنا کرتے تھے۔ لوگ رمضان کا نشان پہننے سے یہ ظاہر کئے جیسا ہوا کہ 'اعمال سے پیدائش (

جنم)ہو رہا ہے اور پیدائش (جنم) کی وجہ اعمال ہیں اسی لئے وہ اعمال کو ناش (ختم) کرنے کے واسطے ہی اللہ کی علم کو جان رہے ہیں، ۔درحقیقت اللہ کی علم سے اللہ کی طاقت ملتی ہے۔اللہ کی طاقت کو ہی 'علم کی طاقت یا گیان شکتی یا علم کی آگ کہتے ہیں۔بھگوت گیتا میں علم کی آگ یا گیان کی آگ کے بارے میں (علمی یوگ) گیان یوگ میں شلوک ۳۷ میں اس طرح کہا گیا۔

شلوک ۳۷: یے تھے دھامسِ سمدھوگنی ربھسم ساتکورو تیرجونہ ।
گناناگنی سّرو کرمانِ بھسم ساتکوروتے تتھا ॥

مطلب: چاہے کتنے بھی لکڑیاں ہو، وہ جس طرح آگ میں جل کر خاک (راکھ) بن جاتا ہے ٹھیک اسی طرح علم کی آگ میں سارے اعمال جل کر راکھ ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔

جیسا اوپر والے شلوک میں کہا گیا کہ علم کی آگ سے اعمال (کرم) ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس شخص کی پیدائش کی وجہ جو اعمال ہے وہ اعمال ختم ہو جانے سے، وہ شخص دوبارہ پیدا نہ ہوتے ہوئے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ میں مل جائے گا۔جب اس شخص کے اعمال علم کی آگ سے فنا ہو گئے۔اس لئے اس کے جنم بھی فنا ہو گئے۔فنا یا ناش کا بیج اکشر (Root Word) **''رم''** ہے۔اس لئے چند تسبیح (Mantra) میں 'رم' آواز کو استمال کرتے ہیں۔**'جان'** سے مراد پیدائش یا جنم ہے!۔ اللہ کی علم حاصل کرنے سے اعمال جل کر جنم ختم ہو رہے ہیں۔یہی مطلب سے جو لوگ مرشدوں کے پاس روحانیت سیکھنے کے واسطے جاتے تھے یعنی علم الٰہی کے تمام طالب علم (Brahma Vidya Students) **''رمضان''** لفظ لکھی ہوئی سکّہ کو اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے گلے میں ہو پہن تے تھے تا کہ لوگ یہ بات کو سمجھ جائے۔ جو لوگ اس نشان کو دیکھتے ہیں وہ فوراً سمجھ جاتے تھے کہ وہ اللہ کی علم جاننے والے ہیں۔لوگ یہ بات جانتے تھے کہ جو اللہ کی علم کو جانتے ہے انکے پاس علم کی آگ ہوتی ہیں۔اسی لئے وہ لوگ عالموں کو بہت عذّت سے دیکھتے تھے۔اگر کوئی بھی عالم (جس کے پاس اللہ کی علم ہوتی

ہے) کو بے عزت کرتا ہے تو اسے بہت کرم (پاپ یا عمل) لگ جاتا ہے۔ اتنا کرم لگتا ہے کہ اگر عام انسان کو ذلیل کرنے سے جتنا کرم آتا ہے اس سے ۱۰ گنا زیادہ کرم (پاپ) لگ جاتا ہے۔ اسی لئے قدیم زمانہ میں بادشائے (Kings) بھی عالموں کو دیکھ کر، بہت عزت دیتے تھے۔ لیکن آج کے زمانہ میں چوٹے افسر (Officers) بھی علم کی اہمیت نہ جانتے ہوئے علم والوں کی قدر نہ کرتے ہوئے انہیں کم تر سمجھ کر بے عزّتی سے بات کر رہے ہیں۔ اور بے کار میں کرم کو سر پے ڈھور ہے ہیں۔

قدیم زمانہ میں تھوڑا بہت علم رکھنے والے بھی نشانِ رمضان (رمضان کا نشان) کو ویسے ہی پہنا رکھتے تھے۔ جب ایک مرتبہ علم میں داخل ہو کر نشانِ رمضان کو پہنا ہوا شخص بعد میں اس کو نہیں نکالتا تھا۔ وہی رمضان کو اللہ نے واپس کل یوگ (Kal Yug) میں جس مہینہ میں آخری اللہ کی کتاب قرآن نازل ہوئی، اس مہینہ کے نام جیسا رمضان رکھ کر، اللہ ہی انسانوں کو یاد دلایا۔ اس لئے سمجھتا ہوں کہ اللہ کی کتاب کی وجہ سے اس مہینہ کو پاک دنوں جیسا سمجھ کر، ان پاک دنوں کو **'رمضان'** نام رکھنا تو اللہ کا ہی ارادہ یا اللہ کا ہی مقصد ہے۔ قدیم میں کرتا یوگ میں جو لوگ جنم ختم کرنے کا اراہ سے پہنے والا رمضان نام آج کلِ یوگ میں واپس آنا انسان کی خوش نصیب کہہ سکتے ہیں۔ پھر بھی آج انسانوں کو یہ نہ معلوم ہے کہ رمضان نام میں کتنی اہمیت بسی ہوئی ہے۔

رمضان لفظ کے ساتھ روزہ لفظ بھی قدیم زمانہ میں ہی رہتا تھا۔ عمل کو جلانے والی **علم کی** آگ کی نشان رمضان ہے تو **مرشد کی نصیحت (نوٹ: نصیحت یا ہدایت کو تلگو زبان میں 'اپ دیش' کہتے (upadesh) ہیں۔ کتاب میں آگے سے جہاں کہیں بھی اپ دیش کا لفظ استمال کیا جائے گا وہاں اسے نصیحت یا ہدایت سمجھے۔)** کی نشان کی طرح روزہ رہتا تھا۔ یہ دو لفظ کرتا یوگ میں علم کو سیکھنے والے مریدوں کے پاس اور علم سکھانے والے مرشدوں کے پاس رہتے تھے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ

جیسے قدیم زمانہ میں یہ دونوں لفظوں کا انوکھا رشتہ ہوتا تھا بلکل ویسا ہی آج کے زمانہ میں رہنا تعریف کی بات ہی ہے۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ جو آوازیں زمانہ کے ساتھ پوشیدہ ہو گئے ان آوازوں کو اللہ نے کل یوگ میں واپس لا کر رکھنا۔ اللہ نے پھر سے رمضان اور روزہ لفظوں کو واپس انسانوں کے درمیان لا کر رکھنے سے آج ہم کو یہ موقع ملا کہ ہم ان لفظوں کے بارے میں اوران کی اہمیت کے بارے میں بات کرے۔ اگر یہ الفاظ ہی موجود نہیں رہتے تو آج کے دن ہم اس طرح اِن الفاظوں کے بارے میں بات نہیں کر سکتے تھے۔ قدیم میں جبرائل (سورج سیارے) نے جو علم فرمایا تھا وہی علم کو محمدؐ کو کہنے سے وہ الفاظ آج مسلمانوں کے درمیان ابھی بھی باقی ہے۔ اور قدیم زمانہ میں ان لفظوں کا حقیقی معنی علمی طریقے سے کیسے رہتا تھا وہ بھی آج معلوم ہو رہا ہے۔

رم ضان میں 'رم' آواز سے 'رو' حرف اور 'ضان (جان)' آواز سے 'ج یا ز' حرف نکلا۔ (نوٹ: علمی نظر رکھنے والے لوگ یہاں پر صرف آوازوں کو دیکھنا چاہئے کیوں کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ کئی لفظوں کی شکل بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن آواز کی معنی نہیں بدلتی)۔ کرتا یوگ میں اللہ کی علم سکھانے والے مرشد دو لفظوں کی نشانِ روزہ کو اپنے ہاتھ میں ہو یا اپنے گلے میں ہو پہنا کرتے تھے۔ نشانِ روزہ کو دیکھتے ہی لوگ پہچان لیتے ہے کہ وہ مرشد ہیں۔ **جن کے پاس نشانِ رمضان ہے وہ علم معلوم کرنے والے یا علم سیکھنے والے ہیں۔** اور **جن کے پاسنشانِ روزہ ہے انہیں تعلیم دینے والے استاد یا مرشد کہا جاتا تھا۔** یہی نہیں بلکہنشانِ روزہ پہنے ہوئے مرشد نشانِ رمضان پہنے ہوئے مریدوں کو اُپ دیش یعنی نصیحت دیتے تھے۔ وہ زمانہ میں مرشدوں کے پاس جا کر مرید نصیحت لیتے تھے۔ مرشد اور مرید کی رسم و رواج میں اُپ دیش (نصیحت) کا کام اس لئے رہتا تھا کہ اس کام سے باہر دنیا والوں کو یہ پتا چلے کہ مرید، مرشد کے پاس جا کر علم سیکھ رہے ہیں۔ اُس زمانہ

میں مرشد کے پاس مکمل علم حاصل کرنے کے بعد ہی اُپ دیشد یتے تھے۔قدیم میں لوگ ایسا سمجھتے تھے کہ علم سیکھنا ختم ہونے کے بعد اگر انہیں لگتا کہ وہ اچھے سے پورا علم معلوم کیئے تو تب ہی وہ لوگ ہی مرشد کے پاس جا کر اُپ دیش لیتے تھے۔لیکن آج کے زمزنہ میں بھی مرشداور مرید کی رسم ورواج میں اپ دیش کا کام موجود ہے۔لیکن قدیم زمانہ میں جومرید وتے تھے یعنی نشانِ رمضان پہننے والے صرف تب ہی اپ دیش لیا کرتے تھے جب وہ یہ فیصلہ پرآ جائے کہ انہوں نے پوری طریقے سے علم سیکھ لیا اور سمجھ کرلیا۔تو آج کے زمانہ میں ایسا نہیں ہورہا ہے۔آج مریدوں کی طرح جوعلم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ مرشد کے پاس جاتے ہی پہلے دن ہی اورعلم کو حاصل کرنے سے پہلے ہی مرشد انہیں اپدیشدے رہے ہیں۔

اس طرح کئے جانے والا اُپ دیش صرف نام کے واستے ہوتا ہے لیکن حقیقی نصیحت (اپ دیش) نہیں ہوتا ہے ۔قدیم زمانہ میں لوگ ہر کام بھی مطلب جان کر، سمجھ کر کرتے تھے۔لیکن آج سب بے مطلب (صحی معنی جانے بنا) سے کام کررہے ہیں۔جیسا بزروگ کہتے ہے نا کہ ’**بے مطلب کا کام بے کار ہے**‘ ایسا ہی وہ کام بھی جو معنی جانے بغیر کررہے ہیں وہ پورے کام بے کار ہوجارہے ہیں۔آج کے زمانہ کے مرشدوں کی نصیحت کو اور قدیم زمانہ کی مرشدوں کی نصیحت کو زمین وآسمان کا فرق ہے۔قدیم میں مرشدوں سے جو ہدایت ملتی تھی وہ اصلی ہدایت ہوتی تھی۔نشانِ روزہ پہنے ہوئے مرشد ہدایت (اپ دیش) دیتے تھے۔جو اپدیش لیتے تھے وہ رنشانِ مضان پہنا کرتے تھے۔’روزہ ‘میں ز یا ج کا معنی ’پیدائش‘ کے ہے۔’رو‘ کا معنی ’فنا ہوگیا‘ کے ہے۔اگر دونوں حرفوں کو جوڑے تو یہ معنی ہوتا ہے کہ ’پیدایش فنا ہوگیا‘ یا ’پیدائش نہیں‘ ہے۔اس طرح کا مطلب کوروزہ بتاتی ہے۔رمضان یعنی اس کا مطلب ’جنم کو ناش کرنے والی‘ ہے۔تو روزہ بھی رمضان کی آواز سے

پیدا ہونے سے روزہ کا مطلب اس طرح ہے کہ' جنم ناش ہوگیا'۔ **رمضان ہونے والی مستقبل کو پیدائش (جنم) کے معاملے میں بتا رہی ہے تو، روزہ گزرا ہوا ماضی کو پیدائش (جنم) کے معاملے میں دکھا رہی ہے**۔ جنم ناش ہوگا یا جنم کو ناش کرلوں گا کہہ کر پیدائش کے بارے میں ہونے والے مستقبل کو دکھانے والی رمضان ہے تو، پیدائش ناش ہوگیا اس طرح کہتے ہوئے گزرا ہوا ماضی کے نشان کے طور پر روزہ ہے۔ اور یہ بھی جان گئے کہ نشانِ روزہ کو مرشد اور نشانِ رمضان کو مرید پہنا کرتے تھے اور مرشد ،مرید کے رسم و رواج کی نشانی کے طور پر رمضان اور روزہ لفظ رہتے تھے۔

مرید علم کو حاصل کرنے کے بعد مرشد اپ دیش دیتے تھے۔ اگر اپ دیش لفظ کو الگ کر کے دیکھیں تو اس طرح ہے کہ اُپ (upa)+ دیش (desh)= اُپ دیش (upa desh)۔ ایسا ہی اُپ ندی بھی کہہ سکتے ہیں۔ **اُپ** (upa) کا مطلب ہے کہ '**بگل (side) میں رہنے والی**' یا '**دوسرا**' ہوتا ہے، ایسا ہی یہ بھی کہہ سکتے ہے' **جو الگ ہے**'۔ ایک ندّی (River) کے کئی اپ ندیاں (small river or lake) ہوتے ہیں۔ جو ندّی کے بگل میں ہی رہتے ہوئے، ندّی سے جڑی ہوئی ہے اسے 'اپ ندی' کہتے ہیں۔ اسی طرح جو دیش (شہر یا ملک) کے بگل میں الگ دیش جیسا رہتے ہوئے، دیش سے جڑی ہوئی ہے اسے 'اپدیش' کہتے ہیں۔ ایک انسان ایک دیش میں بسر کرنا (to live) عام بات ہے۔ (نوٹ: تلگو زبان میں بسر کرنے کو یا رہنے کو یا زندگی گزارنے کو نواس (Nivas) بھی کہتے ہیں) اللہ کی غیبی علم جاننے کے لئے ہر ایک لفظ کا صحیح مطلب جاننا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے جہاں بھی آگے سے **نواس (Nivas) یا واس** آئے گا تو **بسر کرنا یا رہنا** سمجھنا چاہئے اور **اُپ** آئے تو بگل میں side (mein) سمجھے اور **دیش یا شہر یا ملک یا بستی کو مقام** سمجھا جائے)۔ اگر ایک دیش میں نواس (بسر کرنے والا) کرنے والا دوسرے دیش جا کر نواس (بسر) کیا تو اسے یہ کہہ سکتے ہے کہ وہ اُپ دیش میں اُپ

واس کرر ہا ہے۔بگل کی دیش میں رہنےکواپ نواس یا اپ واس کہہ سکتے ہے۔جب ہم اپ دیش کو جاتے ہےتو تب اس کا یہ معنی ہے کہ ہم اپ واس کرر ہے ہیں۔اپ نواس یا اپ واس کیسے بھی کہہ سکتے ہے۔اُپ دیش یعنی فی الحال ہم جو دیش میں ہےاس دیش کےعلاوہ الگ دیش ہے۔اپ واس کا مطلب بہت سے لوگ یہ سمجھ تے ہے کہ کھانا کھائے بغیر رہنا۔ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔اس طرح رہنےکوتو ’بھوکا رہنا‘ کہتے ہیں مگراس کواُپ واس نہیں کہنا چاہئے۔نواس یعنی ایک جگہ پر رہنا اسی کو اُپ واس بھی کہہ رہے ہیں۔

بگل والے دیش کے بارے میں پوری جانکاری لیکر بگل والے دیش کو کیسے جانا ہے اور بگل والے دیش میں کیسے رہنا ہے یہ سب جاننے کے بعد ہی بگل والے دیش کو جا کر وہاں کےاحساس کو پانا ہی اپ دیش (ہدایت یا نصیحت) پانا کہتے ہیں۔اس کواب ہم عرفان (اللہ کی علم) سے سمجھ لئےتو اس طرح ہے کہ جوشخص یہ جان کر کہ اللہ، دنیا (قدرت) سے الگ ہےتو اس اللہ کو پانے کے لئے یوگ(yog) ہی راہ ہے سمجھ کر یوگ کی عمل کرنے والا کبھی نہ کبھی تو ایک بار دنیا کی احساس (اِس دیش یا یہ جہاں یا صفات) کو چھوڑ کر جسم کے اندرروح کا احساس (الگ دیش یا اللہ کا احساس) پائے گا۔اس طرح ایک نئی احساس کوعلم کے مطابق پانے کو ہی اُپ دیش میں اپ واس (روزہ رکھنا) رہنا کہہ رہے ہیں۔جیسے روح کی احساس کو یوگی(Yogi) جانتا ہے ویسا ہی مرشد سے اُپ دیش پایا ہوا بندہ اُپ دیش میں کے احساسات جان جائے گا۔وہی اصلی اپ دیش (نصیحت یا ہدایت) ہے۔اور وہی اصلی اپ واس (روزہ) ہے۔جس نے اُپدیش(upa desh) کو پایا وہ اُپواس(upwas) کےاحساس کو پائے گا۔

تو آج رمضان اورروزہ لفظ مسلمان قوم میں ہیں۔پھر بھی وہ ان لفظوں کے حقیقی معنی کونہیں

جانتے۔ایسا ہی جو مسلمان اُپدیش کا مطلب ہی نہیں جانتے وہ سب لوگ آج اُپواس (روزہ) کرر ہے ہیں۔تو ان لوگوں کو اُپواس کی روحانی معنیٰ نہیں معلوم ہے۔روحانی علم میں اس کا اصلی مطلب نہ معلوم ہونے سے اس طرح روزہ کے بارے میں غلت فہمی میں ہے کہ کھانا کھائے بغیر رہنے کو ہی اپ واس (روزہ) سمجھ رہے ہیں۔روحانی علم میں اُپدیش (ہدایت یا نصیحت یا رمضان) ہے اور اُپواس (روزہ) بھی ہے۔**جسم کے اندر روح کی احساس کرتے ہوئے رہنا ہی اُپدیش (رمضان) میں اُپواس (روزہ) کئے جیسا ہوتا ہے**۔اُپواس کے بارے میں قرآن میں سورح ۲ آیت ۱۸۴ میں تھوڑے حدتک بتایا گیا۔لیکن یہ معلوم ہوا کہ وہاں پر جس طرح سمجھنا چاہئے اس طرح کوئی بھی نہیں سمجھ پایا اور سب لوگ اس کو غلت سمجھ لئے۔ جملہ کے اندر ایک جگہ اس طرح ہے کہ ''جو روزہ (اپواس) رکھنے کی طاقت رہنے پر بھی ضوروری کام سے روزہ (اپواس) نہیں رکھ پاتے تو وہ روزہ کے بدلے میں ایک غریب کو کھانا کھلائے۔'' غریب سے مراد 'لاعلمی' (جو علم نہیں جانتا) ہے اور کھانا کھلانے سے مراد 'علم دینا یا علم کو کھلانا' ہے۔اگر ضروری کام سے اپنے جسم کے اندر روح کی احساس نہ کر پائے تو اس کے بدلے میں جو علم نہیں جانتا (غریب) ہے اس کو علم کہلانے والی رزق دینے کی مطلب سے وہاں پر کہا گیا تو انسان انسانوں کو رزق (کھانا) خیرات میں دے رہے ہیں۔اب قرآن کی آیت کو دیکھتے ہے۔(۱۸۴:۲) ''**گنتی کے چند دن ہی ہے لیکن تم میں سے جو شخص بمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے۔اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک غریب کو کھانا دیں۔پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے۔لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزہ (اپواس) رکھنا ہے۔**'' یہاں پر جو کہا گیا اسکو خوب غور کر کے صحیح سے سمجھنا چاہئے۔

ہم یہ جان چکے کہ مرشد اور مرید کے رسم و رواج میں مرید علم سیکھنے والا اور مرشد علم کو سکھانے

والا ہے۔ایسا ہی علم کومعلوم کرنے والا'رمضان' کی نشان کواور علم کی تعلیم دینے والا'روزہ' کی نشان کوکرتا یوگ میں ہی پہنتے تھے۔اگر ایک انسان مرید کی طرح علم معلوم کیا تو اس نے اپدیش کو پا لئے جیسا ہوگا۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ جس نے اُپدیش کو پایا اس نے وہ دیش کو بھی دیکھ لیا۔اُپدیش کو یعنی بگل والے دیش کو جس نے پایا یا اُپدیش کو جس نے دیکھا اسے اور یک قسم سے کہہ سکتے ہے کہ اس نے 'رمضان' کو پایا یا رمضان کو دیکھا۔ یہ جان لئے کہ 'رمضان' کا مطلب جس نے علم یا اُپدیش کو پالیا۔ چاہے جو کوئی بھی ہو جب بھی وہ اپدیش کو پایا یا رمضان کو پایا تو وہ اس دیش میں یعنی رمضان میں نواس کرتا ہے (یعنی روزہ رکھنا)۔ میں نے جو کہا وہ کرتا یوگ کا ہے پھر بھی آج بھی اسی طریقہ کو عمل کر سکتے ہے۔جب کے زمانہ میں جو بھی ہوا تھا وہ سچ ہے کہنے کے لئے گواہی کے طور پر قرآن ہی فرقان کی طرح ہے۔اس فرقان کے مطابق اب تک میں نے جو بھی کہا وہ جھوٹی کہانی نہیں ہے اور وہ سچ سچ ہے یہ جاننے کے لئے قرآن کی سورح ۲ آیت ۱۸۵ دیکھتے ہیں۔اس سے پہلے اسی سورح میں ۱۸۴ آیت کا زکر کیا تھا۔اب ۱۸۵ کو (Noble Quran Urdu Edition) سے دیکھتے ہے۔**(۱۸۵:۲) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباتل کی تمیز کی نشانیاں ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے۔ہاں جو بمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔اللہ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر اسکی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔**

''بیان القران'' میں اس طرح ہے کہ **(۱۸۵:۲) ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق اور باتل الگ کر دینے کی کھلی دلیلیں ہیں جو کوئی تم میں**

سے اس مہینہ کو دئکھتے ھیں اسے روزے رکھیےاور جو کوئی بمار و یا سفر میں ہوتو اور دنوں سے گنتی (پوری) کی جائے ۔اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑھائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔''

یہی بات ''قرآن مجید'' کتاب میں اس طرح ہے کہ (۲:۱۸۵) ''رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور فرقان (حق کو باتل سے جدا کرے والا) **پس تم میں سے جو اس مہینہ پائے** اسے چاہئے کہ روزہ رکھے اور جو بمار ہو یا سفر پر ہو، وہ بعد کے دنوں میں گنتی پوری کر لے، اللہ
تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا، اور تا کہ تم گنتی پوری کرو اور تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دیا اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔''

اور ایک قرآن (Irfanul quran urdu) میں یہی آیت اس طرح ہے کہ (۲:۱۸۵) ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور رہنمائی کرنے والی اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں ہیں، **پس تم میں سے جو کوئی اس میہنہ کو پالے تو** اس کے روزہ رکھے اور جو کوئی بمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے حق میں آسانی شاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس لئے کہ تم شکر گزار بن جاؤ''

کی معنی ظاہری مطلب کے مطابق 'کھانا کھائے بغیر رہنا' نہ سمجھ تے ہوئے باطنِ مطلب کے مطابق یہ معلوم ہو رہا کہ '**اللہ کی فکر**' کرنا ہے۔

اب تک ہم قرآن کی ۲: ۱۸۵ آیت کو دیکھا تھا۔اور ۱۸۶ آیت میں کہا گیا کہ انسان کو سمجھ میں نہ آنے والے اللہ کے متعلق باتیں اگر انسان اپنے جسم کے اندر بسی ہوئی روح سے پوچھے تو ' چاہے وہ کتنی بھی بڑی علم کیوں نہ ہو وہ (روح) بتا سکتی ہے'۔ یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کہیں اوپر آسمان پر ہے وہ 'تمہارے بہت ہی قریب ہے' کہتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ اگر تم اللہ کے تعلق سے کوئی بھی سوال کرو گے تو اس کا جواب ملے گا (یعنی روح بتاتی ہے)۔لیکن سب کو وہ (روح) جواب نہیں دیتی۔صرف وہ شخص کو جواب دیتی ہے جو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ 'اللہ اپنے جسم میں ہی موجود ہے'۔ اگر اس آیت کو ایک مرتبہ دیکھے تو آپ ہی خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کیا بتایا گیا۔ **(۱۸۶:۲) ''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو کہہ دو کہ میں ان کے بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکار نے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، اس کے آواز کو سن کر جواب دیتا ہوں۔اس لئے لوگ ہدایت پانے کے لئے میری بات یا حکم مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔''** یہ آیت سے معلوم ہو گیا کہ وہ (روح) سب کو بہت ہی قریب رہنے پر بھی جب پکارنے والا پکارے گا تب ہی میں جواب دونگا اس طرح کہنے سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہ سب کو جواب نہیں دیتا ہے اور جو شخص اس پر (روح) ایمان رکھتا ہے صرف اس کو ہی جواب دیگا۔ایسے انسان کی پکار کو سنی ہوئی روح علم الٰہی (Divine things) کے تعلق جواب دیتی ہے لیکن دنیوی چیزوں کے بارے میں جواب نہیں دیگی۔بعد میں ۱۸۷ آیت کے مطابق آج تمام مسلمان رمضان مہینہ میں دن میں کھانا کھائے بغیر اپواس (روزہ) رکھ رہے ہیں۔تو سب لوگ (مسلمان) اس آیت کو ویسا ہی سمجھے تھے۔اسی لئے سب مسلمان اللہ کی عبادتوں میں ایک عبادت کی طرح 'روزہ' نام سے پورا مہینہ اپواس کر رہے ہیں۔

رمضان مہینہ میں تمام مسلمان جو روزہ (اپواس) عمل کر رہے ہیں کیا اس قسم

کے (اپواسوں) روزوں کے بارے میں اللہ نے کہا؟ تو اللہ کہیں جیسا کہیں بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔ انسان کرتے ہوئے اپواسوں (یعنی کھانا کھائے بغیر بھوکا رہنا) سے اللہ کو کوئی کام نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ ۱۸۷ آیت میں دن میں روزہ رکھنے کے علاوہ، رات میں بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے قریب آنے کے بارے میں بھی کہا گیا۔ جسمانی طور پر بیوی، شوہر ایک ہونے کی بات ہو یا انسان روزہ (کھائے بغیر رہنا) رکھنے کی بات ہو، اللہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سے تعلق نہیں رکھنے والے چیزوں کے بارے میں یہاں پر اللہ نے کیوں کہا ہوگا؟ اب اس آیت کو دیکھتے ہیں۔ (۲:۱۸۷) **"تمہارے لئے روزوں (اپواس) کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لباس ہے اور تم ان کے لباس ہو۔ تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ کو علم ہے اس نے تمہارا توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا۔ اب سے تم کو روزوں (اپواس) کی راتوں میں تمہارے بیویوں سے مباشرت کی اور جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزہ (اپواس) کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتقاف میں ہو تم ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ بچیں۔**

یہ آیت میں ۹۰ فیصد بیوی شوہر ایک دوسرے کے قریب آنے کے بارے میں کہا گیا تو صرف ۱۰ فیصد رات میں **کھاؤ اور پیئو** اور دن میں اپواس (روزہ) رکھنے کی بات کہا گیا۔ لیکن یہ چیز کو سب دنیوی نظر سے ہی دیکھ رہے ہیں۔ تو، رات میں کھاؤ اور دن میں مت کھاؤ، اس طرح بتائی گئی ۱۰ فیصد والی بات ہی مسلمانوں کو ۱۰۰ فیصد سمجھ میں آئی۔ یہ آیت میں ۹۰ فیصد بتائی گئی بیوی شوہر کے بارے میں چھوڑ کر ۱۰ فیصد کی رات میں کھاؤ اور دن میں مت کھاؤ، یہی بات کہتے ہوئے، اسی پر عمل کر

رہے ہیں۔ہم یہ آیت کو دیکھنے کے بعد اگر یہ آیت کو دنیوی تعلق سے سمجھا جائے تو یہ چیز کو اللہ نے کیوں بتایا ہوگا؟ پھر ہم نے یہ سوچا کہ جب یہ دو دنیوی چیزیں ہے تو یہ چیزوں سے اللہ کو کیا کام؟۔اس آیت سے پہلے ۱۸۶ جملہ کو بتانے سے اس آیت کے مطابق یہ معلوم ہو گیا کہ ۱۸۷ آیت بھی انسانوں کو سمجھ میں نہیں آیا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ 'دن میں اُپواس (روزہ) رکھنا' یہ چیز پورے کا پورا اللہ سے متعلق ہے۔ پیچھے جا کر ۱۸۴، ۱۸۵ آیتیں دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ 'اپواس (روزہ)' کا مطلب کھانے (رزق) سے تعلقی چیز نہیں ہے بلکہ اللہ سے تعلق رکھنے والا یوگ ہے (یہ بھی ایک طرح کا رزق یا غذا یا کھانا ہی ہے مگر اللہ کی علم کی رزق ہے مگر جسم میں ڈلانے والا ظاہری رزق نہیں ہے)۔اور ایسی یوگ کرنے سے دنیا کی فکر ختم ہو کر، اللہ کی فکر میں رہنا ہی (روزہ) اُپواس ہے اور اس یوگ کو عمل کرنے کے لئے جو علم ضروری ہے اس علم کو مرشد سے حاصل کرنا ہی اپدیش ہے (ہدایت کو پایا ہو یا رمضان کو پایا ہو) اور جو شخص اپدیش پاتا ہے اسے روزہ (اپواس رہنا) رکھنا ہی ہوگا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپدیش (نصیحت) کو ہی رمضان کہا گیا ہے اور رمضان، روزہ الفاظ قرآن سے پہلے کرتا یوگ میں ہی بتائے گئے تھے۔اِس کے مطابق جو شخص اصلی اُپدیش کو پایا وہ شخص کے بارے میں ۱۸۵ میں کہتے ہوئے اس طرح **جو رمضان کو پایا** ہو کر لکھنا ہمارے تصور (ارادے) سے بہت ہی قریب ہوا۔جب ہم نے ۱۸۷ آیت میں بیوی اور شوہر کے ملنے کو حلال کرنے کے بارے میں جو لکھا گیا اس کے بارے میں سونچ نے لگے تو تھوڑے حد تک معلوم ہوا۔وہ یہ ہے کہ! وہاں پر جو ملن کہا گیا وہ بیوی اور شوہر کے جسمانی ملن نہیں ہے۔اگر ایسا ہے تو یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ بیوی اور شہر کا ملن یعنی جنسی تعلقی چیزوں میں بھی اللہ کا دین ہوتا ہے کیا؟۔اگر اس طرح سوال کر کے دیکھیں تو یہ معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں اللہ نے کچھ نہیں کہا ہے اور یہ کہنا ہی پڑے گا کہ یہ سارے چیزیں ان ان کے اعمال نامہ

کے حساب سے پہلے ہی طے کیا ہوا ہوتا ہے۔ چاہے وہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی دنیوی چیز کیوں نہ ہو، وہ پہلے ہی لکھی گئی اعمال نامہ کے برابر ہی، ہو کر ہی رہے گی۔ یہ معاملہ میں دین کا دخل نہیں ہے۔ اور یہ معاملے میں اللہ نے کسی بھی طرح کا دین کا فیصلہ نہیں کیا۔ اس آیت کو ہم لوگوں نے صحیح سے سمجھ نہیں پائے۔

قرآن میں پہلے ہی سورح ۳ آیت ۷ میں جبرائل (جنہوں نے قرآن کی تعلیم دی) نے کہا کہ اس کتاب میں متشابہات آیتیں ہیں۔ علم کو آیتوں کی صورت میں بیان کیا گیا پھر جب وہ کتاب بن کر لوگوں تک پہنچی تو اس کو اگر صحیح مطلب (جس مقصد سے وہ آیات کہے گئے اسی معنی) سے نہیں سمجھے تو سارا کام بگڑ جائے گا سمجھ کر، جبرائیل نے شروعات میں ہی کہا تھا کہ میں جو آیتیں کہہ رہے ہیں ان میں متشابہات (باطن معنی سے یا جسم کے اندر) آیتیں ہیں۔ یہ بات کو جبرائل نے قرآن کے شروعات میں ہی کہنے کے باوجود بھی بہت سے مسلمان یہ بات ظاہر نہیں کر رہے ہیں کہ قرآن میں متشابہات آیتیں ہیں اور انکا مطلب باطن سے ہے۔ اگر کوئی شخص ان آیتوں کو باطن سے بیان کر رہا ہے یا ان کی معرفت تفصیل کے ساتھ بیان کر رہا تو یہ کہتے ہوئے اس کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ یہ باتیں انسان نہیں بتا سکتا (ان کا مطلب صرف اللہ کو ہی وہ آیات کی اصلی معنی معلوم ہے)۔ میں بھی اس بات کو مانتا ہوں کہ انسان خود وہ نہیں بتا سکتا لیکن انسان یہ نہیں سمجھ پا رہے کہ انسان کے اندر اللہ بتا سکتا ہے نا!۔ اس طرح انسان متشابہات آیتوں کا تفصیل جان نہیں پائے۔

بعض لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ اللہ متشابہات آیتوں کو نہ کہتے ہوئے سب محکمات آیتیں ہی کلام کرتا تو اچھا ہوتا!۔ اس سوال پر میرا جواب یہ ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اللہ نے خود ان باطن آیتوں کو اس لئے رکھا تا کہ جب انسان ان جملوں کو پڑھتا ہے تو وہ باتیں اس کو آسانی سے سمجھ میں نہ

آئے۔ جوشخص دل سے ان آیتوں کی معرفت کو جاننے کی تڑپ رکھتا ہے صرف اس شخص کو جیسے۲:۱۸۶ آیت میں کہا گیا اس کے مطابق خود وہی (روح) اس شخص کے جسم کے اندر سے بتائے گا۔ اللہ نے اِس ارادے سے ان آیتوں کو رکھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ان لوگوں کو یہ سخت جملے سمجھ میں نہ آئے۔ آج بہت سے مسلمان دنیا میں موجود ہے کئی کروڑوں کے تعداد میں ہیں لیکن یہ نہیں بتا سکتے ہے کہ ان میں سے کم از کم لاکھ، ہزر، سو، دس کے تعداد میں بھی ایسے لوگ ہے جو چند چیزوں کو تو صحیح مطلب سے سمجھے ہو۔ لیکن مسلمانوں میں ایک ادب (Descipline) ہے۔ یہ بات تو تعریف کی لائق ہے کہ جو ادب باقی مذاہبوں میں نہیں ہے وہ اسلام میں ہے۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ یہ عظمت باقی مذاہب میں نہیں ہیں۔ تو، جیسا ان کے بڑے (علماء، باب، دادا) کہیں ویسا سننا ہی ادب ہے تو وہ دنیوی چیز وں میں عظیم ہی دِکھ سکتا ہے۔ ظاہری طور پر بھی بڑوں کی باتوں پر چلنا بڑا کام ہی ہے لیکن اگر بات دین کی آ گئی تو جیسا (۶:۹۱) آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ **"میں نے جو علم کہا وہ تمہیں ہو یا تمہارے بڑوں کو ہو نہیں معلوم ہے** (صرف اللہ کا علم اللہ ہی جانتا ہے)۔" اللہ نے خود اس طرح کہنے کہ وجہ سے یہ کہہ سکتے ہے کہ اللہ کی علم ان کے بڑوں کو بھی نہیں معلوم ہے۔ اسی لئے اللہ کی علم جاننے میں بھی جیسے ہمارے بڑے کہتے ہے ویسے ہی ہم سنیں گے کہلانے والی یہ ادب ہی آخر میں نقصان پہنچایا ہے۔ دنیوی معاملوں میں عظیم دکھنے والی یہ ادب دینی معاملہ میں صحیح علم جاننے میں رکاوٹ بن گئی۔ بڑوں کی بات سننے کی وجہ سے انھوں نے کہی ہوئی چند غلت تعبیریں (غلت معانی) سب میں پھیل گئے۔ (اُپواس) روزہ کے معاملہ میں بھی یہی ہوا۔ ایسا ہی بیوی اور شوہر کے معاملہ میں بھی ہوا۔

سورح ۲ آیت ۱۸۴، ۱۸۵ میں کہی گی 'اپدیش (رمضان)' کیا ہے اور وہاں پر کہا گیا 'اپواس (روزہ)' کیا ہے یہ جان نہیں پائے۔ اسی طرح ۱۸۷ آیت میں ۹۰ فیصد بیوی اور شوہر کے ملن

کے بارے میں بتایا گیا تو اس بات کو ظاہری بیوی شوہر کا جسمانی ملن سے کمپار(Compare) کر لئے ہیں۔ ویسے سمجھ نے سے پہلے کم از کم یہ نہیں سوچ پائے کہ اس معاملہ میں اللہ کا کوئی تعلق نہیں ہے! اور اللہ تو نور ہے یعنی علم ہے اللہ جو بھی کہتا ہے وہ دین کی علم ہی کہتا ہے۔ تو کیا وہ اعمال سے تعلق رکھنے والے دنیوی معاملوں کے بارے میں کیوں کہے گا؟ انسان کو پانچ گیان اندریوں (حواس) کے ذریعہ خوشی اور گم جسم کے اندر رہنے والے نفس کو پہنچ تے ہے۔ اگر رزق (کھانا) کی بات کریں تو وہ اس کے خود کیا عمال کے مطابق اس کو جو رزق ملنا چاہئے وہ پہلے ہی فیصلہ کیا گیا ہوگا۔ جیسے اعمال نامہ(Karma Patram) میں لکھا گیا اسی کے مطابق جب جو کھانے کے لئے لکھا گیا تب وہ ملے گا۔ یہ تو ظاہری بات ہے کہ (ہر پل ہمارے زندگیوں میں جو ہو رہا ہے) چاہے وہ خوشی ہو یا غم ہوا انسان پانچ گیان اندریوں (sense Organs) کے ذریعے احساس کرتا ہے۔ زبان کے ذریعے چکنے کی خوشی کو احساس کرتا ہے۔ چاہے انسان کوئی بھی مذہب والا ہو وہ مذہب تو باہر کی بات ہے لیکن جسم کے اندر کا طریقہ تو سب مذاہب والوں کے لئے ایک ہی ہیں۔ چکنے کی خوشی ہو یا غم ہو انسان کو ایک ہی زبان سے احساس کرنا ہوگا۔ انسان کی کھادگی (غذا) زبان سے تعلق رکھتی ہے یعنی جسمانی حواسوں سے تعلق ہے۔ ایسا ہی بیوی اور شوہر کا ملن جسم سے تعلق ہے۔ پانچ حواسوں میں چمڑے سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس میں ہندو کو ہو، مسلم کو ہوا اور عیسایوں کو ہو مختلف طریقہ نہیں رہتے ہے۔ جن کو جسم ہے ان سب کے لئے ایک ہی طریقہ ہے۔ جسم میں پانچ حواسِ خمسہ اس طرح کہ ۱) آنکھ ۲) ناک ۳) زبان ۴) کان ۵) چمڑا۔ یہ پانچ دنیوی خوشی اور غموں کے لئے دروازوں کی طرح ہے۔ ان کے ذریعے ہی انسان کے جسم کے اندر نفس کو خوشی اور غم پہنچ تے ہیں۔ کھادگی کی خوشی زبان کے ذریعے اندر نفس کو پہنچ رہا ہے تو بیوی اور شوہر کی ملن کی خوشی چمڑے (حواس) کے ذریعے پہنچتی ہے۔ یہ پانچ

اعضاوں(Five Organs)) کے سکھ دکھ(خوشی،غم)انسان کواپنے اعمال کے مطابق ہی ملتے ہے۔جب اللہ انسان کوجنم کوبھیج تا ہےتب ہی یہ تمام چیزوں کواللہ اپنے فیصلہ میں اعمال نامہ کی صورت میں لکھ کر بھیج دیتا ہے۔جیسے اعمال نامہ میں پہلے ہی لکھا گیااسی کے حساب سے رزق ملنا ہو یا بیوی ملنا یا شوہر ملنا ہوتا ہے۔پھر سے بیچ میں اللہ ان معاملوں دخل نہیں کرے گا۔نفس کے عمل (کرم) کے مطابق روح اس کو چلاتی ہے تو اللہ گواہی کی طرح دیکھتا رہتا ہے۔یہی بات کو(۵۰:۲۱) میں کہا گیا۔وہاں کہی گئی آیت کوانسان کبھی بھی بھولنانہیں چاہیئے۔

نیندسکھ اور دکھوں سے پرے ہوتی ہے۔اللہ نے انسانوں کے سکھ دکھوں کوعمل سے بندش کیا ہےلیکن نیندکوتوعمل سے پرے رکھا ہے۔اسی لئے نیند میں سکھ یا دکھ نہیں ہوتا ہے۔جب سکھ دکھوں کے اعمال عمل نہیں ہوتے اس وقت انسان نیند میں چلا جاتا ہے۔اللہ نے اس طرح فیصلہ کیا کہ انسان دن میں ہوش میں رہکر اعمال کوبھگتے اور رات میں اعمال کے پرے نیند جائے۔نیند میں جسم کہلانے والی قدرت (عورت)اور پوروش(مرد, purush) کہلانے والا روح دونوں ایک ہوجاتے ہیں۔اس وقت روح جومرد ہےاورقدرت (عورت) جوجسم ہے وہ دونوں الگ الگ رہے بغیر ایک ہوجاتے ہیں۔اسی کو'بیوی اورشہر کاملن' کہتے ہیں۔جب جسم کے اندر رہنے والی روح (مرد) جسم سے مل جائے تو نیند ہوتی ہے۔ویسا ہی جسم ہی روح میں مل جائے تو بھی نیند ہی ہوتی ہے۔اسی لئے جسم،روح سے مل سکتی ہےاورروح،جسم سے مل سکتی ہے۔یہاں آپ کوسمجھ میں آنے کے لئے جسم کوقدرت اورروح کو مرد کہا گیا۔بھگوت گیتا میں قدرت سے بنی ہوئی اس جسم کوعورت کا انش (یعنی مئونث) کہا ہے اور روح کو،نفس کواوراللہ کوان تینوں کو پروش (مرد) کہا گیا۔روح کو پروش کہتے ہوئے جب روح اورجسم ملتا ہےتو نیند ہوتی ہے۔اس وقت جسم میں نفس سکھ دکھوں کا احساس نہیں کرتا۔

سورح ۲ آیت ۱۸۷ میں قدرت روح میں مل سکتی ہے اور روح قدرت میں مل سکتی ہے یہی بات کو اس طرح کہا گیا کہ 'تمہیں تمہارے بیویاں لباس ہے اور تمہارے بیویوں کو تم لباس ہو'۔ یہاں پر اس طرح سمجھنا چاہئے کہ بیوی سے مراد 'برداشت کئے جانے والی قدرت' ہے اور شوہر سے مراد 'برداشت کرنے والا روح' ہے۔ اور نیند کو بیوی شوہر کا ملن جیسا سمجھنا چاہئے۔ انسان رات میں نیند جانے کے لئے جسم میں اللہ نے طے کیا۔ اسی کو 'حلال کیا گیا' کہا تھا۔ رات کے وقت نیند جانا حلال ہے۔ لہذا، رات میں نیند جانے سے پاپ نہیں لگتا۔ دن میں نیند حرام ہے۔ دن میں نیند حلال نہیں ہے اس لئے دن میں نیند جانے والوں کو 'تم پوشیدہ خیانت (روح کو دھوکا) کر رہے ہو' کہا گیا۔ اسی لئے رات کے وقت میں نیند حلال کیا گیا۔ تو صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے تب تک یعنی چار سے چھ بجے تک دو گھنٹے تمہارے لئے اللہ نے جو علم بتایا، اس علم کو لکھی گئی اللہ کے کتابوں میں تلاش کرنے کی اجازت ہے کہا گیا۔ صبح کے وقت دو گھنٹے اللہ کی علم کو کتاب الہی میں ڈھونڑ کر معلوم کرنے کی اجازت اللہ نے دی ہے۔ اس لئے اس وقت میں ہوش سے رہنا حلال ہی ہے۔ باقی رات میں ہوش سے رہنا اور دن کے کام رات میں کرنا حرام ہوگا۔ بعض لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ تو ایسا کیوں کہا گیا کہ 'صبح کے صفید دھاگہ دکھنے تک کھاؤ اور پیؤ؟ اس سوال پر میرا جواب ایسا ہے کہ آپ کے لئے جو لکھا گیا وہ تلاش کرے کہہ کر، وہ کام صبح کے وقت کرنا چاہئے کہہ کر، یہ کہا گیا کہ جب آپ کو پڑھائی آتی ہے تو پڑھئے یا پڑھائی نہیں آتی ہے تو دوسروں سے سنئے۔ **'پڑھئے (Read) اور سنئے (Listen)'** یہی بات کو پوشیدہ سے کھائے (Eat) اور پیئے (Drink) کہا گیا۔ اللہ کی علم پورا ایسا ہی کہا جاتا ہے۔ اس کو صرف **عقل منداور عقیدت مند (Buddhi and shraddha)** ہی سمجھ پائیں گے کہہ کر (۳:۷) آیت میں فرمایا گیا تھا۔ صبح ہونے کے بعد سننا اور پڑھنا چھوڑ کر، پڑھے ہوئے اور سونے ہوئے اللہ کی علم کو عمل کرتے

ہوئے یوگ (روزہ رکھنا یا اپواس کرنا) کرنا چاہئے۔ یوگ (روزہ) کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نفس ،روح سے مل کر رہنا (بسر کرنا)۔ روح اور نفس مل کر رہنے کو '**یوگ**'(yog) کہتے ہیں ۔اسی کو آیت میں اپ واس (روزہ) کہا گیا۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ **دن میں یوگ، رات میں نیند، اور صبح کے وقت علم کو معلوم کرنا**، انسان کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اللہ نے جو بتایا اس کو باطن سے ہی سوچنا چاہئے ورنہ ظاہر سے سمجھ لئے تو اللہ کی معرفت یا اللہ نے جس مقصد سے کہا وہ راز معلوم نہیں ہوگا۔ بعض عظیم انسان اپنے علم کو ظاہر سے نہ کہتے ہوئے باطن سے کہا تھا۔

مثال کے طور پر دیکھتے ہے کہ کال گیان (پیشنگوئی) لکھے ہوئے حضرت پوتولوری ویرابرحم صحاب(Potuloori Veera Brahmam sahab) نے کس طرح اپنے علم کو باطن سے فرمایا۔ انہیوں نے جو نظم اور جملے کہیں تھیں وہ پورے علم ہی ہے پھر بھی دیکھئے وہ کیسے سمجھ میں نہیں آرہے ہیں۔

واہ واہ! عظمت والی ہے وہ پہلا کلمہ ہمارے برحمم جی نے کہا ہے بڑا کلمہ

۱) بنا ناک اور پر کا پرندہ دن رات زکر کر کے تلاب کے تمام مچھلیوں
کو ایک بار میں نگل گیا ''واہ''

۲) گھر کے پیچھے آواز کا کیڑا گھر کے اندر سب کو نگل گئی، جو لوگ دیکھنے کے لئے آئے،
ان سب کو دیکھ کے نگل رہی ہے ''واہ''

۳) بنا ہاتھ اور پیر والا، ہنڑی اور لوٹا ہاتھ میں پکڑ کر صرف اکیلا ہی،
کنوے کا سارا پانی کو کھینچا۔ ''واہ''

۴) طالاب میں سارس شکار کرتی ہوئی آئی تو چھپی ہوئی مچھلی سارس کو نگلا ''واہ''

۵) کہا ہے ویرداس، آتم تتو (روحانیت کو) شیخ چلی کے طور پر،

وہ عظیم ترین ہے جو اس نظم کا مطلب یا معنی سمجھائے گا۔ **''واہ''**

اس کا مطلب یہ ہے کہ: کتنی عظمت والی ہے وہ کلمہ (Mantra) جو برحم م جی نے کہا۔ وہ کلمہ ہمارا **سانس (Breath)** ہی ہے۔ جب سانس اندر داخل ہوتی ہے تو **''سوٗ''** آواز اور جب باہر جاتی ہے تو 'حمٗ' آواز سے حرکت کرتی ہے۔ یہ دونوں آوازوں کو جوڑے تو **''سوحم''** آواز بنی۔ یہ آواز عظمت والی ہے اسی لئے اسے کلمہ کہا گیا۔ اور حروفوں سے جوڑی ہوئی ہے اسلئے کلمہ کہا گیا۔ ''سوحم'' کلمہ آدی منطر (پہلا کلمہ) جیسا تبدیلی ہو رہا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ! 'سوٗ آواز میں آخر میں **'اوٗ** آواز ہے۔ 'حمٗ' آواز میں آخر 'مٗ' آواز ہے۔ اگر سانس ایک مرتبہ اندر جا کر باہر نکلی تو 'سوحم' آواز بن رہا ہے۔ اس سوحم میں **''اوم''** آواز بسی ہوئی ہے۔ اس لئے ''سوحم'' ماں ہے اور ''اوم'' بچہ ہے۔ سب سے پہلے قدرت میں جو آواز پیدا ہوئی وہ آواز ''اوم'' ہے۔ اس لئے اس کو آدی منطر (پہلا کلمہ) کہا گیا۔

۱) بنا ناک اور پر کا پرندہ دن رات زکر کرکے
تلاب کے تمام مچھلیوں کو ایک ھی بار میں نگل گیا

مطلب: ناک کے نتھوں (Nostrils) میں داخل ہونے والی سانس کو کوئی شکل وصورت نہیں ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ 'بنا ناک اور پر والا پرندہ'۔ سانس رات دن سوحم کلمہ کا زکر کر رہی ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ' پرندہ رات دن زکر کر رہا ہے'۔ یہ سانس ہی جسم کے اندر داخل ہو کر، کمبھک (سانس کو قبض کرنا) کے ذریعے رُک کر سارے جسم کے حرکتوں کو روک رہی ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ 'طالاب میں مختلف قسم سے حرکت کرنے والے سارے مچھلیوں کو نگل گئی'۔

۲) گھر کے پیچھے آواز کا کیڑا گھر کے اندر سب کو نگل گئی،
جو لوگ دیکھنے کے لئے آئے ،ان سب کو دیکھ کے نگل رہی ھے

مطلب: سانس ہمیشہ 'سوہم' آواز کرتی رہتی ہے۔اسی لئے' گی' آواز کرنے والے کیڑے سے سانس کو کمپار کیا گیا۔سانس کی بنیاد برحما ناڑی(Brahma Nadi قلب) کی حرکت ہے جوجسم میں غیب سے(چھوپی ہوئی) ہے۔اسی لئے' گھر کے پیچھے آواز کا کیڑا' کہا گیا۔گھر کا مطلب جسم ہے۔سانس کے کمبھک کے ذریعے جسم میں جوہوائے ویان(vyan)،سمان(samaana)،اودان(udaana)، پران(pana)،اپان(upaana) یہ تمام ہوائے بندش ہورہے ہیں۔اس لئے کہا گیا کہ' گھر کے اندر سب کو نگل گئ'۔سانس کو قبض کرنے کے بعد پھیپھڑوں(lungs) میں کھالی پن آنے سے دو،تین بار تھوڑا تھوڑا باہر کا ہوا اندر جانے سے جوہوا داخل ہوا وہ باہر آئے بغیر اندر ٹھہرنے سے' جولوگ دیکھنے کے لئے آئے ان سب کو دیکھ کے نگل رہی ہے' کہا گیا۔

۳) بنا ھاتھ اور پیر والا،ھنڑی اور لوٹا ھاتھ میں پکڑ کر صرف اکیلا ھی ،کنوے کا سارا پانی کو کھینچا۔

مطل ب: سانس کو شکل نہیں ہے۔اس لئے' بنا ہاتھ اور پیر والا' کہا گیا۔سانس ناک کے دونتنوں میں سے،ایک نتنے میں زیادہ اور ایک نتنے میں کم ہوا حرکت ہوتی ہے۔اسی لئے زیادہ سانس کو ہنڑی(Pot) اور کم سانس کو لوٹے(small jug) سے کمپار کیا۔اس لئے' ہنڑی اور لوٹا ہاتھ میں پکڑ کر' کہا گیا۔صرف ایک سانس کو بندش کرنے سے جسم کے اندر سارے خیالات (سوچ ،فکر) رُک جاتے ہیں۔اسی لئے' صرف اکیلا ہی کنوے کا سارا پانی کو کھینچا'۔جسم کو کنوے سے موازنہ کیا۔

۴) طالاب میں سارس شکا ر کرتی ھویی آئی تو چھپی ھوئی مچھلی سارس کو نگلا

مطلب: سانس جسم میں ٹہر جانے سے پھیپھڑے(lungs)،اور اس کے بعد رگے(nerves)،اس کے بعد سوریّ چندر ناڑیاں، اور شٹ چکرے(Six chakras) ایک کے بعد ایک اپنے اپنے حرکت کو

کھودیتے ہیں۔اس لئے کہا گیا کہ'طالاب میں سارس شکار کرتی ہوئی آئی تو'۔ایک کے بعد ایک اپنے حرکت کو کھونے پر بھی ،آخر میں سانت وی جگہ(Sahasrar Chakra)،سانس قبض ہونے پر بھی اپنی طاقت کو کھوئے بغیر ٹہرنے سے اور سب کے حرکتوں کو رُکائی ہوئی سانس جب سانتوی جگہ پر پہنچ گئی تو (اتنی طاقت سانس کو نہ رہنے سے)سانس ٹہر جانے سے یہ کہا گیا'چھپی ہوئی مچھلی سارس کو نگلا'۔ایسے کئی نظم پرانا یام(Pranayaam) کے بارے میں بزرگ لوگ بتائے تھے۔لیکن آج لوگ اُن کے صحیح مطلب سے واقف نہ ہوتے ہوئے اپنی پیدائش کو بے کار کر رہے ہیں۔

اب ہم یہ دیکھے نگے کہ ایسے باطنی علم کو ہی ویمنا یوگی(Vemana Yogi) نے بھی کس طرح (سمجھ میں نہ آئے جیسا)اپنے نظموں میں لکھا تھا۔

نظم: **لوھے سے بنا ئی گئی موم کی عصا**
آخر کونے میں بیٹھی ہوئی گایوں کا خانا
بیٹھ کے کھانے والی کندن کی گھاس
اے ویما !اس نظم کا تالا کھول۔

مطلب: ہمارے جسم کے سب حصوں میں سے من اہم حصہ ہے۔جس کا من چنچل ہوئے بغیر ٹہر جاتا ہےاس کو آتمادرشن(**روح کا دیدار یا اللہ کا دیدار**) آسانی سے ہوتا ہےیعنی روح آسانی سے مل جاتی ہے۔وہ **من** جس پر قابو پالیا وہی من آتم درشن کی وجہ بن رہی ہے۔اس لئے اس کو دوست کہا گیا۔جو من قابو میں آئے بغیر دنیوی خیالوں میں ہی گھوم تے ہوئے روح کو پانے کے لئے رکاوٹ بن رہی ہے اس من کو دوشمن جیسا کہا گیا۔ایک من کو ہی دوقسم سے کہا گیا یعنی اگر من چنچل ہوتو اسے دوشمن جیسا ،بنا چنچل تا کے روک گئی تو دوست جیسا کہا گیا۔اس لئے من کو عصا(Rod) سے موازنہ کر کے،ویمنا یہ بتا رہا ہے کہ وہ عصا،لوہے(Iron Rod) کے جیسا اور موم (موم کی بتی) کے جیسا دونوں طرح ہے۔چنچل

من موم کے برابر ہے جیسی اسکی مرضی ہے اس طرف جُھک جاتی ہے۔ بنا چنچل کے توجہ کے ساتھ قابو پایا ہوا من لوہے کے برابر ہے۔ وہ بنا جھو کے محفوض سے ٹھہرتی ہے۔

باہر کے حواسِ خمسہ کے ذریعے آنے والے سارے خیالات پہلے من کو پہنچے ہے۔ ایسے من کو پہنچے ہوئے خیالوں کو، وہ اندر کے عقل، چت (طبعت) اور نفس کو بتاتی ہے۔ پھر عقل اور چت (طبعت) دی ہوئی جوابوں (Response) کو من سمجھ کر، باہر والے karmendriya (حواس) کو پہنچاتی ہے۔ اس طرح من اندر کے (antah karan عقل، اہم، طبعت) کو اور باہر کے اعضاوں کے بیچ Meadiator کی طرح ہے۔ من کی جگہ برحم ناڑی کی کنڈلی طاقت شروع ہونے والی بھرومدھیا مقام کے بگل میں رہنے والے سورج اور چندر ناڑیوں پر ہے۔ اسی لئے 'کونے میں بیٹی ہوئی' کہا۔ سارے خیال رگوں کے ذریعے من کو پہنچ رہے ہیں۔ اس لئے خیالوں کو گائی سے موازنہ کرکے، وہ سارے خیال پہنچنے والی جگہ کو یعنی من کو 'دوڈّی' کہا (کائے کو باندھنے کی جگہ کو دوڑی کہا جاتا ہے)۔

من صرف باہر کی خیالوں کو اندر اور اندر کے چیزیں باہر (Message Passing) پہنچانا ہی نہیں بلکہ سارے چیزوں کو یاد رکھنے کی طاقت بھی ہے۔ یہی نہیں بلکہ نئے چیزوں کو یاد کرانے کی بھی طاقت رکھتی ہے۔ پہلے ایک خیال کو یاد دلاتی ہے۔ فورًا اس چیز کو چھوڑ کر دوسری چیز یاد دلاتی ہے، اسکو چھوڑ کر اس سے جڑی ہوئی الگ چیز کو یاد دلاتی ہے۔ پھر سے وہ خیال کو چھوڑ کر اس سے جڑی ہوئی الگ خیال کو یاد دلاتی ہے۔ اس طرح ایک کے بعد ایک اس سے جڑی ہوئی چیزوں کو یاد دلا کر آخر میں کچھ الگ ہی چیز کو لاکر سامنے رکھتی ہے۔ پہلی چیز کو اور آخری چیز کو دیکھیں تو کچھ بھی تعلق نہیں ہوگا۔ اگر من خیال کرنا شروع کیا تو بے حساب خیالوں کو لاکر رکھ دیتی ہے۔

کندن کا گھاس ظاہر سے گھاس جیسا دکھنے کے باوجود بھی اندر اس کے جڑیں آپس میں مل

کر رہتے ہیں۔کندن گھاس کے جڑیں بھی unlimited (من کی طرح) ہوتے ہے۔اسی لئے من کو' کندن کے گھاس' سے موازنہ کیا۔اگر من کو چھوٹ دے دئے تو وہ بے حساب خیالیں کرتی رہتی ہے۔اس لئے' بیٹھ کے کھلانے والی کندن کی گھانس' کہا گیا۔

اوپر کے نظم میں ویر برحم م جی نے سانس کے بارے میں مخفی سے بتایا تو نیچے کے نظم میں ویمنا یوگی نے من کے بارے میں مخفی سے لکھا ہے۔اگر ان کی لکھی ہوئی باتوں کو ظاہر سے سمجھ لئے تو کچھ نہیں معلوم نہیں ہوگا۔لیکن اگر باطن سے سمجھ لئے تو وہ آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔اسی طرح اللہ نے بھی اپنے علم کو زیادہ تر باطن سے ہی فرمایا۔اللہ باطن ہے(یعنی نظر نہ آنے والا، چھپا ہوا ہے) ،اس لئے وہ اپنے علم کو بھی باطن سے کہا تھا۔اگر ہم باطن سے سونچے تو خود اللہ ہی اس کا خلاصہ اندر(قلب میں) بتادے گا۔مثلاً ہم نے اوپر ایک نظم کو اور ایک تتو کو دکھا کے،اس کی تفصیل اس طرح لکھا کہ وہ سب کو سمجھ میں آئے۔یہ میں ہمت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سمجھ میں نہ آنے والے ان نظموں کی معنی کو اللہ نے ہی مجھے بتایا۔

آخری اللہ کی گرنتھ قرآن میں زیادہ تر علم باطن سے جوڑے ہوئے متشابہات آیتیں ہیں۔ان کو معلوم کرنے کے لئے بےحساب عقیدت اور بہت ہی تیز عقل کی ضروری ہے۔وہ دو اللہ نے مجھے عطا فرمایا۔اسی لئے بہت ہی سخت اور مخفی ۱۰۱ ویمنا(vemana) کے نظموں کو آسانی سے تفصیل لکھ پایا ہوں۔ایسا ہی ویر برحم م جی(veera brahmam ji) کے ۱۲ مشکل تتوں(Tatwa gyan) کی تفصیل لکھا۔اب اللہ نے آخری اللہ کی گرنتھ قرآن کو فرقان بنا کر، جو باتیں انسان سمجھ لئے ان باتوں میں حق اور باطل کا فیصلہ کر کے بتائے جیسا کیا۔یہ تو صرف اللہ کا کام ہے میرا کام بلکل نہیں۔اسی کام میں ہم نے **'آخری اللہ کی گرنتھ میں روحانی جملے'** نام سے ایک گرنتھ لکھا ہے۔اب اسی نام سے دوسرا

حصہ لکھنا چاہ رہے ہیں۔ یہ اللہ کا مقصد ہے ہونے سے میں سمجھتا ہوں کہ آخری اللہ کی گرنتھ میں چھپے ہوئے سارے رازیں صاف طور پر معلوم ہوں گے یعنی سارے رازیں باہر نکل آئیں گے۔ اب تک رمضان اور روزہ اس طرح نظر آئے کہ وہ اللہ کے عبادت کے حصے ہی ہے، قرآن میں بھی ایسا ہی دکھنے پر بھی یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دو قدیم میں انسانوں کے درمیان الگ صورت میں اور یک معنی سے رہتے تھے۔ اُس زمانہ کے باتوں (حالات) کو بتانے والے کوئی نہ ہونے پر بھی آج ان چیزوں کو اللہ نے ہی ہم کو پہنچایا۔ اس کے مطابق رمضان اور روزہ کے بارے میں اچھے سے معلوم کر لئے۔ قدیم میں جو عملیات تھے ان کے مطابق اِن کو سمجھ کر ویسا ہی اگر عمل کئے تو آج اللہ نے کہی ہوئی جملوں کا تصور (معنی) سے برابر ہو جائے گا۔ نہیں تو غلت تصور سے، اللہ نے جو کہا اس کو صحیح سے سمجھے بغیر گمراہ ہونے کا موقع ہے۔ اس لئے چلئے اللہ نے قدیم میں جو طریقہ فرمایا تھا اس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں۔

تورات - توحید

'اللہ' یہ لفظ بھی ابتدا کا ہی ہے یعنی جب سے کائنات بنی تب سے ہے۔ جس طرح 'نماز، رمضان، روزہ، زکوۃ، حج' لفظ یہ زمانہ کے نہیں ہے ویسا ہی 'اللہ' لفظ بھی یہ Recent زمانہ میں آیا ہوا لفظ نہیں ہے۔ یہ سارے لفظ ابتداء کائنات سے موجود ہے۔ پھر بھی کسی کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ سارے لفظ اس زمانہ میں جو تلگو زبان ہوتی تھی اسی زبان کے ہیں۔ لیکن یہ بات زرا بھی آج کسی کو نہیں معلوم ہے۔ 'اللہ' مطلب اللہ کا نام نہیں ہے۔ کہہ سکتے ہے کہ وہ اس کی ایک صفت ہے۔ 'صفت' سے مراد ایک انسان کی قابلیت یا ہنر کی نشانی ہوتی ہے۔ 'اللہ' کہنے سے وہ پروردگار کی کیا شان ہے معلوم ہوگا۔ اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ **اللہ یعنی بلا حد والا (لا محدود**

(unlimited)، **بلا رخ والا**(Directionless) کے ہے۔اس طرح اللہ ایک نام نہیں ہے وہ اللہ کو عزت سے پکارنے والی ایک صفت ہے کہہ سکتے ہے۔ایسا ہی اللہ کو تلگو زبان میں ددیودو(Devudu) کہتے ہیں۔اس کا مطلب اس طرح ہے کہ'ددیودو (اللہ)' سے مراد ڈھونڑائے جانے والا یا تلاش کئے جانے والا ہے یعنی وہ کسی کو نہیں ملتا اور نہ کسی کو دکھتا ہے۔اس لئے وہ صفت دیکر اسے devudu کہہ رہے ہیں۔ایسا ہی اگر اللہ کو پرماتما کہہ کر پکارنے سے اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ جو آتما سے پرے (الگ) ہے اس کو پرماتما کہا گیا ہے لیکن جیسا انسانوں کو رکھا جاتا ہے ویسا وہ ایک خاص نام نہیں ہے۔**پوروشوتّم**(Purushottam) یعنی **'پُرُوشوں میں جو اعلیٰ ترین پوروش ہے'** یہ اس کا مطلب ہے لیکن وہ ایک نام نہیں ہے۔اس طرح اللہ کی شان اور قدرت بیان کرنے والے اسے صفتوں سے پُرمعنی کے ساتھ(meaning ful attribute)**عزت** سے اسے پکار رہے ہیں۔اس لئے یہ کہہ سکتے ہے کہ اللہ کا کوئی نام نہیں ہے۔اب تک جو صفات بیان کئے گئے تھے وہ سب تلگو زبان کے ہی ہے۔کرتایوگ میں پہلا جو زبان پیدا ہوا وہ تلگو زبان ہے۔اسی لئے آج اللہ کو جو بھی لفظوں سے پکار رہے ہیں وہ سارے لفظ تلگو لفظوں جیسا ہی رہے گئے۔

سب سے پہلے زمین پر انسانوں کو جس نے علم پہنچایا وہ سورج تھا۔سوائے سورج کے کسی اور کو اتنی طاقت نہیں ہے کہ زمین پر آکر علم بتا سکے۔اسی لئے پہلے زمین پر کھگول (سیاروں کا عالم) سے نظر نہ آتے ہوئے باطن سے آکر جس نے علم بتایا وہ سورج ہی تھا۔وہی سورج کلِ یوگ میں 'جبرائل' نام سے جب جب زمین پر آکر ۲۳ سال تھوڑا تھوڑا علم محمدؐ کو بتایا تھا۔کرتایوگ میں اور کلِ یوگ میں جس نے علم بتایا وہ ایک سورج ہی ہونے سے جب قدیم میں جن الفاظوں کو اللہ کے لئے استمال کیا کرتے تھے وہی اللہ کی عبادت کے الفاظوں کو آج (کلِ یوگ میں) بھی کہا گیا۔آج سب لوگ یہ سمجھ

رہے ہیں کہ قرآن میں جو الفاظ للہ کے لئے اور اللہ کی عبادت کے لئے کہے گئے تھے وہ عربی زبان کے ہے سمجھ رہے ہیں۔تو آج یہ کسی کو نہیں معلوم کہ ابتداء کائنات میں کرتا یوگ میں یہ الفاظ رہتے تھے۔ اللہ کی رحانیت کے ارادے سے برابر معنی رکھنے والے تلگو زبان کے الفاظ ہی آج ہے۔آج اللہ اور اللہ کی عبادتوں سے متعلق جو الفاظ استمال کئے جارہے ہیں ان الفاظوں کو روحانیت سے برابر ہونے والے معانی جس طرح تلگو زبان میں ہے اس طرح عربی زبان میں نہیں ہے۔آج بعض لوگ عربی زبان میں چند الفاظ کے معنی بتانے پر بھی وہ روحانی معنی سے قریب نہیں رہتے۔رہنے پر بھی وہ لفظ جتنا قریب تلگو زبان سے ہے اتنا قریب وہ زبان سے نہیں رہتے۔آج عربی زبان میں چند لفظ رہنے پر بھی وہ اس طرح نظر آتے ہے کہ ان کا تلگو زبان سے بہت ہی قریب رشتہ ہے۔

آج ویسے عربی الفاظ کے بارے میں بات کریں تو یعنی خاص کر روحانیت سے تعلق رکھنے والے لفظوں کے بارے میں بات کریں تو خاص کردہ الفاظ **تورات اور توحید** ہے۔ہم نے پہلے ہی بتایا کہ تلگو زبان میں ''ج'' حرف جنم (پیدائش) سے متعلق معنی بتاتی ہے۔مثلاً '**جاتکم**'(**Jaatakam**) یعنی پیدا ہوتے وقت ہی فیصلہ کیا گیا اعمال کا پھل ہے۔اس کو پچھلے 'جاف تکم' (Jaafatakamu) کہتے تھے۔لیکن گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ جاف تکم میں جو'ف' حرف ہے وہ پوشیدہ ہوکر، جاتکم ادھورا (Incomplete) رہ گیا۔چا بہر حال، ہمارا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ میں 'ج' کا مطلب جنم سے تعلق مطلب کو بتاتی ہے۔وہی 'ج' آواز سے جڑے ہوئے اور اللہ کی عبادت سے اور روحانیت سے قریب رشتہ رکھنے والی 'ج' آواز کے الفاظ بہت ہی نظر آرہے ہیں۔وہ مسلسل **نماز**، **زوۃ**، **روزہ رمضان**، **حج** ہے۔یہاں آواز کو ہی دیکھنا چاہئے آواز کے اعتبار سے '**ج**'،'**ز**'،'**ض**' تین ایک ہی گروپ ہے۔ایسا ہی تورات اور توحید 'تری (three) آواز سے جڑے ہوے ہے۔ایسا لگ رہا ہے

کہ ترائیت سدھانت سے جڑے ہوئے الفظ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تلگوزبان کی معنی سے بہت قریب نظر آرہے ہیں۔ یہ سب چیزوں کو صرف روحانیت کے نظر سے دیکھنا چاہیئے لیکن صرف زبان کی محدود میں نہیں دیکھنا چاہیئے۔ تلگوزبان میں 'تو' کا معنی 'تین' کے ہے۔ روحانیت میں تین بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ عربی زبان میں قرآن میں 'تورات'، 'توحید' الفاظ ہیں۔ **'تورات'** کے بارے میں اگر پوچھے تو کہتے ہے کہ وہ موسیٰ کو دی گئی کتاب ہے۔ ایسا ہی 'توحید' کی معنی کو مسلمانوں میں جو بڑے عالم ہے وہ اس طرح کہہ رہے ہیں کہ 'ایک اللہ کی عبادت کرنا یا یکیشوروپاسن'۔ یہ بات سچ ہی ہے۔ یکیشوروپاسن یعنی وجود سے ہو یا عبادت کے حق میں ہو یا نام اورصفتوں سے ہو اللہ صرف ایک ہی ہے کہہ کرمن سے یعنی ہر طریقے سے ماننا ہے۔ تورات کا مطلب موسیٰ کی کتاب اور توحید کا مطلب یکیشوروپاسن کہتے ہیں۔ ان لفظوں کے بارے میں تلگوزبان میں جو مطلب میں جانتا ہوں اس کو میں نے کہا۔ میں نے کہا کہ تورات یعنی تین راتیں ہے۔ ایسا ہی کہا تھا کہ توحید یعنی تین روحیں (تین آتمائے)۔ جو معنی میں نے تورات اورتوحید کے لئے کہا وہ سب کو نئے لگنے پر بھی روحانی مطلب سے بہت قریب ہے۔ وہ حقیقی معنی ہے۔ جب کسی بھی لفظ کا صحیح مطلب معلوم ہوتا ہے تو اس لفظ میں جو علم ہے اس علم کی گہرائی معلوم ہوتی ہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ تورات اور توحید یہ دو لفظ مسلمانوں کے نظر میں مختلف ہونے پر بھی، ہمارے نظر میں دونوں ایک ہی مطلب اور ایک ہی علم کو بتا رہے ہیں۔ مسلم ایک مذہب کی طرح ہے تو وہ اپنے مذہب کے لائق اور مذہب سے قریب رہنے والے مختلف معانی ہی بتایں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ تورات کتاب ہے اور توحید اللہ کی عبادت ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ تورات، توحید دو ایسے الفاظ ہے جو اللہ کی بلندی کو اور اللہ کی دائمی کو اور اس کے حصوں کو بتاتے ہیں۔

سوال: یہ حقیقت ہے کہ مسلمان تورات کواللہ کی کتاب اور توحید کواللہ کی عبادت کہتے ہیں۔تو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تورات کو اللہ نے موسیٰ کو دیا۔ ہوسکتا کہ تورات سے موسیٰ نے توحید کے بارے میں کہا ہو۔کیا ایسا کہنا سچ ہے کہ اللہ نے موسیٰ کوتورات دیا؟۔آپ ہی نے کہا تھا کہ اللہ نہیں دکھتا اور بات نہیں کرتا ہے۔اورآپ نے یہ بھی کہا کہ قرآن میں ۴۲:۵۱ میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کسی انسان سے بات نہیں کرتا ہے۔ویسے جب وہ موسیٰ جو انسان ہے اس موسیٰ کواللہ نے تورات کو کیسے دیا ہے؟اس کا جواب فرمائیے۔

جواب: سورح ٦ :٩١ میں کہا گیا کہ موسیٰ نبی کو اللہ نے تورات دیا ہے۔ باقی جگہ سورح ۲ آیت ۵۳ میں بھی کہا کہ اللہ نے موسیٰ کوتورات دی ہے۔**(۲:۵۳) ’’اور ہم نے موسیٰ کوتمہارے ہدایت کے لئے گرنتھ (تورات) دی ہےاور وہ حق اور باطل کی فرق کرنے والی (فرقان دیا) ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ** اور بھی کئی جگہ یہ کہا گیا کہ اللہ نے سوسیٰ کوتورات عطا فرمایا۔ جب اللہ نے اپنی گرنتھ میں بتایا کہ وہ کسی انسان سے بات نہیں کرتا اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا تو عام طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی سے بات نہیں کرنے والا اللہ اور کسی کو نہیں دکھنے والا اللہ تورات کو کیسے دیا ہوگا؟۔اچھا ہوا کہ آپ نے اب یہ سوال پوچھا کیوں کہ! تورات ،موسیٰ کو دی گئی یہ راز صرف مجھے ہی معلوم ہے باقی کسی کو بھی نہیں معلوم۔اب میں جو کہنے جارہا ہوں اس کو غور سے سنے تب ہی یہ چیز سمجھ میں آئے گی۔ جو دنیا میں نہیں ہو پائے گا وہ خواب (سپنے) میں ہوسکتا ہے۔اللہ سیدھا ان ظاہری آنکھوں کو نظر نہیں آتا ہے۔تو خواب میں بھی اللہ نہیں دکھے گا لیکن خدا دکھ سکتا ہے۔خدا کا مطلب اللہ کا اوتار یا اللہ کا نزول ہے۔موسیٰ کو ایک دن خواب میں خدا دکھ کر تورات کو دینا ہوا۔اس شخص کو قرآن میں موسیٰ (Moosa) کہا گیا۔اسی کو بائبل میں موشیٰ (Moshe) کہا گیا۔ بہت سے لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ موسیٰ اور موشیٰ دونوں ایک ہی

ہے۔تو جب موسیٰ ہی موشیٰ ہے تو پھران کو تورات کیسے ملی، یہ جاننے کے لئے ’**کرشن موسیٰ**‘ کتاب میں لکھی گئی کچھ معلومات کو ابھی دیکھیں گے۔

موشیٰ جب ۲۰ کا تھا تب ایک خوشی کا دن آیا۔تب سے موشی اچھا تقریر کرنے والا بن گیا بعد میں اسے سب نے ’نبی‘ کہا۔۲۰ سال سے ان کی زندگی میں ایک نئی روشنی آئی۔۹۲ سال میں، کرشن میں بھی ایک اطمینان پیدا ہوا۔جب ایک خاص چیز ہوئی وہ یہ ہے کہ! جب موشیٰ کی عمر ۲۰ سال کی تھی تب ایک دن اتوار (Sunday) کے آدھی رات (Mid Night) کے بعد ایک خواب آیا۔اس خواب میں کرشن دکھ کر موشی کو اپنی کتاب بھگوت گیتا دینا ہوا۔موشی اپنے خواب میں کرشن کو دیکھنے پر بھی کرشن کون ہے یہ انکو نہیں معلوم تھا۔لیکن خواب میں کرشن بہت ہی نور سے دکھنے کے وجہ سے موشے اس نور کو سچ میں اللہ مانا۔نور سے چمکتا ہوا کرشن موشے کو بھگوت گیتا گرنتھ دیکر کہا کہ ’’یہ تورات ہے‘‘۔خواب میں موشے کتاب لیکر اپنے دل پر لگا لیا تھا۔بس! ان کی دماغ میں بجلی کی طرح چمک ہوئی۔اچانک موشے کو ہوش آ گیا۔ہوش آنے کے بعد بھی انکا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تو ایسی خوشی ہوئی کہ سر کے اندر ایک نیا احساس پایا ہو۔ارے یہ کیا ہوا؟ کہہ کر آنکھیں کھول کر دیکھنے پر ہاتھ میں کتاب پایا۔وہ تورات تھی۔اس پر اس وقت کی زبان میں ’تورات‘ لکھ کر رہنا موشے نے دیکھا تھا۔اس طرح سے موشے کو تورات ملا۔وہاں کی تورات ہی یہاں کی بھگوت گیتا ہے۔

تورات کا مطلب تین اندھیری راتیں ہیں۔یہ لگتا ہے کہ تین غیبی روحوں کا علم ہونے سے اور یہ تین روحوں کا علم راز ہونے سے، تین روحوں کو مدّ ِ نظر رکھتے ہوئے کرشن نے ہی بھگوت گیتا کو تورات نام رکھا۔یہ سب پڑھنے والوں کو ایک کہانی کی جیسا دکھنے پر بھی، یقین نہ کئے جانے والی بات جیسے دکھنے پر بھی، سو فیصد یہ سچ ہے جو اصل میں ہوا ہے۔کسی پر زور نہیں ڈال رہے ہیں کہ اس

بات کو یقین کریں۔لیکن سچ کو تو بولنا ہی پڑیگا۔اس لئے وقت آنے پر بولنا ہی پڑا۔اس چیز کے لئے آپ مجھ کو(جو آپ کے آنکھوں کو دکھائی دے رہا ہوں) زمہّ دار مت ٹھرائیے کیوں کہ درحقیقت جتنا آپ کو پتا ہے اتنا ہی مجھے بھی پتا ہے۔اب یہ چیز آپ کو ہی نہیں میرے لئے بھی نئی چیز ہی ہے۔اس طرح کئی نئی چیزیں جو ہم نہیں جانتے وہ روح جانتی ہے۔ابھی بھی روح بتانے کے وجہ سے ہی یہ سارے باتیں معلوم ہو رہے ہیں۔

اب یہ معلوم ہو گیا کہ تورات موشے کو ملا۔ یہاں اور ایک نئی راز ہے۔وہ یہ ہے کہ! تورات کو موشے کے علاوہ کوئی نہیں دیکھا۔صرف موشے کو ہی تورات دکھتی تھی۔دوسروں کو نہیں دکھتی تھی۔اس طرح تورات (بھگوت گیتا) وہاں کے لوگوں کے لئے راز کی کتاب ہوئی۔یہ بات موشے بھی سمجھ گئے۔رات میں کتاب کی علم پڑھ کر صبح کو گوں کو بولتے تھے۔جو علم بتایا جارہا تھا وہ بھگوت گیتا کا علم ہونے سے،وہ علم روشن دلیلوں کے ساتھ ہوتی تھی۔وہ علم کی کسوٹی (فرق کرنے والی) جیسی رہتی تھی۔ علمِ تورات سے یہ ممکن ہوتا تھا کہ اس سے یہ فیصلہ کرتے تھے کہ کونسا علم ہے اور کونسا لاعلم ہے۔اسی لئے تورات کو **’فرقان‘** نام سارتھک ہوا۔وہ فرقان ہی ہمارے پاس کی بھگوت گیتا ہے۔ان دنوں میں صرف موشے کو دکھتے ہوئے دوسروں کو نہیں دکھنے والی بھگوت گیتا آج ہمارے آنکھوں کے سامنے علمی اور لاعلمی لوگوں کو دکھ رہی ہیں۔آج سب کو کتاب دکھ رہی ہے لیکن اس کا علم نہیں دکھ رہا ہے یعنی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

اللہ نظر نہ آتے ہوئے کہیں یہ بھی ہو مگر وہ خدا کی شکل میں خواب میں دکھ کر تورات کو سیدھے (Direct) دیا ہے۔پہلے ہی موسیٰ کو اپنی علم نہیں دیا تھا۔اپنی گرنتھ تورات کو دیا تھا بعد میں موسیٰ (موشے) تورات کی علم کو پڑھ کر دوسروں کو بتایا تھا۔اللہ اپنے دین کے مطابق انسانوں کو علم

کیسے پہنچانا ہے ویسے ہی پہنچائے گا۔موسیٰ کوخواب میں دی گئی کتاب کوان کے سوادوسروں نے تورات کونہیں دیکھا مطلب وہی گرنتھ نام بدل کرآج ہمارے پاس رہنا ہماری خوش نصیبی نہیں ہے کیا؟

سوال: آپ کہہ رہے ہیں کہ تورات اور ہمارے پاس جو بھگوت گیتا ہے وہ دو بھی ایک ہی ہے۔آپ کی یہ بات کو کیا لوگ یقین کریں گے؟

جواب: لوگ یقین کریں گے یا نہیں ، یہ تو لوگوں پر اللہ کا فضل کتنا ہے اس کے حساب سے ہوتا ہے۔لوگوں کی عقیدت کے مطابق اللہ کیسے بھی کرسکتا ہے۔لوگ یقین کرنا یا نہیں کرنا، یہ تو اللہ کی مرزی سے ہوتا ہے۔میں اللہ کی خدمت کی نیت سے میرے فرض کو میں نے ادا کیا ہے۔دوسروں کو یقین دلاوانا وہ میری مرزی نہیں ہے۔وہ اللہ کی مرزی کی مطابق اور انسانوں کی ایمان،عقیدت کے تحت ہوتا ہے۔اصلی اللہ کی علم کے لئے سب قابل نہیں ہوتے۔جو قابل ہے انہی کو معلوم ہونے کا موقع ہے۔اس معاملہ میں میرا کردار کچھ نہیں ہے۔

سوال: یہ تو معلوم ہو گیا کہ تورات یعنی اللہ کی کتاب ہے۔اب سب کہتے ہے کہ توحید کا مطلب ایک اللہ کی عبادت کرنا یعنی ایکیشوروپاسن ہے۔کیا یہ بات سچ ہے؟

جواب: یہ کہہ سکتے ہے کہ یکیشوروپاسنا ہی دنیا میں سب سے بڑی عبادت ہے اور صحیح اللہ کی علم ہے۔**ایک اللہ کی عبادت کے سوا کچھ بھی اہم نہیں** ہے۔ یہ کہا تھا کہ **'تو'** سے مراد **'تین'** ہے اور **'تورات'** یعنی **'تین راتیں'** ہے۔اب **'توحید'** کو **ایکیشوروپاسنا** کہنے میں کوئی غلتی نہیں ہے لیکن جب ہم نے تورات کی معنی بتائے تھے تب یہ کہا کہ تورات میں **تو** کا مطلب **تین**، رات کا مطلب راتیں ہیں۔اسی طریقے کے مطابق کہیں تو ،تو یعنی تین کہنا پڑے گا۔توحید یعنی تین نظر نہ آنے والے یا تین روحیں کہہ سکتے ہیں۔تورات مطلب تین راتیں کہا تھا۔تقریباً تورات کی معنی ہی توحید بتا رہی

ہے۔ یہ کہہ سکتے ہے کہ نظر نہ آنے والے وہ تین روحیں ہی ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ تورات کا مطلب تین راتیں ہیں۔ جب توحید کا مطلب تین نظر نہ آنے والے ہے تو یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ نظر نہ آنے والے وہ تین کیا ہیں؟ توحید سے پہلے اگر تورات کے بارے میں معلوم کئے تو بعد میں توحید کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہر ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ روحانی چیز کو ظاہری دنیا سے کمپار (Compare) نہیں کرنا چاہئے۔

راتیں سب اندھیرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہے لیکن **چند راتیں نیند نہ آئے ہوئے ہوش سے جوڑے ہوئے ہوتے ہیں، چند راتیں خواب سے جوڑ کر، اِدھر م نیند بھی نہیں اور اُدھر ر ہوش بھی نہیں ایسے حالات میں ہوتے ہیں، اور چند راتیں پوری نیند سے ہوتے ہیں**۔ اس طرح تین قسم کے راتیں ہیں۔ ہوش سے جوڑی ہوئی رات کو **نفس کی نشان** سمجھنا چاہئے۔ ایسا ہی خواب سے جوڑی ہوئی رات **روح کی نشان** ہیں۔ پوری نیند سے جوڑی ہوئی رات **پرماتما یا اللہ کی نشان** ہے کہہ سکتے ہیں۔ تین اندھیرے راتیں ہی ہونے سے تین راتیں، تین روحوں کی نشان کی طرح بتایا گیا۔ تین اندھیرے راتوں میں کچھ نظر نہیں آتا ہے، اس لئے تین راتوں کو تین نظر نہ آنے والے (یعنی معلوم نہ ہونے والے) روحوں کی طرح کہا تھا۔ تین روحیں ایک جیسے نہیں ہے، **تین روحوں میں سے اعمال کو بھگتنے والے نفس کو ہوش کی رات کہا تھا۔ ایسا ہی اعمال کو عمل کرانے والی روح کو درمیانی روح کہتے ہوئے، خواب کے رات سے کمپار کر کے کہا۔ بھگتنے والے نفس سے بھی اور عمل بھگتوانے والا روح سے بھی الگ رہ کر دیکھتے ہوئے گواہی جیسا رہنے والا اللہ کو پوری نیند سے بھری ہوئی رات کہا تھا**۔ جس طرح تین راتوں میں فرق ہے ویسا ہی تین روحوں میں بھی فرق ہیں۔ درمیان میں خواب ایسی ہوتی ہے کہ وہ سچ نہیں اور جھوٹ بھی نہیں۔ خواب کو سچ ثابت نہیں کر سکتے اور جھوٹ جیسا بھی ثابت نہیں کر

سکتے۔بلکل اسی طرح روح کو بھی کدھر بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔بعض لوگوں کو روح معلوم ہوئے جیسا رہتا ہے لیکن اصل میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ویسا ہی کچھ بھی نہ معلوم ہوئے جیسا ہی رہتی ہے لیکن حقیقت میں معلوم ہوکر ہی رہتا ہے۔پھر بھی کوئی بھی کدھر بھی فیصلہ کر کے یہ بتا نہیں سکتے کہ روح اا یسی ہوتی ہے۔

نفس عمل کو بھگتنا ہی اپنی مقصد بنا کر بیٹھی ہے۔عمل (کرم) سے چھوٹ کارا پانے کی کوشش ہی نہیں کر رہی ہے۔عمل سے چھوٹ کارا پانے کا موقع ہونے کے باوجود بھی وہ اس موقع کا فائدہ نہیں اٹھا رہی ہے اور احساسوں کے جال میں ہی پھسی ہوئی ہے۔اس لئے نفس کو ہوش کی رات کہا تھا۔ہوش والی رات میں یعنی نیند نہ آنے والی رات میں نیند جانے کا موقع ہے۔وہ کیسے! یعنی نیند آنے کے لئے ضروری نیند کی دوا ہے۔بعض لوگ ایسے ہے کہ جو نیند کی دوا استمال کر کے ہوش کی رات میں بھی نیند جاتے ہے۔ہوش والی رات عمل کی احساس کی نشان ہے،عمل بھگتنے والے نفس کی نشان ہے۔علم کہلانے والی نیند کی دوا کو جس نے حاصل کیا وہ ہوش میں رہکر عمل کو بھگتے بغیر بچنے کا موقع ہے۔ایسے چھوٹ کارا پانے والے بھی ہیں۔اللہ نے ہی اپنی گرنتھ میں فرمایا کہ علم سے (علم جان کر اور اس پر عمل کرنے سے)عمل کے بندش سے بچ سکتے ہے۔لیکن اس طرف انسان نے غور وفکر نہیں کیا۔چُپ چاپ اپنے عمل کو جاری رکھ رہا ہے۔انسان کو یہ تک یاد نہیں کہ وہ اپنے عمل کو بھگت رہا ہے۔انسان ایسی انجان حالت میں زندگی جی رہا ہے کہ اس کو یہ تک خیال نہیں کہ وہ ایک نفس (جیو اتما) ہے۔جس طرح انسان ہوش میں دنیوی چیزوں کے خیال میں رہتا ہے ویسا انسان صرف دنیا کی فکر کر رہا ہے لیکن اللہ کی فکر (اللہ کو جاننے کی اور اس تک پہنچنے کی کوشش) نہیں کر رہا ہے۔اسی لئے دنیا کی فکر کرنے والے انسان کو ہوش والی رات کے برابر کمپار کر کے بتایا۔

نفس اور اللہ کے درمیان روح ہے۔نفس پوری ہوش والی رات جیسی بتائی گئی تو اللہ(پرماتما) کو پوری نیند کی رات جیسا سمجھا یا گیا۔نفس کے (Quite Opposte Direction) میں اللہ ہے۔اللہ سب کچھ کرنے کی قابلیت رکھتے پر بھی وہ اپنے دھرم کے مطابق کچھ کام نہیں کرتا۔نفس کام کر رہا ہے تو روح کام کروار ہی ہے تو ان دونوں سے الگ رہنے والا اللہ دیکھ رہا ہے۔نفس ہمیشہ بنا فرصت کے کچھ نہ کچھ بھگتتا ہی رہتا ہے۔اللہ کچھ نہ بھگتتے ہوئے ہے۔ان دونوں کے بیچ یعنی نفس اور اللہ کے درمیان میں جو روح ہے وہ ایک پل بھی بنا فرصت کے اپنی نظر کو نفس کے عمل پر رکھ کر، ہر پل اعمال کو عمل کرتے ہوئے، ہر پل عمل کے مطابق نفس کو سکھ دکھ دے رہی ہے۔جسم کا مالک بنکر ہر اعضاء کو طاقت دیکر، چلانے والی ایک نور کی طرح ہے۔اگر روح کو سچ کہنا چاہے تو وہ جھوٹ (ابدّ) جیسی دکھتی ہے۔اگر ابدّ کہنا چاہے تو سچ جیسی دکھتی ہے۔ جتنے دلائل روح جسم کے اندر ہے بولنے کے لئے ہے اتنے ہی دلائل روح جسم کے اندر نہیں ہے بولنے کے لئے بھی ہے۔اسی لئے سب روح کے معاملہ میں پیچھے مڑ رہے ہیں۔

جسم کے اندر بسی ہوئی روح کو اِدھر سچ نہیں کہہ سکتے اُدھر جھوٹ بھی نہیں کہہ سکتے اسی لئے روح کو خواب کی رات سے کمپار کرنا ہوا۔جو شخص خواب میں ڈر گیا وہ شخص ہوش میں آنے پر بھی اس کا ڈر نہیں جاتا ہے۔اس لئے ڈرا ہوا واقعہ سچ ہونے پر بھی جب وہ ہوش میں آکر دیکھا تو جس واقعہ سے ڈرا تھا وہ حالات وہاں پر نہیں ہوتا ہے۔مثال کے طور پر گھر میں چور آکر چوری کر رہے ہیں۔اس وقت ہوش میں آکر دیکھ کے زور سے چور چلاّنے پر چور حملہ کر کے چاقو سے بھونک دیا جب ڈر جانے سے فوراً ہوش میں آنا ہوا۔ہوش میں آنے کے بعد بھی ۱۰ منٹوں تک ڈر نہیں گیا۔اس واقعہ سے ہی ڈر پیدا ہونے سے وہ واقعہ ہوا ہے کہنے کے لئے دلیل جیسا ڈر ہے۔لیکن ہوش میں آنے کے بعد دیکھیں

تو چور نہیں ہے اور چور کام بھی نہیں ہوا ہے۔ چور کام ہوئے جیسا نشانات بھی نہیں ہے۔اس لئے کہہ سکتے ہے کہ چور کام نہیں ہوا۔خیال آنے کے بعد بھی ڈر موجود رہنے سے چوری حقیقت جیسے دکھنے پر بھی، زرا بھی چوری ہونے کے نشانات نہ ہونے سے یہ کہہ سکتے ہے کی چوری حقیقت نہیں ہے۔اس طرح خواب ایک طرف سچ جیسا اور یک طرف جھوٹ جیسا ہوتی ہے۔اس طرح جسم میں روح ایک بار یہ کہتی ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کر رہا ہے پھراور ایک بار کہتی ہے کہ میں ہی سب کچھ کر رہا ہوں۔اور ایک بار نفس نے ہی کیا ہے کہتی ہے۔اس طرح ساب‍ت نہ کئے جانے والی جیسا روح ہونے سے اسے سچ اور جھوٹ کو نہ ملنے والی خواب کی طرح بتا رہے ہیں۔

اس طرح تین روحوں (نفس، روح، اللہ یا جیواتما، آتما، پرماتما) کو تین راتوں سے کمپار کیا ہے۔بھگوت گیتا وہ ہے جس میں تین روحوں کی علم ہے۔بھگوت گیتا پہلے بنی ہوئی اللہ کی گرنتھ ہے۔پھر بھی انسانوں نے اس کو بھگوت گیتا نام رکھا لیکن وہ نام اس گرنتھ کی علم کے برابر نہیں ہے۔بھگوان (خدا) نے کہا سمجھ کر ویاس نے گرنتھ پر '**بھگوانو واچہ**' لکھنے پر بھی ویاس کو یہ یقین نہیں تھا کہ کرشن ہی بھگوان ہے۔پھر بھی کرشن نے 'بھگوت گیتا' نام کو کبھی بھی باہر نہیں کہا تھا۔بھگوت گیتا میں تین روحوں کا علم ہونے سے بھگوت گیتا کو تورات نام سے کرشن نے موسی کو دیا تھا۔لیکن موسیٰ کو یہ بات زرا بھی نہیں معلوم کہ گرنتھ دینے والا کرشن (بھگوان یا خدا) ہے۔موسیٰ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جو کتاب دی گئی ہے وہ بھگوت گیتا ہے۔باقی لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کرشن موسیٰ کو تورات کے نام سے بھگوت گیتا کو ہی دیا تھا۔

اللہ نے خود موسیٰ کو علم نہیں دیا تھا۔اللہ جب انسان کی شکل میں رہنے سے صرف خواب میں تورات گرنتھ دینے کے لئے ممکن ہوا۔خواب حق اور باطل کا ملن ہے اس لئے جو دیا گیا وہ تورات

ہونے پر بھی وہ صرف موسیٰ کو ہی دکھتی تھی۔اُس زمانہ کے لوگوں کو ہو یا آج کے زمانہ کے انسانوں کو ہو یہ یقین کرنا اب ضروری نہیں ہے کہ اس دن جو موسیٰ کو دیا گیا ہے وہ بھگوت گیتا ہی تھی اور اس کو کرشن نے ہی تورات نام سے دیا تھا۔لیکن عیسی کے جنم میں یعنی جو اللہ کا اگلا جنم ہے اس عیسی کے زندگی میں یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔جو واقعہ گزر چکا وہ معلوم ہونے سے اُس زمانہ کے علم کی دلیل مل سکتی ہے۔اسی لئے اس واقعہ کو ابھی یہاپر بتائے تھے۔تین روحوں کی علم کی نشانی کے طور پر موسیٰ کو دی گئی کتاب کا نام تورات کہا گیا۔تین روحوں میں نفس سے لیکر اللہ تک بہت فرق ہونے سے تین روحوں کو تین مختلف راتوں سے موازنہ کیا ہے۔اس سے پہلے ہی ہم نے دیکھا کہ جتنا فرق ہوش کی رات ،خواب کی رات اور نیند کی رات میں ہے اتنا ہی فرق تین روحوں میں بھی ہیں۔تورات نام کی یہ خاصیت ہے تو اس کے پیچھے ہی 'توحید' لفظ پیدا ہوئی۔

توحید یعنی جو تفصیل مسلمان جانتے ہے اسی کے مطابق وہ کہتے ہیں کہ ایکیشورو پاسنا ہی توحید ہیں۔ایک اللہ کی عبادت کہنا سچ ہے لیکن اس لفظ کو وہ معنی کس وجہ سے آئی ہے یہ بات تفصیل سے جاننا بھی تو ضروری ہے۔صرف معنی جاننے سے بھی اس معنی کے پیچھے چھوپی ہوئی پوری جانکاری حاصل کرنے سے اس معنی کی اہمیت بڑھتی ہے۔'ایکیشورو پاسنا یا ایک اللہ کی عبادت کرنا توحید ہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ توحید کا یہ معنی اس طرح پیدا ہوا ہے۔جیسا تورات میں '**تو**' کا معنی تین ہے ویسا ہی توحید میں بھی تو کا معنی تین ہے۔توحید میں **تو + حید** دو آوازیں ہے۔پہلا حرف کا معنی تین کہا گیا۔بعد میں 'حید' آواز میں 'حی' آواز کی اہمیت ہے لیکن 'د' آواز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔حرف کی آخر میں کوئی بھی آواز کو (حرف) استمال کر سکتے ہے۔اس لئے توحید میں صرف 'تو حی' یہ دو حرف ہی اہمیت والی معنی رکھتی ہے۔حی یا حید آواز کا معنی **طاقت** (Power) کے ہے۔'حی' لفظ طاقت کہ نشان ہے۔حید کا

مطلب طاقتیں کہہ سکتے ہیں۔**توحید کا مطلب تین طاقتیں ہے**۔طاقت نہیں دکھتی ہے اس لئے یہ کہا گیا کہ نہیں دکھنے والے تین طاقتیں۔طاقت کو اور ایک قسم سے پروش(Purush) بھی کہہ سکتے ہے۔توحید یعنی تین طاقتیں یا تین پروش بھی کہہ سکتے ہے۔تین غیبی طاقتوں کو ہی تین نہیں غیبی پروش کہہ رہے ہیں۔تین پروشوں کو ہی تین روحیں کہہ رہے ہیں۔**توحید کا مطلب یہ کہہ سکتے ہے کہ تین طاقتیں یا تین روحیں یا تین پروشیں**۔اب ان تینوں پروشوں میں کونسا پروش عظیم اور کونسا پروش کم ہے۔اس کا فیصلہ کرنے کے لئے فرقان کی ضرورت پڑی۔

موسیٰ کو اللہ نے جو فرقان دی۔اس کے مطابق دیکھیں تو موسیٰ کی گرنتھ (بھگوت گیتا) میں پروشوتّم پراپت یوگ باب میں شلوک ۱۶، ۱۷ میں اس طرح فرمایا گیا کہ

شلوک۱۶: دواو مو پروشو لوکے کشرا شچاکشر ایوچ ا
کشر سّروانی بھوتانی کوٹ ستھو کشر اوچیتے اا

مطلب: ''دنیا میں دو قسم کے پُرُش(Purush) ہے ان میں سے ایک کو کشر(Kshar) کہتے ہیں اور دوسرے کو اکشر(Akshar) کہتے ہیں۔کشر یعنی فنا ہونے والا ہے۔اکشر کا مطلب جو ناش نہیں (لا فانی) ہونے والا ہے۔کشر تمام جانداروں میں موجود ہے اور اکشر، کشر کے ساتھ جسم میں ہی رہتا ہے''۔

شلوک۱۷: اتّم ہ پُرُش ستونیہ پرماتمے تیوداحروتاہ ا
یو لوکترے ماوشے ببھرت ویے عیشورہ اا

مطلب: ''ان دونوں سے الگ اور ایک اعلیٰ ترین پُرُش(Uttam Purush) ہے۔اسی کو پرماتما (اللہ) کہتے ہیں۔وہ ساری دنیا میں زرّے زرّے میں پھیل کر ناش نہ ہونے والے اللہ پوری کائنات کو سمبھال رہا ہے۔

بھگوت گیتا میں جو تین پُرُش کے بارے میں کہا گیا وہ ایک کشر(Kshar)، دوسرا اکشر

(Akshar) ،تیسرا پروشوتّم (Purushottam)۔ پہلا پُرُش 'نفس' (جیواتما) ہے نفس ناش ہونے والا ہے اس لئے 'کشر (فانی)' کہا گیا۔ دوسرے پُرُش کا نام 'روح' (آتما) ہے۔روح ناش ہونے والا نہیں ہے یعنی لافانی ہے۔اس لئے 'اکشر (لافانی)' کہہ رہے ہیں۔کشر سے اور اکشر سے الگ تیسرا پُرُش 'اوتّم پرش' (uttam purush) ہے۔اسی کو اللہ یا پرماتما ایسے مختلف قسم سے بلاتے ہیں۔تینوں یعنی تین روحیں ایک جیسے نہیں ہے۔اگر ایک اعلی ہے تو دوسرا اس سے بھی اعلی ہے۔اس لئے ان کے درمیان فرق بتانے کے مقصد سے ہی بھگوت گیتا میں پرشوتّم پراپت یوگ (Purushottam prapti Yog) میں تین پُرُشوں کو تقسیم کر کے بتایا گیا۔ان تین پُرُش کو 'توحید' بھی کہا گیا۔تین پُرُشوں کو سمجھنے کے لئے ظاہری دنیا میں دکھنے والوں سے کمپار (compare) کر کے بتایا گیا۔جیسے تورات کو سمجھنے کے لئے ہوش والی رات،خواب کی رات اور نیند کی رات سے تفصیل کر کے بیان کیا ویسا ہی اب ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ 'توحید' لفظ کا معنی تین نظر نہ آنے والے طاقتیں ہیں انہی کو تین روحیں بھی کہہ رہے ہیں۔تین روحوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر باہر دکھنے والے انسانوں کا مثال دکھا کر ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ انسانوں میں نامرد (impotent)،عورت، پُرُش (مرد) کہلانے والے تین قسم کے جسم والے ہیں۔نامرد دکھنے میں تو مرد کا جسم پہنا ہوا مرد کے اعضاؤں سے رہتا ہے۔مرد کے مانند جسم رہنے پر بھی اس کے اندر مردانگی نہیں رہتی ہے۔پہالا والا نامرد ہے تو،تیسرا والا مرد جسم سے مرد کے اعضاء سے ہی رہتا ہے۔تیسرا والا مرد کے جسم سے رہنا ہی نہیں بلکہ اس میں مردانگی بھی ہوتی ہے۔پہلے والے اور تیسرے والے کا دونوں کا مرد اعضاؤں کا ہی جسم ہے لیکن پہلے والے میں مردانگی نہیں ہے۔تیسرے میں مردانگی ہے۔درمیان میں جو جسم ہے وہ ان دونوں سے بلکل الگ ہے۔دوسرے جسم میں مرد کو پہچاننے کا موقع نہیں ہے کیونکہ وہ جسم عورت کے اعضاؤں سے ہے لیکن اس میں عورت کے

خصوصیات نہیں ہیں مرد کے خصوصیات ہی ہے۔اس لئے اس عورت کو ایک طرح سے مرد کہہ سکتے ہے۔ وہ شکل سے عورت ہے لیکن خصوصیات سے مرد ہے۔ پہلے والے کا جسم مرد ہے تو بھی اس میں روح کے خصوصیات ہے۔

اس طرح دو جسم مردوں کے ہیں ایک جسم عورت کا ہے لیکن مرد کی کیفیت سے ہے۔ درمنان والا بچپن سے مرد کے کپڑے پہنتا تھا۔ تو جب تینوں مرد کی طرح ہی دکھتے تھے لیکن اس میں درمیان والا عورت ہے۔ پہنے ہوئے کپڑے دیکھ کر درمیانی والے کو مرد کہہ سکتے ہے لیکن اندر کی جسم کے مانند اس کو عورت بھی کہہ سکتے ہے۔ اس طرح درمیان والے کو کس طرف بھی کہنے کا موقع نہیں ہے (یعنی پورا عورت نہیں کہہ سکتے یا پورا مرد نہیں کہہ سکتے)۔ جس طرح تین راتوں میں خواب کی رات کو سچ کہنے کے لئے ایک طرف دلیل تھا لیکن جھوٹ کہنے کے لئے بھی دلیل ہے۔ اسی طرح توحید کی مثال میں بتائے گئے تین شخص دکھنے کے لئے تو مرد جیسے ہیں لیکن درمیان والے کو مرد ثابت نہیں کر سکتے۔ تمام مخلوقات کے جسموں میں جو تین روح ہے، ان میں درمیانی روح کو کدھر بھی فیصلہ کر کے نہیں بتا سکتے۔ درمیانی روح کسی کی عقل کو سمجھ میں نہیں آتی ہے کسی کی اندازے کو ملنے والی نہیں ہے۔ درمیانی روح (مدھیا تما) ہی پہلے والی جیوا تما (نفس) کو احکامات دیکر چلاتی ہے۔ جسم کے اندر تمام کاموں کو کرنے والی ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کبھی بھی عظیم نہیں کہتی ہے۔ تیسرے روح (یعنی اللہ) کو ہی ہمیشہ عظیم کہتی رہتی ہے۔ تمام کاموں کو وہ خود کرتے ہوئے ان کاموں کو اپنا نام دئے بغیر یہ کہتی ہے کہ یہ تمام کام اللہ نے کیا ہے۔ لیکن روح کے کاموں کو نفس اپنی انانیت (یعنی میں ہی سب کچھ کر رہا ہوں کہنے والی انانیت) سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سارے کام میں نے خود کیا ہے۔ نفس کی اس بات کو روح ملامت نہیں کرے گی۔ حقیقت میں کام تو روح نے ہی کیا ہے اگر روح سے پوچھیں گے کہ یہ سارے

کام کس نے کیا ہے؟ تو وہ روح جواب دیگی کہ اللہ نے کیا۔نفس کام نہیں کرنے پر بھی اپنے آپ کو کرنے والا سمجھ کر کہہ رہا کہ سب کام میں کرر ہا ہوں تو روح کام کرنے پر بھی اپنے آپ کو کرنے والا نہیں کہتے ہوئے اللہ کو کرنے والا کہہ رہی ہے۔

جو نفس اللہ کا علم نہیں جانتا وہ جسم میں یہ سمجھ رہا ہے کہ اس جسم کے اندر ہونے والے تمام کام میں ہی کرر ہا ہوں۔لیکن روح نفس کہی ہوئی بات پر کچھ نہیں کہتی مگر جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو خود کام کرتے ہوئے بھی کہتی ہے کہ یہ پورا اللہ کرر ہا ہے۔تو چند وقت کے بعد اگر نفس علم معلوم کرسکا تو پھر جب وہ کہتا ہے کہ سارے کام اللہ ہی کرر ہا ہے لیکن اس کو یہ نہیں معلوم کہ اصل میں وہ کام روح کرر ہی ہے۔جیسے روح اللہ پر کہہ رہی ہے بلکل ویسا ہی نفس بھی کہتا ہے کہ سارے کام اللہ ہی کر رہا ہے۔اور تھوڑے وقت گزرنے کے بعد یعنی کئی جنم گزرنے کے بعد جب نفس مکمل علم حاصل کرتا ہے تو تب اسے معلوم ہو جائے گا کہ جسم کے اندر جو بھی کام ہو رہے ہیں وہ سب روح ہی کرر ہی ہے۔اور جب وہ یہ بھی جان جائے گا کہ اللہ سب سے پرے ہے،لا فانی ہے اور وہ غالب ہے۔جب نفس یہ جان جائے گا کہ اللہ ہی سب سے بلند ہے تو جب وہ نفس اُس ایک اللہ کی عبادت کرنا شروع کرے گا ۔جب باقی دیوتاؤ کو چھوڑ کر،سب کا اللہ ایک ہی ہے کہتے ہوئے ایک اللہ کو ادب کے ساتھ عبادت کرنا شروع کرے گا۔تب نفس نے **''ایکیشوروپاسنا''** کئے جیسا ہوگا۔نفس کے علم کے مطابق اور عقیدت کے مطابق روح ہی نفس کو اللہ پر شردھا دلا کر اللہ کی عبادت کئے جیسا کرر ہی ہے۔نفس ارادہ کرسکتا ہے لیکن فعل(کام) کرنے کی طاقت اسے نہیں ہے۔حقیقت میں نفس کام نہیں کر سکتا (لاچار)ہے۔ایسے نفس کی ارادہ کے مطابق روح خود اللہ کی عبادت کراتے ہوئے،عبادت کے کام کرتے ہوئے،اب تک کبھی بھی اس نے جو نہیں کہا وہ کہے گی۔وہ کہتی ہے کہ یہ سارے کام جو وہ

خود کر رہی ہے یعنی سارے عبادتیں نفس نے کیا ہے۔ جب تک نفس مکمل علم حاصل نہیں کرتا تب تک درمیانی روح اپنے کاموں کو اللہ کر رہا ہے کہتی ہے۔ جب نفس علم حاصل کرنے کے بعد اللہ پر نہ کہتے ہوئے نفس پر کہتی ہے۔

چاہے اللہ کے عبادتیں ہو یا غیر اللہ کے عبادتیں ہو کرنے والی درمیانی روح ہی ہے۔ لیکن کبھی بھی اپنے کاموں کو اپنا نام نہیں دیتی ہے۔ اللہ اپنے دھرم کے مطابق کچھ نہیں کرنے والا ہے۔ یعنی صرف وہ گواہ کی طرح دیکھتا رہتا ہے۔ تو انسانوں کو اولاد (بچہ) دینے والا بھی روح ہی ہے لیکن یہ بات کسی کو نہیں معلوم ہے۔ حقیقت میں سب کا باپ درمیانی روح ہی ہے۔ پھر بھی یہ بات کسی کو نہ معلوم ہوئے جیسا روح نے ہی راز سے رکھا۔ نفس کو ہدایت دینے والا ہو یا گمراہ کرنے والا ہو روح ہی ہے۔ لیکن سب یہ سمجھتے ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہ کرنے والا اللہ ہے۔ لیکن اس طرح سب کو یقین روح نے ہی دلایا کہ سب کچھ اللہ ہی کر رہا ہے۔ اللہ نے کبھی بھی کچھ نہیں کیا اور نہ ہی کرے گا۔ ابتدا میں یعنی کائنات شروع ہونے سے پہلے کائنات کو اللہ نے ہی بنایا تھا۔ وہی اسکا پہلا کام اور آخر کام بھی۔ کائنات کو بنانے کے بعد وہ کچھ کام نہ کرنے والے جیسا بدل گیا ہے۔ کائنات بنانے کے بعد تمام کاموں کا بڑاا اور کرنے والا روح (karta) ہی ہے۔ اللہ کے مانند روح ہی سارے کام کرتے ہوئے سب کو یہ یقین دلا رہی ہے کہ اللہ ہی سب کچھ کر رہا ہے تا کہ انسان کی نظر اس پر نہ گرے صرف اللہ کی طرف ہی اس کی سوچ جائے۔ اسی لئے اب تک کائنات کے شروعات سے لیکر آج تک بھی آخر روح کون ہے یہ کسی کو بھی نہیں معلوم ہوا۔ جو تھوڑا بہت علم رکھتے ہے ان کو نفس اور اللہ تک معلوم ہے مگر روح تک نہیں معلوم ہے۔ تمام لوگوں کا باپ اللہ نہیں تیرے جسم میں راز سے چھپا ہوا روح ہی ہے۔ سب کو جس نے گمراہی میں ڈُبایا تھا وہ اللہ نہیں تیری روح ہی ہے۔ سب کو ہدایت کے

طرف بھیجنے والا اللہ نہیں روح ہی ہے۔اپنے آپ کے بارے میں دوسروں کوظاہر کرنے والا بھی روح ہی ہے۔دوسروں کو معلوم ہوئے بغیر جسم میں اپنے آپ کو چھپا کر رکھنے والا بھی روح ہی ہے۔باہر دکھنے والے کاموں کو کرنے والا بھی روح ہی ہے۔پھر بھی باہر کسی کو معلوم ہوئے بغیر تمام جگت کو کھیل کھلانے والا بھی روح ہی ہے۔اگر تجھے علم چاہئے اور اگر تجھے عالم (اللہ کی علم جان کر اللہ تک پہنچنا ہے) بننا ہے تو اللہ کو چھوڑ کر روح کی تلاش کر پھر روح خود تجھے اللہ تک پہنچا دیگی۔

روح ہی سب کا فیصلہ کر کے بتانے والی فرقان ہے

یعنی روح ہی فرقان ہے

خاتمہ

جھوٹ کو ہذار لوگ کہنے پر بھی وہ سچ نہیں ہوتا

اور سچ کو ہذار لوگ انکار کرنے پر بھی وہ جھوٹ نہیں ہوتا

فرقان

فرقان

فرقان

فرقان

فرقان

فرقان

علم	لاعلم
حق	باطل
اللہ	شیطان

(50-21)''ہرنفس (جیوا تما) ایک چلانے والے (روح) کے ساتھ اور ایک گواہی دینے والے (اللہ) کے ساتھ آتی ہے''

ترجمہ شیخ ریحانا

www.khudaislamicspiritualsociety.org